عشق و محبت کی البیلی و ادبی داستانِ سفر

حرم کا راہی

(حجاز میں بیتے چودہ دن)



ظفر الاسلام سیفی

حرم کا راہی

ظفر الاسلام سیفی

ظفر الاسلام سیفی ایک تعارف

ظفر الاسلام سیفی البیلے قلم کار اور صاحب طرز ادیب ہیں۔ آپ نے 2008ء میں جامعہ دار العلوم کراچی سے درس نظامی کی تکمیل کی اس کے بعد جامعہ فاروق اعظمؓ مری کے شعبہ درس نظامی و شعبہ تحقیق و تصنیف سے عرصہ 10 سال سے وابستہ ہیں۔ تحقیق و تصنیف میں آپ کے شستہ قلم اور ندرت اسلوب نے ایک بڑے علمی حلقے کو اپنی طرف متوجہ کیا، ممتاز قلم کار، ادیب العصر حضرت مولانا ابن الحسن عباسی آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”مجھے ان کے قلم میں سلاست، روانگی اور ندرت اسلوب کی خوشبو محسوس ہوئی“۔

مختلف آن لائن سائیٹس (مکالمہ، دلیل، ہم سب) پر ایک بڑا طبقہ قارئین آپ کے تحقیقی کالمز و آرٹیکلز سے اپنی تشنگی بجھاتا ہے۔ آپ تعلیمی و تصنیفی، تحقیقی و ادبی امور اور شعر و شاعری سے خاص شغف رکھتے ہیں۔ متعدد کتب کی تصنیف کے علاوہ آپ کے بہت سے تحقیقی مقالات علمی دنیا کا گراں قدر سرمایہ ہیں۔ آپ سرخیل علماء، ممتاز مذہبی سکالر مولانا قاری سیف اللہ سیفی زید مجدہ کے فرزند ارجمند اور ان کے علمی و تحریکی افکار کے ترجمان ہیں۔

بدنصیبی سے ہوا ہے خوش نصیبی کا سفر
محو حیرت ہوں کہ چل کے آگیا ہوں میں کدھر
میں ہوا نفسانیت میں جب بھٹک کر در بدر
اپنے سینے سے لگایا یوں بلا کے اپنے در

عشق ومحبت کی البیلی وادبی داستانِ سفر

حرم کا راہی

(حجاز میں بیتے چودہ دن)

ظفر الاسلام سیفی
جامعہ فارق اعظم مری

نام کتاب .... حرم کا راہی

مصنف .... ظفر الاسلام سیفی

ناشر .... مکتبہ فاروق اعظم مری
(جنرل بس سٹینڈ)

اشاعت اوّل .... جمادی الاولی ۱۴۳۹ھ

قیمت .... -/150 روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ فاروق اعظم مری
0314-5464614

مکتبہ امام اہلسنت (گوجرانوالہ)

فہرست عنوانات

یہ تیرا گھر ہے تیرے مہر کا دربار ہے مولا
سراپا نور ہے اک مہبط انوار ہے مولا

ہر سمت جہاں پر ہے تجلی ہی تجلی
اس بارش انوار کے منظر کی طرف چل
کرنا ہے اگر ذکر تو اس جانِ جہاں کا
چلنا ہے تو کونین کے سرور کی طرف چل

انتساب

اپنے پیارے والدین کے نام جنکی خصوصی شفقتوں نے اس سفر کے لائق بنایا بالخصوص اپنے والد محترم مولانا قاری سیف اللہ سیفی مدظلہ کے نام کہ جن سے میں ایک تحریکی لیڈر کا ورکر بن کر، ایک جماعتی قائد کا کارکن بن کر، ایک استاد کا شاگرد بن کر، ایک مربی کا تربیت یافتہ بن کر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک والد کا بیٹا بن کر محبت کرتا ہوں ۔

تاثرات

مفکر اسلام، ممتاز مذھبی سکالر حضرت مولانا ابو عمار زاہد الراشدی صاحب زید مجدہ

نحمده تبارک وتعالی ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

وعلی اله واصحابه واتباعه اجمعین

حرمین شریفین کا سفر کسی بھی مسلمان کے لیے عقیدت ومحبت اور ذوق وشوق کا سفر ہوتا ہے اور حاضری دینے والا زندگی بھر اسکے مختلف مراحل کو یاد کر کے اپنے قلب ونظر کو جذبہ واحساس کی تازگی فراہم کرتا رہتا ہے، جذب وکیف کے یہ مناظر زبان وقلم کی حدود سے ہمیشہ بالاتر رہے ہیں مگر اصحاب ذوق اپنے احساسات وتاثرات کو ہر دور میں زبان وقلم کے دائرے میں لانے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ آئندہ بھی قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

مختلف زبانوں میں ہزاروں سفرنامے اب تک قلم وقرطاس کی زینت بن چکے ہیں جن میں سفری تفصیلات کے ساتھ ساتھ عقیدت ومحبت اور جذب وکیف کی فراوانی بھی شامل ہے اور بعض ایسے بھی ہیں جو اپنی بے ساختگی اور تسلسل کے ساتھ پڑھنے والوں کو بھی اسی ماحول کی ذھنی سیر کرا دیتے ہیں ، ہمارے فاضل عزیز مولانا ظفر الاسلام سیفی نے بھی یہ سعادت حاصل کی ہے اور سفر حرمین کو صفحہ قرطاس پر لا کر جذبات واحساسات کو ریکارڈ میں محفوظ کرنے کی سعادت مشکور کی ہے ۔

میں نے ان کا سفرنامہ سرسری نظر سے دیکھا ہے،انہوں نے سفری تفصیلات اور قلبی جذبات کے اظہار کے علاوہ مقدس مقامات کے تاریخی پس منظر،حرمین شریفین کے آداب ومسائل اورادب واحترام کے تقاضوں کو بھی اپنی تحریر کا حصہ بنایا ہے جو انکے حسن ذوق کا آئینہ دار ہے،انکی تحریر میں معلومات بھی ہیں،جذبہ وخلوص کا اظہار بھی ہے اورادب وزباں کی چاشنی بھی ہے ،بالخصوص مولانا عبد الماجد دریا آبادی اور آغا شورش کاشمیری کے احساسات کوشامل کر کے اس چاشنی میں مزید اضافہ کر دیا گیا ہے،میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت عزیز محترم کی اس کاوش کو قبولیت سے نوازیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس سے استفادے کی توفیق عطا فرمائیں ۔آمین یارب العالمین۔

تاثرات

سماحۃ الشیخ ،ادیب العصر حضرت مولانا ابن الحسن عباسی دامت برکاتھم العالیہ

حرم شریف کا سفر ایک مسلمان کے لیے عقیدتوں کا سفر ہے اور خاص کر جب کوئی پہلی بار حرمین شریفین کی زیارت کے لیے جاتا ہے تو اسکے جذبات میں وارفتگی اور ذوق وشوق کا ایک عجیب عالم بپا ہوتا ہے ،مولانا مناظر احسن گیلانی ،مولانا عبدالماجد درآبادی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنے سدابہار قلم سے ان جذبات کی ترجمانی کی کوشش کی جو اردو ادب کے ایمان افروز سفرناموں کی تاریخ کا حصہ ہے ۔

جب حجاز کی مبارک سرزمین کو پہلی بار قدم چھوتے ہیں ،جب روئے زمین میں اللہ کے اس پہلے گھر پر اول نگاہ پڑتی ہے ،جب روضہ اطہر کی سبز جالیاں پہلی بار نظروں میں سماتی ہیں ،سبز گنبد نظر آتا ہے اور جب بارگاہ رسالت میں پہلی بار حرم کا مسافر سعادت پاتا ہے تو خواب وخیال وحقیقت کے درمیان آرزووں کا دبستان کھلتا ہے اور لفظوں کے ترنم کی تمام تعبیرات جواب دے جاتی ہیں شائد یہی ایک التجا رہ جاتی ہے کہ

مرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ مرے ہنر پر ہے ان کا سایہ
حضور خواجہ مرے قلم کا مرے ہنر کا سلام پہنچے

مولانا ظفر الاسلام سیفی نوجوان عالم دین ہیں ،قلم سے رشتہ اور ادب کا ذوق رکھتے ہیں ،اپنے اساتذہ اور مادر علمی کے مسلک ومزاج سے جڑے ہوئے ہیں اور اسکی برکت سے نئے زمانے کی باغی ہواوں کے تھپیڑوں سے محفوظ ہیں ،انہیں گذشتہ سال 2016ء میں پہلی بار حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی ،انہوں نے نہ صرف اس سفر کے ذاتی

مشاہدات وتاثرات قلم بند کیے بلکہ اردو ادب کے ذکر کردہ تاریخی سفرناموں کے اقتباسات کو بھی اپنے سفرنامہ میں جگہ جگہ شامل کیا ہے، کئی مقامات کا جدید تعارف لکھا اور بعض جگہ حالات کے حوالہ سے اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے ۔

مجھے انکے قلم میں سلاست، روانگی اور ندرت اسلوب کی خوشبو محسوس ہوئی، امید ہے انکے قلم کا سفر ابھی بہت سی کامیابیاں سمیٹے گا اور یہ سفرنامہ انکے قلم کے علمی سفر کا تابندہ نقش ثابت ہوگا۔

دیباچہ

خطیب کوہسار حضرت اقدس مولانا قاری سیف اللہ سیفی دام ظلہ

سفر نامہ کسی سمت کا ہو جاذبیت سے لبریز ہوتا ہے مگر مهبط انوار وتجلیات کی داستان سفر جہاں عقیدت ومحبت سے لبریز سفری کارگزاری ہوتی ہے وہیں ایمانی وروحانی ترقی کا باعث وموجب بھی ہے، ابن حوقل بغدادی ہوں یا اصطخری فارسی، ابن بطوطہ مغربی ہو یا حکیم ناصر خسرو، ابن جبیر اندلسی ہوں یا ابن انشاء واشفاق احمد، مولانا حسین احمد مدنی ہوں یا مفتی تقی عثمانی ہر ایک نے اپنے قلم کی چاشنی سے اک جہاں کو بہرہ ور کیا، مگر شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی قلمی کاوش ''جذب القلوب الی دیار المحبوب'' شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ''فیوض الحرمین'' مولانا رفیع الدین مراد آبادی کی ''احوال الحرمین'' مولانا مناظر احسن گیلانی کی ''دربار نبوت کی حاضری'' مولانا عبد الماجد دریا آبادی کی ''سفر حجاز'' اور آغا شورش کاشمیری کی ''شب جائے کہ من بودم'' جس روحانی کیف کا نقش قاری کے دل پر چھوڑتی ہیں وہ خوشگوار ہونے کے ساتھ ساتھ ناقابل بیاں بھی ہے۔

بیس لاکھ سے زائد حجاج کرام اور لاکھوں کی تعداد میں دیار حرمین کا سفر عقیدت کرنے والے لاکھوں زائرین اپنے اپنے مزاج وذوق کے ساتھ اس سعادت کو حاصل کرتے ہیں مگر وہ لوگ جنہیں قلم سے رشتہ وتحریر سے محبت ہوتی ہے ان کا سفر خود انکے ساتھ ساتھ عوامی کشش کا باعث بھی بن جاتا ہے، ہندوستاں میں اس خوبصورت مشغلے کی بنیاد شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے ''جذب القلوب الی دیار المحبوب'' لکھ کر رکھی ازاں بعد ہمارے اکابر قدس اللہ اسرارہم کا یہ عمومی مزاج رہا کہ انہوں نے اپنے اس سفر عقیدت کو قلمی نقوش کی شکل

میں دوام بخشا۔

زیرِ نظر سفرنامہ ''حرم کا راہی ''اپنے اکابر نور اللہ مراقدہم کی اسی خوبصورت علمی کاوش پر عمل بلکہ تسلسل ہے ،عزیز محترم مولانا ظفرالاسلام سیفی نے اپنے جذبات واحساسات کو الفاظ کی خوبصورت تعبیر اور جملوں کا حسین اسلوب بخشا ،انہوں نے نہایت عرق ریزی سے مقدس مقامات کی تاریخ ،مناسک کی ادائیگی کا شرعی طریقہ ،مختلف معاملات ومعمولات پر خود کا نقطہ نظر اور اپنے حسین جذبات کی خوبصورت تحریری تصویر پیش کی ۔یہ سفرنامہ اپنے ندرت اسلوب کے ساتھ مقامات کے تاریخی تعارف اور مناسک کی ادائیگی کے شرعی بیان کے سبب دیگر سفرناموں سے منفرد حیثیت کا حامل ہے ۔بعض مقامات پر عزیز موصوف اپنے نقطہ نظر کو نہایت بامعنی ومدلل انداز میں پیش کرتے نظر آئے جو یقیناً قارئین کے لیے معلومات کے ساتھ ساتھ مطالعاتی چاشنی کا باعث بھی بنے گا ۔

دل سے دعا ہے اللہ تعالی اس علمی وذوقی کاوش کو اپنی عالی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشتے ہوئے قارئین کے لیے نافع اور عزیز موصوف کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے ۔آمین یا رب العالمین ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ غالباً تین فروری کا سرد موسم اور ٹھٹھرتے لمحات تھے جس میں راقم الحروف اپنے جامعہ فاروق اعظمؓ مری میں درجہ اولیٰ میں مصروف تدریس تھا۔تذکرہ حرمین ہوا تو طلباء سے نصیحتاً عرض کیا کہ ''بزرگوں کا مجرب عمل زیارت حرمین کے لئے یہ ہے کہ زادراہ اور توشہ سفر کے لئے مستعد ہوا جائے اس کے لئے حسب استطاع وحسب آمدن مخصوص حصہ آمدنی بنیت زیارت حرمین مختص کرلیا جائے۔ان شاءاللہ اس حیلہ عامیانہ سے درگاہ خداوندی اور سرزمین خاتم النبین کی زیارت بسرعت ہو جائے گی۔کرنے کو تو یہ نصیحت طلباء کو تھی مگر عجب کیف عشق وجذب دل پہ طاری ہوگیا۔کیف عشق تھی یا کمال سادگی مابہ الامتیاز مفقود تھا' معلوم نہیں اقبال نے اس کی منظر کشی نصف صدی قبل ان الفاظ میں کیسے کردی۔

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں　　مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
ستم ہو کہ ہو وعدہ بے حجابی　　کوئی بات صبر آزما چاہتا ہوں

یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو　　کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں
ذرا سا تو دل ہوں مگرشوخ اتنا　　وہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں

اورمولانا حسرت موہانی کے الفاظ میں ”دید کے قابل تھی میرے عشق کی بھی سادگی“

جامعہ کے دفتر اہتمام میں حضرت والدمحترم مولانا قاری سیف اللہ سیفی دامت برکاتہم العالیہ مصروف کار تھے، حاضر خدمت ہوکرعرض مدعا کی، اتفاقاً حضرت والدمحترم ہمراہ والدہ محترمہ زیدمجدھا بھی عازم تھے مگرشفقتوں کی انتہا فرمادی، والدہ محترمہ نے اس عاجز کو اہلیہ کی اس پرسعادت سفر میں ہمراہی کی تجویز بھی دیدی، لوازمات ومناسبات کی تیاری کا بیڑا والدمحترم ادام اللہ ظلہ نے جس مشفقانہ ومجبوبانہ انداز میں اٹھایا اگر زیست خودی پر حضرت والدمحترم کا کوئی اوراحسان نہ بھی ہوتا تو تنہا یہ باراحسان بصداحترام سرکو ہمیشہ جھکائے رکھنے کے لئے کافی تھا مگر یہاں والدمحترم زیدمجدہ کی کریمانہ ومشفقانہ اندازتربیت وپرورش زیست خودی کے لمحے لمحے کومحیط وشامل ہے۔

الغرض والدمحترم نے جملہ امورنمٹائے اورکس خوبصورتی سے نمٹائے وہ لائق بیان تو ہیں مگراپنے حسن سے میل کھاتے پیرایہ بیاں اوراسلوب کلام کے فقدان کی وجہ سے ناممکن البیان ہیں۔

دیار غیر میں پڑا عاشق جس کا اب تک حال یہ تھا کہ
ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

اسے جب دیدارحقیقی کا یقین ہوجائے تواقبال نے اسے دریائے مسرت میں غوطہ زن ہونے کے بجائے کچھ اس طرح مشورہ دیا کہ

خموش اے دل !بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

ویزا اور ائیر لائن کے ٹکٹ کے صبر آزما مراحل سے گذرنا پڑا' برادر مکرم مولانا فخر الاسلام سیفی زید مجدہ برابر متفکر و کوشاں رہے' ہم تینوں باپ بیٹے تھکا دینے والے حالات سے گزر رہے تھے کیونکہ پی آئی اے ملازمین و پائلٹس کمپنی کی نجکاری کے خلاف سرکار کے سامنے محاذ احتجاج قائم کئے ہوئے تھے۔تمام ائیر لائنز عمرہ زائرین سے بھری تھیں' ضبط' بے ضبط ہو رہا تھا' اشتیاق عروج کمال پر تھا۔

''آہ! میں جلتا ہوں سوز اشتیاق دید سے''۔

ٹکٹ مل رہا تھا مگر روانگی تاخیر سے اور ہم تھے حیات مستعار کی بے وفائی سے خوفزدہ' اس لئے برادر مکرم سے عرض کی' جستجو میں آخری سعی کر لی جائے اگر مایوسی ہوئی تو رضا بالقضا کے سوا چارہ نہیں۔آخری کوشش بفضل خداوندی کارگر ثابت ہوئی۔اہل حرمین کی ائیر لائن ''سعودی ائیر لائن'' میں جگہ مل گئی گویا دھرتی ماں سے ہی اہل حرمین کی رفاقت عطا ہوئی' جذبہ دل موجزن تھا' رخصتی کی ساعات قریب کیا آ رہی تھیں گویا ع

''خود تڑپتا تھا چمن والوں کو تڑپاتا تھا میں''۔

مورخہ 22 فروری شام چھ بجے سعودی ائیر لائن کا طیارہ SV-727 سمت حجاز مقدس پرواز کے لئے تیار تھا' اسلام آباد ائیر پورٹ پر اپنی والدہ محترمہ' ہمشیرگان اور بھابھی محترمہ سے الوداعی ملاقات کے بعد والد محترم اور برادر مکرم کے ہمراہ جب پہنچا تو ماموں جان محترم زبیر عباسی وصول کرنے کے لیے موجود تھے وہ ائیر بلیو ائیر لائن میں ملازمت کرنے کی وجہ سے اسلام آباد ائیر پورٹ کے سفری مراحل سے بخوبی واقف تھے۔انکی معاونت میں ابتدائی جملہ امور کی تکمیل کے بعد Waiting Room میں پہنچے' عجیب اضطرابی کیفیت طاری تھی بلکہ ارتکاب جرم الفت کے لئے بیتاب تھا' جملہ عمرہ زائرین کی

طرح ہم نے ادھر ہی احرام باندھ لیا۔سبحان اللہ کیا عالم محبت تھا گویا اقبال کی زبان میں

قید میں آیا تو حاصل مجھ کو آزادی ہوئی
دل کے لٹ جانے سے میرے گھر کی آبادی ہوئی

سفید روائیں اوڑھ کر جب کفن پوش ہوا تو دل راحت واضطراب کے مابین ہو گیا۔گویا

''راحت کو اضطراب سے مقرون کر دیا''

عہد طفولیت اور عنفوان شباب میں دینی وعلمی درسگاہوں نے کتب فقہ کی جس کتاب الحج' سے روشناس کروایا تھا آج وہ صفحہ بہ صفحہ روبہ عمل تھی اور مسائل کے لاینحل عقدے ذہن پر واہو رہے تھے۔

واذا اراد الاحرام اغتسل او توضا والغسل ا فضل
ولبس ثوبين جديدين اوغسيلين ومس
طيبا ان كان له وصلى ركعتين ويقول اللهم
انى اريد الحج و العمرة فيسره لى وتقبله منى ثم
يلبى عقيب صلوته، والتلبية لبيك اللهم
لبيك ' لبيك لا شـــــريك لك لبيك
ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك

قدوری' کنز' شرح وقایہ وھدایہ کی عبارات کا ہجوم دل ودماغ پر زمانہ طالب علمی کی حسین ودلکش یادوں کی مہک اور نگاہوں کے سامنے چمنستان طفولیت کی شادابی کی تصویر قائم کئے ہوئے تھا گویا

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانہ

کتاب الحج کا صفحہ بہ صفحہ کھنگال مارا تھا موقعہ سعادت عظمٰی ہے اس لئے وظائف تک رسائی پائی۔ مبادا کوئی غلطی ہو جائے اور اس نعمت عظمٰی سے بھی سوائے حرمان کے کچھ ہاتھ نہ لگے چنانچہ احرام جو جملہ مراحل کے ابتدائیہ کا درجہ رکھتا ہے کو علامہ زبیدیؒ کے حلقہ قلم میں زیر مطالعہ لا چکا تھا ...... فرمایا

"والغسل هنا للنظافة لا للطهارة حتى انه تومربه الحائض والنفساء (الجوهرة ٣٦٥ ج ا)

یہ غسل نظافت ہے نہ کہ غسل طہارت' یہ غسل پاکی کے لئے نہیں بلکہ صفائی کے لئے ہے اس لئے حائضہ اور نفساء کو بھی احرام سے پہلے غسل کا اہتمام کرنا چاہیے چنانچہ اسلام آباد بہارہ کہو میں روانگی سے قبل ہی غسل کر لیا گیا اب Waitiing Room میں وضو کی سعادت بھی احرام سے پہلے حاصل کر لی تھی، احرام باندھتے ہوئے دیگر معتمرین کچھ الجھنوں کا شکار تھے ہم وارد ہوئے تو لوگوں نے قدرے اطمینان کا سانس لیا مگر انہیں کیا معلوم کہ یہ واردنو وارد ہے' عرض حال کی انہیں یہ سن کر کسی قدر مایوسی ہوئی' انکے سامنے علمی اظہار بیان تو کیا مگر عملی رہنمائی کے لئے مہلت لی کہ اولاً خود پہننے دیجیے۔'' الفتاوی العالمگیریہ ص ۲۴۶ ج ا'' منظر سامنے تھے۔

ويلبس ثوبين ازاراً ورداءً جديدين اوغسيلين والجديد افضل .... والا زار من السرة الى ما تحت الركبة والرداء على الظهر والكتفين والصدر .... ويد خل الردا ء تحت يمينه ويلقيه على كتفه السيرى ويبقى كتفه الايمن مكشوفا كذافى خزانة المفتيين

اب سب کی رہنمائی خود اعتمادی سے کی' معتمرین کی ہر سو چہل پہل اور حسین ہنگامہ

آرائی تھی مگر قدرے اجنبیت کے ساتھ اقبال نے کیا خوب منظر کشی کی ......فرمایا

گو بڑی لذت تری ہنگامہ آرائی میں ہے
اجنبیت سی مگر تیری شناسائی میں ہے

ائیر پورٹ کے مختص حصے میں رکعتین ادا کی۔ دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے تو تشکر وامتنان کے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہوگئیں۔ظلمت میں بسنے والا ندامت کے ساتھ سفر سعادت کا مسافر بن گیا۔دعاونیت کی اور تلبیہ بنیت احرام پڑھا۔

لبيك اللهم لبيك ' لبيك لا شريك لك لبيك
ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك

سعودی ائیر لائن SV-727 کے لئے بلایا جا چکا تھا میں اہلیہ کے ہمراہ سفر اور قسمت کی بلندی پرواز کے لئے لائن میں لگ گیا۔ایک ائیر بس کے ذریعے جہاز تک لے جایا گیا۔ سفید پوشوں کی قطار میں اور تلبیہ کی صداؤں میں ایسے جہاز میں سوار ہوئے جو شائد ہی ظاہری حسن کی کسی صورت سے محروم ہو' اہلیہ کا کسی جہاز میں بیٹھنے کا پہلا اتفاق تھا جو روحانیت کے اس ماحول میں مادیت کی جلوہ آرائیوں کا مظہر بن کر اس کے لئے بلکہ خود میرے لئے بھی موجب حیرت تھا۔سوئے حرم خراماں خراماں جہاز نے حرکت شروع کی تو دل کی دھڑکنوں کی حرکت میں تیزی آ گئی' منزل کا احساس خوشیوں اور غموں کی امتزاجی کیفیت پیدا کئے ہوئے تھا' جہاز نے بلندی پرواز کے لئے اُڑان بھری تو شورش کاشمیری کے الفاظ میں

''دل اور جہاز دونوں اڑتے چلے جا رہے تھے''

اسلام آباد کی قمقموں سے سجی اور روشنیوں سے منور دھرتی ماں اب ہمارے نیچے تھے ......بہت نیچے ' وطن اجنبیت اور اجنبی سرزمین وطنیت کا منظر تخیل میں پیش کر رہی تھی

گویا سوئے حرم نہیں سوئے وطن جارہا ہوں، وطن تخیل میں بزم جہاں رہ گیا تھا ، نیچے دیکھا اور گویا ہوا ؎

رخصت اے بزم جہاں' سوئے وطن جاتا ہوں میں
آہ! اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں
چھوڑ کر مانند بو' تیرا چمن جاتا ہوں میں
رخصت اے بزم جہاں' سوئے وطن جاتا ہوں میں

کچھ ہی دیر بعد نماز مغرب کا وقت ہوگیا، ایک اور مسئلہ جدیدہ درپیش ہوگیا، ہمیں بھی اور دیگر معتمرین کو بھی آس پاس کے مسافروں کی نظریں مولویانہ شباہت والے مجھ درویش کی طرف ہی اٹھیں، اب کی بار ہم بھی ہوشیار ثابت ہوئے، قبل اس کے کہ ہم سے مسئلہ دریافت کیا جاتا ہم خود ہی کھڑے ہوگئے۔ شیخ عبدالرحمٰن الجزیری مصریؒ کی تصریح سامنے تھی

ومثل السفينة القطر البخارية والطائرات الجوية ونحوها

(كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ج ١ص ٢٠٦)

اورابن قدامہ کا یہ بیان کہ

حكم الصلوة على الراحلة حكم الصلوة في الخوف في انه يومى بالركوع والسجود'ويجعل السجود اخفض من الركوع. (المغنى ج ١ ص ٢٦٠)

اپنی سیٹ پر کھڑے ہوکر رکوع' سجدہ اشارے سے ادا کئے کیونکہ رکوع سجدہ کی جگہ نہ تھی۔ قریب کچھ معتمرین نے بھی اسی انداز سے فریضہ مغرب ادا کیا۔ مگر مجموعی طور پر افسوسناک صورتحال دیکھنے کو ملی۔ اکثر معتمرین نے نماز مغرب کی ادائیگی سے تغافل برتا اور خوش گپیوں' موبائیل سے تصویریں، ویڈیوز بنانے اور سیلفیوں میں مشغول رہے۔ احرام کی

سفید ردائیں اوڑھ کر بھی معاصی کی یہ حماقت؟ اس کا اندازہ یہ سب دیکھ کر ہوا اور بعد میں تو پل پل جہلاء کی اس حماقت کا مظاہرہ ومشاہدہ ہوتا رہا۔

سعودی ائیر لائن کا عملہ نہایت خوش اخلاق اور خدمتگار تھا۔ جہاز میں وقتاً فوقتاً دعائیں پڑھی جارہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا مادیت کی ان انتہاؤں نے بھی عرب کے دینی ذوق کو متاثر نہیں ہونے دیا۔ ہمیں اس بات کی خوشی تھی کہ کسی بھی ائیر لائن کی نسبت قدرت نے ہمیں سعودی ائیر لائن میں سفری انسلاک نصیب فرمایا۔

سعودی ائیرلائن

سعودی ائیرلائن سعودی عرب کی ہوائی کمپنی ہے جس کا مرکزی دفتر سعودی عرب کے شاہ عبدالعزیز بین الاقوامی ہوائی اڈے پر واقع ہے۔اس کا آئی اے ٹی اے "SV" ہے اور علامت "Saudia" ہے اس کمپنی کو 1945ء میں قائم کیا گیا جس کا ماٹو "Welcome to Your World" ہے حالیہ چیئرمین سعودی ائیرلائن شیخ سلیمان الحمدان ہیں جبکہ ڈائریکٹر جنرل صالح الجسر ہیں۔سعودی ائیرلائن کے 4 بیس ہیں، جن میں جدہ میں شاہ عبدالعزیز بین الاقوامی ہوائی اڈہ، ریاض میں شاہ خالد بین الاقوامی ہوائی اڈہ، دمام میں شاہ فہد بین الاقوامی ہوائی اڈہ اور مدینہ منورہ میں شہزادہ محمد بن عبدالعزیز بین الاقوامی ہوائی اڈہ شامل ہیں۔اس کے چار بیسز ہیں اس کا مرکزی دفتر جدہ ہے اور انتظام وانصرام سعودی گورنمنٹ کے پاس ہے۔

پرواز اور سفر میں شائستگی محسوس ہورہی تھی رات کے وقت بعض مقامات کے دلفریب مناظر قدرت خداوندی کے حسن کو بیان کررہے تھے۔صدائے تلبیہ میں کبھی جوش ہوتا تو کبھی کسلان ونوم کیوجہ سے ہوش کا بھی فقدان.......سفر ہماری توقع سے طویل نکلا.....کوئی دو گھنٹے لمبا، ان دو گھنٹوں میں کئی مرتبہ لینڈنگ کا دھوکہ لگا حتی کہ ایک مرتبہ جہاز کی نچلی پرواز دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا کہ اب جہاز لینڈ کرنے لگا ہے، میری ساتھ والی نشست پر ایک بزرگ تشریف فرما تھے، ان سے عرض کی لگتا ہے ہم پہنچ چکے ہیں جہاز لینڈ کررہا ہے.....مجھے ایسا محسوس ہورہا ہے.........جی ہاں، انھوں نے سر ہلا کر میری تائید کی، کچھ ہی لمحات گزرے تھے کہ وہ بزرگ مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا ہم پہنچ گئے؟ میں نے عرض کی، جہاز ابھی فضا

میں ہی ہے،تو تم کہہ رہے تھے ہم پہنچ چکے' جہاز لینڈنگ کر رہا ہے،انھوں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا،مگر میں نے صرف اپنا خیال ظاہر کیا تھا، میں نے ندامت سے عرض کیا' انھوں نے معنی خیز خاموشی اختیار کر لی، میں دل میں انکی بلکہ اس سے زیادہ خود کی سادگی پر ہنسنے لگا،اس کے بعد جہاز کے لینڈ کر چکنے اور باہر نکلنے کے راستوں کے کھلنے تک میں نے اپنے کسی گمان' خیال یا لینڈنگ و پرواز کے متعلق امکان کے عدم اظہار میں ہی عافیت سمجھی۔

ہم جدہ سرزمین عرب پہنچ چکے تھے،بحر استعجاب میں غوطہ زن،قسمت خودی پہ نازاں وفرحاں' ناز وفخر سے،خراماں خراماں سرزمین عرب پر اترنے کیلئے لائن میں لگ گئے۔جدہ جسکا اب تک تذکرہ صرف کانوں سے سنا تھا آنکھوں سے دیکھا تھا تو صرف کتابوں میں........آج بجنسہ ہماری نگاہوں کے سامنے تھا اور ہم اس جگہ پہنچ چکے تھے جسے اقبال نے شفاخانہ حجاز فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ ؎

اک پیشوائے قوم نے اقبال سے کہا
کھلنے کو جدہ میں ہے شفاخانہ حجاز
ہوتا ہے تیری خاک کا ہر ذرہ بے قرار
سنتا ہے تو کسی سے جو افسانہ حجاز
دست جنوں کو اپنے بڑھا جیب کی طرف
مشہور تو جہاں میں ہے دیوانہ حجاز

اور ہم دست جنوں کو جیب کی طرف بڑھا کر جدہ کے شفاخانہ حجاز پہنچ چکے تھے

جدہ

جدہ مغربی سعودی عرب میں بحیرہ احمر کے کنارے واقع ایک شہر اور ایک بندرگاہ ہے جو ریاض کے بعد سعودیہ کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ شہر کی موجودہ آبادی 34 لاکھ سے زائد ہے۔ اسے سعودی عرب کا تجارتی دارالحکومت اور مشرق وسطیٰ اور مغربی ایشیا کا امیر ترین شہر قرار دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی عرفیت بحیرہ احمر کی دلہن سے ہے اور اس کا نصب العین "Jaddah is Different" ہے۔

جدہ حج بیت اللہ کرنے والے عازمین کو مکہ مکرمہ روانگی سے قبل داخلی راستہ فراہم کرتا ہے۔ اسی لئے حجاج کرام اور معتمرین وزائرین کو اولاً ادھر ہی اتارا جاتا ہے۔ جدہ کی بندرگاہ بحری راستے سے آنے والے حجاج کو خوش آمدید کہتی ہے۔ جدہ کی یہ بندرگاہ دنیا کی تیسویں بڑی بندرگاہ ہے جہاں سے سعودی عرب کی بیشتر تجارت ہوتی ہے۔ جدہ شہر کی اہمیت کے پیش نظر بیشتر ممالک کے قونصلیٹ کا قیام ادھر ہی کیا گیا ہے چنانچہ امریکہ، برطانیہ، جرمنی، اٹلی، روس اور چین کے علاوہ موتمر عالم اسلامی اور عرب لیگ کے قونصلیٹ واقع ہیں۔

جدہ کی بنیادیں اڑھائی ہزار سال قبل پڑیں لیکن اسے تب شہرت ملی جب حضرت عثمانؓ نے اسے مسلم حجاج کے لئے بندرگاہ میں تبدیل کیا۔ یہ صدیوں تک صوبہ حجاز کا اہم ترین شہر رہا۔

۷اویں صدی کے اواخر میں عثمانی ترکوں نے حجاز فتح کیا جس میں مکہ ومدینہ کے علاوہ جدہ بھی شامل تھا۔ عثمانیوں نے بحیرہ احمر میں پرتگالیوں کے خلاف فتوحات کے بعد شہر کے گرد فصیل قائم کی۔ پہلی جنگ عظیم میں شریف حجاز کی عثمانیوں کے خلاف بغاوت کے بعد شہر عرب سلطنت کا حصہ بن گیا جس کے بعد شاہ ابن سعود نے مکہ، مدینہ کے ساتھ ساتھ جدہ بھی

فتح کیا اور شریف حجاز حسین بن علی بن ہاشم کو بے دخل کر دیا جس سے یہ شہر سعودی مملکت کا حصہ بن گیا۔ جدہ کی یہ شمولیت ۱۲۵۴ھ میں ہوئی۔

اس شہر میں ہر سعودی حکومت نے خاص توجہ دی۔ ۱۹۸۰ء کی دھائی میں سعودی حکومت نے یہاں دنیا کا سب سے بلند فوارہ قائم کیا جس کے نام کا انتساب شاہ عبدالعزیز کی طرف کرتے ہوئے ''نافورۃ الملک فھد'' رکھا گیا۔ گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ کے مطابق اس کا پانی 312 میٹر تک جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں دنیا کی بلند ترین عمارت ''برج مملکت'' بھی زیر تعمیر ہے۔ 600 مربع میل پر پھیلا یہ شہر بحیرہ احمر کی دلہن کہلاتا ہے اور روحانیت کے ساتھ مادیت کی جلوہ آرائیاں بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔

جدہ شہر کے شمال میں ۱۹ کلومیٹر کے فاصلے پر بین الاقوامی ہوائی اڈہ ہے جس کا نام شاہ عبدالعزیز آل سعود ہے یہ سعودیہ کا مصروف ترین شہر ہے اور دنیا کا عظیم ترین ہوائی اڈہ ہے جو انیس سے بیس لاکھ حجاج کی سفری آمدورفت کے جملہ مراحل کی تکمیل کی صلاحیت رکھتا ہے اس کا افتتاح ۱۹۸۱ء میں ہوا اور اس کے تعمیری مراحل کو تین مرحلوں میں منقسم کیا گیا۔

ستمبر 2006ء میں شروع ہونے والا یہ تعمیری سلسلہ تا حال جاری ہے اور اس کی مجوزہ تکمیل 2018ء میں قرار دی گئی ہے یہ عسکری و عوامی نوعیت کا ائیر پورٹ ہے جس کی منتظم General Authority of Civil Aviation ہے۔ یہ ائیر پورٹ جدہ میں مدینہ منورہ روڈ پر قائم ہے۔

جدہ کے موجودہ میئر بانی ابوراس، گورنر مشعل آل سعود اور صوبائی گورنر خالد الفیصل ہیں مگر یہ جو کچھ بھی عرض کیا تصویر کا ایک رخ تھا اور تصویر کا دوسرا رخ ؟ شائد اس کی سب سے خوبصورت منظر کشی مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ نے کی، مولانا فرماتے ہیں کہ

''سرزمین اسلام کا اسلامی شہر اور دل ترستا رہ گیا کہ کسی محدث کی زیارت سے

آنکھیں روشن ہوں، کسی بزرگ صاحب باطن کی نگاہ کرم دل کو گرمائے۔ کسی فقیہ کے حلقہ درس افتاء کی تازگی و شگفتگی تھکے ماندے مسافر کی خستگی و ماندگی کو دور کر دے؟ پر آہ یہ کچھ بھی نہ ہونا تھا۔ ہر تمنا ناکام، ہر آرزو منفعل ہو کر رہنی تھی سو ہو کر رہی، مسجد میں نماز کئی وقت پڑھی یہ شہر کے عمائد واکابر ایک وقت بھی مسجد کے اندر نہ دکھائی دیئے اور دل نے تاسف کے ساتھ کہا کہ حضرت اکبر مرحوم کا تجربہ ع

''کونسل میں بہت سید مسجد میں فقط جمن''

ہندوستان ہی تک محدود نہ تھا۔ دریائے جمنا کا کنارا ہو یا بحر احمر کا ساحل، آج مسجد کی آبادی جہاں کہیں بھی قائم ہے، میاں جمن ہی کے دم سے ہے''(سفر حجاز ۷۰)۔

شورش کشمیری نے تصویر کے دونوں رخ کس خوبصورتی سے بیان کئے ذرا پڑھیے۔

''ہر چند میں اس جستجو میں رہا کہ جدہ میں ارض قرآن کو تلاش کروں، افسوس ناکام رہا، ناقہ تلاش کیا، سیارہ (موٹر) پایا، بڑی بڑی کاریں ہمارے ہاں کی نسبت پتنگوں کی طرح اُڑتی پھرتی ہیں۔ لمبی لمبی ائیر کنڈیشنڈ کاریں جو خود یورپ استعمال نہیں کرتا یہاں فراٹے بھرتی چلی جاتی ہیں یہ ان اونٹوں کا بدل ہیں جن کا تذکرہ کلام اللہ میں ہے اور جو اپنے قافلوں کو لے کر محاذوں پر پڑاؤ کرتے اور محملیں سجا کر دور دراز کی وادیاں قطع کرتے تھے۔ کسی کونے کھدرے میں شائد کوئی ناقہ یا ساربان ہو اور ممکن ہے کسی شتربان کے ساتھ کوئی حدی خواں بھی ہو لیکن میری تلاش میرے ہم رکاب رہی اور میں ڈھونڈنے کے باوجود پا نہ سکا''

مزید لکھتے ہیں کہ

''لغت میں جدہ کے معنی دادی اور نانی کے بھی ہیں، یہاں حضرت حوا کی قبر ہے ممکن

ہے اسی رعایت سے اس کا نام جدہ کر دیا گیا ہو جدہ اب نانی ہے نہ دادی، وہ نئی تہذیب کی ساحلی محبوباؤں میں سے ایک ہے۔شعرائے عرب میں کسی نے کہا ہے۔

''محبوبہ کے دو حصے ہیں ایک سراسر محبت کے لئے اور دوسرا شوہر کا جس پر کبھی آنچ نہیں آتی''

جدہ انہی شاعروں کے تصور و تخیل کا سراپا ہے لیکن محمل سے باہر آ چکا ہے اور تہذیب کے ہاتھ میں تیغ براں کی طرح ہے اب امرءالقیس ہے نہ نابغہ زیبانی، زہیر بن ابی سلمی ہے نہ عنترہ عنسی، عمرو بن کلثوم ہے نہ طرفہ بن العبد، اعشی قیس ہے نہ حارث بن حلزہ، لبید بن ربیعہ ہے نہ امیہ ابی العلت، کعب بن زبیر ہے نہ عمرو بن معدیکرب، خنساء ہے نہ حسان بن ثابت، حطیہ ہے نہ نابغہ الجمدی، عمر بن ابی ربیعہ ہے نہ اخطل ،فرزدق ہے نہ جریر، جتبی ہے نہ ابوتمام، ابوالعلاء معری ہے نہ شریف رضی اب انکے تذکرے ہی رہ گئے ہیں۔ جدہ شائدان تذکروں سے بھی خالی ہے اس کے چہرے مہرے پر قدامت کی برائے نام تیوری بھی نہیں چڑھی ہے وہ ان جھریوں پر گزارا نہیں کر رہا '' (شب جائے کہ من بودم ص۲۱)

سعودی وقت کے مطابق رات 10 بجے ہم جدہ ائیر پورٹ پر پہنچے۔عمرہ زائرین کو حج ٹرمینل پر اتارا گیا۔ائیر پورٹ کے وسیع وعریض ہال میں جیسے ہی پہنچے موبائیل فون کی گھنٹی بجی ،والد محترم متفکر تھے،فون پر انہیں بخیر و عافیت پہنچنے کی خبر دی۔

پاسپورٹ چیکنگ کے لئے لائن لگانے معتمرین نے دوڑ لگائی اور اچھی خاصی لائن بن گئی۔ہم میاں بیوی کمال سادگی سے ٹہل رہے تھے صورتحال دیکھی تو پریشان ہو گئے اور اپنی سادگی پر قدرے غضبناک، مگر دوسرے ہی لمحے اگلا کاؤنٹر خالی نظر آیا میں نے جھانکا تو عملہ اس میں موجود تھا۔ میں نے اہلیہ کو اسی کاؤنٹر کی سمت بڑھنے کا مشورہ دیا۔ عملے نے پاسپورٹ چیک کئے اور دخول کی مہریں لگا کر ہمیں فوراً فارغ کر دیا ....کمال سادگی

میں یہ چابکدستی؟ قدرے نازاں وفرحاں'.........اب سامان وصول کرنے کے مرحلے تک پہنچ گئے۔ اولاً دیگر معتمرین کے ساتھ ایک اور طیارے کے آنے والے سامان میں اپنا سامان تلاش کرنے لگے۔ سب سامان آ گیا مگر ہمارا نہیں' قدرے متفکر ہوئے' استفسار کیا تو پتہ چلا کہ سعودی ائیر لائن سے سامان اگلی منزل میں ہے' وہاں پہنچے تو ہمارا سامان ایسے علیحدہ پڑھا تھا گویا وہ ہمیں تلاش کر رہا ہو' سامان اٹھایا' کسٹم والوں کے پاس سے باسہولت چیکنگ کے جملہ مراحل سے فارغ ہو گئے۔ ائیر پورٹ کے خارجی حصے کی طرف بڑھے' فائبر گلاس سے بنا سائبان خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا۔ رات کے تقریبا 11 بج رہے تھے ہم ''الشرکتہ السعودیہ المتحدۃ'' کے تحت آئے تھے' سائبان کے نیچے کھڑے ایک عربی کو ہم نے پاسپورٹ دکھایا اور اپنے شرکتہ کا بتلایا۔ اس نے ایک صاحب کو آواز دی وہ آئے۔ ہمارے پاسپورٹ چیک کئے' فون پر کنفرم کیا اور ایک بس کی طرف لے گئے، ہمارے پاسپورٹ اپنے پاس رکھ کر ہمیں بس پر مع سامان سوار ہونے کا کہا' پاسپورٹ کے حوالے سے ہمیں فکر ہوئی' ہم نے ان سے نام و پتہ اور موبائیل نمبر تسلی کے لئے لیا۔ موبائیل نمبر عربی میں سننے کا پہلا اتفاق تھا۔ بہت لطف ملا'

''اثنین' اثنین' سبعہ' خمسہ' اربعہ' اثنین''

وہ تیز تیز گویا ہوا ہم نے جلدی سے نوٹ کیا اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ہم پہلی دو سواریاں تھے۔ ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے کچھ ہی دیر میں دیگر پاکستانی معتمرین بھی ہماری بس کی طرف لائے گئے۔ بس ڈرائیور نوجوان جدہ کا رہائشی ''محمد علی'' تھا اسے اردو نہیں آتی تھی' سامان اور سواری کے متعلق اردو کے چند فقرے بول کر مسافروں کو اپنا مدعا سمجھا لیتا۔ اس نے ایک بابا جی کو سامان پکڑانے کا کہا تو وہ پنجابی میں اسے سامان کی حفاظت اور ائیر پورٹ پر سامان کی وصولی میں پیش آنے والی دقت بارے بتلانے لگے۔ وہ مسکرا رہا تھا اور

''لا اعرف'' کہہ کر بزرگوں سے بات سمجھ نہ آنے کی کہہ رہا تھا مگر بزرگ اسکے ''لا اعرف'' کو سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ دونوں کا باہمی دلچسپ مکالمہ جاری تھا کہ ہماری عربی تکلم کی صلاحیت نے انگڑائیاں لینا شروع کر دیں' اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے ....اسے بزرگوں کا مدعا سمجھانے' پہلا جملہ تو خوب سوچ کے بولے تھے اس لئے بولنے میں دقت بھی نہ ہوئی اور وہ تھا بھی قدرے فصیح مگر جب شیخ محمد علی کو پتہ چلا کہ یہ صاحب عربی دان ہیں تو اسے جیسے زبان مل گئی ہو۔ اس نے اولاً ہم میاں بیوی کو فرنٹ سیٹ پر بٹھایا۔ اکرام کیا اور اپنی باتیں مسافروں کو سمجھانے کیلئے ہمیں متکلم رکھ لیا۔ یہ باذوق نوجوان تھا' عالم اسلام پر گہری نظر رکھنے والا' جملہ اسلامی تحریکوں سے باخبر' پاکستان کا عاشق اور پاکستانیوں کا قدر دان' بس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے اتنے باذوق اور علمی نوجوان ڈرائیور کو دیکھنے کا یہ پہلا اتفاق تھا اور شائد آخری بھی۔ وہ مختلف مسائل پر گہرائی سے باتیں کر رہا تھا۔ پاکستان میں اسلامی تحریکی بیداری پر وہ بہت خوش تھا مگر حالات پر اسی قدر متفکر بھی۔ ہم نے ٹوٹی پھوٹی عربی میں اسے پاکستان کے احوال اور خطے میں موجود نظریاتی بیداری سمجھائی اور بتلایا کہ ان شاء اللہ ہماری دھرتی کا مستقبل روشن ہے۔ وہ یہ سن کر نہایت خوش ہوا۔ اس نے تبلیغی جماعت کو تجدیدی تحریک قرار دیتے ہوئے اس سے اپنی جذباتی وابستگی کا بھی اظہار کیا۔ سوالات پر سوالات وہ ہم سے کئے جا رہا تھا اور ہم تھے آزمائش کا شکار' اتنی دیر عربی تکلم کا یہ پہلا موقع تھا' وہ شائد ہماری عربی تکلم کے نشیب و فراز سے محظوظ ہو رہا تھا' گفتگو کبھی عالم اسلام کے سیاسی احوال پر ہوتی اور کبھی مذہبی و دینی احوال پر' کبھی سعودیہ میں اسلامی تاریخی مناظر پر ہوتی تو کبھی ہمارے ذاتی احوال پر نوجوان محمد علی یقیناً ایک مسحور کن شخصیت تھی۔ رات کا تقریباً ڈیڑھ بج رہا تھا۔ بس نہایت تیزی سے سوئے حرم رواں دواں تھی۔ راستے میں ایک جگہ چائے اور پانی والا ایک غیر مستقل عارضی مستقر قائم کئے ہوئے تھا۔ شیخ محمد علی

نے بس روک دی' فقط ایک ٹیبل جس پر چولہا لگا کر اور ٹھنڈے کولر میں پانی کی بوتلیں ڈال کر پہاڑوں کے دامن میں بیٹھا یہ شخص چائے پانی کا کاروبار کر رہا تھا' محمد علی کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ دونوں بغلگیر ہوئے جیسے عرصے سے بچھڑے آج مل رہے ہوں۔ محمد علی نے نہایت بے تکلفی سے اس سے دو عدد چائے اور دو عدد پانی کی بوتلیں لیں۔ تیزی سے ہماری طرف بڑھا اور نہایت اپنائیت سے ہمیں تھمائی۔ دیارِ غیر میں کسی غیر سے اتنی محبت و پیار بھری اداؤں اور خوش اخلاقی نے ہمیں محمد علی سے نہایت متاثر کیا، پیاس شدید لگی تھی، پانی پی کر محمد علی کے لیے دل سے دعائیں نکلیں۔ محمد علی نے ہم سے ہمارا تعارف لیا تو مذہبی مسائل پر مذاکرہ شروع کر دیا' مذاہب اربعہ اور انکے پیروکاروں کے متعلق اس کے پاس خاطر خواہ معلومات تھیں اس نے سعودیہ میں مذاہب اربعہ کے پیروکاروں پر اپنا محققانہ تجزیہ بھی پیش کیا ہمیں اس کے عالمانہ ذوق پر رشک آ رہا تھا۔ وہ گفتگو کرتا تو پھول جڑھتا........صرف ہم سے نہیں بلکہ ہر ایک سے........ اس کا اندازہ حرم پہنچ کر اپنے دوست احباب سے اس کی جانیوالی گفتگو سے ہوا۔

محمد علی نے بتلایا حدود حرم شروع ہونے والی ہیں' ساتھ ہی اس نے دلکش آواز میں تلبیہ پڑھنا شروع کر دیا

لبيك اللهم لبيك ' لبيك لا شريك لك لبيك

ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك

تمام معتمرین بھی بآواز بلند تلبیہ پڑھنے لگے۔ گاڑی میں ایک سماں بندھ گیا۔ ہم ابھی اس حدیبیہ کے قریب تھے۔ جہاں صلح حدیبیہ کا عظیم تاریخی واقعہ پیش آیا تھا جسے مورخین نے اسلامی فتوحات و کامرانیوں کا دیباچہ قرار دیا ہے۔

صلح حدیبیہ

حدیبیہ مکہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک کنویں کا نام ہے اور یہاں کا گاؤں بھی اس کنویں کے نام سے موسوم ہے۔ آنحضرت ؐ مکہ معظّمہ کے ارادے سے مدینہ چلے اور اس خیال سے کہ قریش کو کوئی اوراحتمال نہ ہو عمرے کا احرام باندھ لیا۔ قربانی کے جانور بھی ساتھ رکھے اور صحابہ کو غیر مسلح ہو کر جانے کا مشورہ و حکم دیا' مہاجرین وانصار صحابہ کی ایک بہت بڑی تعداد اشتیاق عمرہ میں آپ کے ہمراہ ہو گئی چنانچہ 1400 صحابہ کرام اس سفر پر سعادت میں ہم رکاب ہو گئے۔

آپ ؐ نے احتیاطا قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو مکہ میں قریش کے حال کی خبر لانے بھیج دیا۔ مقام عسفان پر جب آپ ؐ کا قافلہ پہنچا تو اس نے خبر دی کہ کفار مکہ نے تمام قبائل کو یکجا کر کے طے کر لیا ہے کہ آپ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔

قبیلہ خزاعہ چونکہ اسلام کا حلیف اور راز دار تھا۔ آپ ؐ نے انکے چند لوگوں کو یہ پیغام دیکر بھیجا کہ ہم عمرہ کے لئے آئے ہیں نہ کہ لڑنے کے لئے اور ساتھ ہی آپ نے صلح کی پیشکش بھی کر دی۔ آپ حدیبیہ کے اسی مقام پر پہنچ چکے تھے .... جواب میں عروہ بن مسعود ثقفی کو مشرکین مکہ نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا، عروہ بے تکلفانہ انداز میں غیر محتاط گفتگو کر رہا تھا جواب میں اسے سیدنا صدیق اکبرؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے سخت جذباتی' عقیدت مندانہ رویوں کا سامنا کرنا پڑا' معاملہ نا تمام رہ گیا۔

عروہ واپس لوٹا اور صحابہ کرام کے عقیدت مندانہ مناظر کو دیکھ کر مشرکین مکہ سے ان تاریخی الفاظ میں گویا ہوا

بخاری شریف کی روایت میں ہے

"فقال ای قوم واللہ لقدوفدت علی الملوک ووفدت علی قیصرو کسریٰ والنجاشی واللہ ان رایت ملکا قط یعظمہ اصحابہ ما یعظم اصحاب محمد محمدا' واللہ ان تنخم نخامۃ الاوقعت فی کف رجل منھم فدلک بھاوجھہ وجلدہ واذا امرھم ابتدروا امرہ واذا توضا کا دوا یقتتلون علی وضوئہ واذا تکلم خفضو اصواتھم عندہ وما یحدون الیہ النظر تعظیمالہ"

(بخاری شریف - باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب وكتابة الشروط مع الناس بالقول ج ا ص ٣٧)

''اے میری قوم میں نے قیصرو کسریٰ ونجاشی کے دربار دیکھے ہیں یہ عقیدت و وارفتگی کہیں نہیں دیکھی۔ محمد بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے۔ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا وہ وضو کرتے ہیں تو پانی جو گرتا ہے اس پر خلقت ٹوٹ پڑتی ہے۔ بلغم یا تھوک گرتا ہے تو عقیدت مند ہاتھوں سے ہاتھ لیتے ہیں اور چہرہ اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں''

معاملہ صلح کی تکمیل کے لئے آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا وہ اپنے ایک عزیز ربان بن سعید کی حمایت میں مکہ گئے۔ قریش نے ان کو نظر بند کر لیا اور مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ آپؐ نے صحابہ سےؓ خون عثمان کا قصاص لینے کے لئے ببول کے درخت کے نیچے جاں نثاری کی بیعت لی اسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ مرد وخواتین نے ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دست مبارک پر جان نثاری کا عہد کیا۔ یہ ایک مہتم بالشان واقعہ تھا جس کا ذکر اللہ رب العزت نے بیعت اور درخت کے ساتھ سورۃ فتح میں کیا بعد میں معلوم ہوا خبر درست نہ تھی، بالآخر قریش نے سہیل بن عمرو کو معاہدہ صلح کیلئے سفیر بنا کر

بھیجا، آپؐ نے حضرت علیؓ کو معاہدہ صلح کے الفاظ قلمبند کرنے کا حکم دیا۔

شرائط صلح نہایت سخت تھیں اور مسلمانوں کے خلاف' ادھر عین اسی وقت حضرت ابو جندلؓ جو سہیل بن عمرو کے صاحبزادے تھے اور اسلام لا چکے تھے جس کی وجہ سے کفار نے انہیں سخت اذیتیں دیں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں' کسی طرح بھاگ کر مسلمانوں کے سامنے گر پڑے' سہیل نے کہا محمدؐ صلح کی تعمیل کا یہ پہلا موقع ہے۔ ابو جندل کو شرائط صلح کے مطابق مجھ کو واپس دیدو' حضورؐ نے فرمایا ابھی معاہدہ قلمبند نہیں ہوا۔ سہیل نے صلح سے انکار کر دیا جب سہیل کسی طرح نہ مانا تو حضورؐ نے حضرت ابو جندلؓ کو واپس کرنے کا حکم دے دیا۔

صحابہ کرام کے لئے اطاعت شعاری کا نہایت خطرناک امتحان تھا۔ ایک طرف شرائط صلح خلاف تھیں اور اب ابو جندلؓ کو واپس ظالموں کے حوالے کرنا۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ ''وجعل بعضهم يحلق بعضا حتى كا دبعضهم يقتل بعضا غما'' حضورؐ نے حضرت ابو جندل کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

"يا ابا جندل اصبر واحتسب فا ن الله جاعل لک ولمن معک من المستضعفين فرجا ومخرجاانا قد عقدنا صلحا وانا لا نغدرهم''

ابو جندل صبر اور ضبط سے کام لو' اللہ تمہارے لئے اور مظلوموں کے لیے کوئی راہ نکالے گا۔ صلح اب ہو چکی اور ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے''

اسی پر قرآن کریم کی سورۃ فتح کی یہ آیات اتری 'انا فتحنا لك فتحا مبينا ......الخ

'' علامہ شبلی نعمانیؒ اس صلح کے متعلق رقمطراز ہیں کہ

''مورخین کا بیان ہے کہ اس معاہدہ صلح سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ کبھی نہیں لائے تھے۔ حضرت خالدؓ (فاتح شام) اور

حضرت عمرو بن عاصؓ (فاتح مصر) کا اسلام بھی اسی زمانہ کی یادگار ہے''

(سیرت النبی جلد اول ۲۸۳)

میں تلبیہ کی صداؤں میں ذرے ذرے کو حیرت واستعجاب سے دیکھ رہا تھا، ہم حدود حرم میں داخل ہو چکے تھے، جی ہاں وہ حدود حرم جنھیں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ نے سیدنا جبرائیل کی ہدایات کے مطابق برجیاں نصب کر کے مقرر کیا، ان حدود حرم کی برجیوں کو حضورؐ نے فتح مکہ کے سال تمیم بن اسد خزاعی کے ذریعے نئے سرے سے بنوایا اسکے بعد حضرت عمرؓ نے چار قریشیوں کو مقرر کرکے ان کی تجدید کی

(اخبار مکہ ازرقی ۲/ ۱۲۹ بحوالہ تاریخ مکہ ص ۱۹)

حرم مکہ کے ہر طرف پھیلا ہے، آنے والے راستوں پر حدود حرم کے نشانات لگائے گئے ہیں جن میں (۱) مغرب کی طرف جدہ روڈ پر مقام شمیسی ہے جسے حدیبیہ کہا جاتا ہے یہ مکہ سے ۲۲ کلومیٹر دور ہے (۲) مغرب کی طرف تہامہ یمن کے راستے پر ''اضاءۃ لبن مقام ہے جو مکہ سے ۱۲ کلومیٹر دور ہے (۳) مشرق کی طرف مکہ سے پندرہ کلومیٹر دور وادی عرنہ کا مغربی کنارہ (۴) شمال مشرق کی طرف ''جعرانہ'' کے راستے پر بستی شرائع المجاہدین ہے جو ۱۶ کلومیٹر دور ہے (۵) شمال کی طرف مقام تنعیم ہے جو مکہ سے صرف ۷ کلومیٹر دور ہے۔

میری نگاہوں کے سامنے وہ حرم تھا جسکا ذرہ ذرہ ایک تاریخی پس منظر رکھتا ہے، درخت سامنے آتے تو ببول درخت کو تلاش کرنے لگتا' پتھر سامنے آتے تو حجراسود کی شبیہ تلاش کرنے لگتا اور مقام ابراہیم کی جھلک ڈھونڈھتا' خاک کے ذروں پر محمد عربیؐ کے نقش قدم تلاش کرتا، اللہ اکبر میں کدھر دیکھوں اور کس پر نظر کرنے میں التفات نہ برتوں' کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا جس سمت دیکھتا انوارات ہی انوارات اور جود کھنے سے رہ گیا اس پر

حسرتیں ہی حسرتیں، بھائی محمد علی عربی میں مقامات کا خوبصورت تعارف کروا رہا تھا۔ کبھی دائیں تو کبھی بائیں، تیز رفتار گاڑی میں میرا سراسطرح گھوم رہا تھا گویا کسی حسین آواز کے سحر نے سر کو رقص پر مجبور کر دیا ہو۔ جی ہاں وہ حرم .... وہ مکہ جس کی یاد میں سیدنا بلالؓ روتے اور یہ اشعار پڑھتے۔

الالیت شعری ھل ابیتن لیلة
بواد وحولی اذخر وجلیل
وھل اردن یوما میاہ مجنة
وھل یبدون لی شامة وطفیل

آہ، کیا پھر کبھی وہ دن آ سکتا ہے کہ میں مکہ کی وادی میں ایک رات بسر کروں اور میرے پاس اذخر اور جلیل ہوں اور کیا وہ دن بھی ہوگا کہ میں مجنۃ کے چشمہ پر اتروں اور شامہ و طفیل مجھ کو دکھائی دیں۔

جی ہاں وہی حرم.......... وہی مکہ، ہجرت سے پہلے محمد عربیؐ فداہ ابی وامی نے جس کی طرف مڑ کر فرمایا تھا۔

"انت احب بلاد اللہ تعالی الی اللہ تعالی و انت احب بلا د اللہ تعالی الی ولولاہ ان اھلک اخر جونی لم اخرج منک" (رواہ عبداللہ بن عباس)

اور ترمذی شریف کی روایت ہے کہ

عن ابن عباسؓ قال قال رسول ﷺ لمکة ما اطیبک من بلد واحبک الی ولو کان ان قومی اخرجونی منک ما سکنت غیرک

خوبصورت شاہراؤں اور مادیت کی ظاہری خوبصورتیوں ورعنائیوں' قدرتی وفطرتی اور مصنوعی حسن کی جلوہ آرائیوں اور روحانیت وباطنیت کے دلکش نظاروں نے حرم کو مادی وروحانی اعتبار سے اس قدر خوبصورت بنا دیا ہے کہ اس سے زیادہ حسن کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ لگتا تھا کہ صدائے تلبیہ کی گونج میں مادی اعتبار سے ہم دنیا کی جنت میں پہنچ گئے مگر مسجد حرام کے میناروں اور بیت اللہ الحرام کے جلوؤں پر نظر پڑتی تو اس جنت کو دنیا کی جنت کہنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔

رات کی تاریکی میں روحانیت کے نور نے حجاب ظلمت پھاڑ دیا اور حسن ودلکشی طشت از بام تھی، محمد علی دیوانہ وار با آواز بلند تلبیہ پڑھتا ڈرائیونگ کر رہا تھا اور بس سڑک سمیت یوں چکر کاٹ رہی تھی بقول شورش کاشمیری'

''جیسے گبرو جوان ٹپکا باندھ رہا ہو''

ہم شارع الهجرة پر پہنچ چکے تھے۔ سامنے مکہ ٹاور جتنا خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا' نگاہوں نے اس دید کا تصور بھی نہ کیا تھا کچھ عربی جوان کالے اور سفید رنگ برنگے محمد علی سے محو گفتگو ہوئے......نہایت بے تکلفی اور بشاشت سے.......اور خود محمد علی بھی مگر متانت اور سنجیدگی کے ساتھ.......انھوں نے سب کے پاسپورٹ جمع کئے باہم مشورہ کیا' ایک نوجوان سیاہ فام گاڑی میں داخل ہوا اور ہمارا نام پکارا......صرف ہم میاں بیوی کا........اس وقت احساس ہوا کہ ''الشركة السعودية المتحده'' کے ہم ''اثنین نفر'' ہی موجود ہیں، باھر کھڑے ذمہ دار نے پوچھا ''کم نفر ؟'' ''فقط اثنين'' سیاہ فام نے جواب دیا۔

دیگر معتمرین ہمیں حسرت سے یا پھر رحم بھری نظروں سے دیکھنے لگے، رہائش کے حوالے سے بشمول ہمارے سب کے دلوں میں خدشات تھے اور قدرے تشویش بھی' وہ ہم

دونوں کو یا تو خوش قسمت وخصوصی افراد سمجھ رہے تھے یا بدقسمت وعام جنھیں خواص میں سے نکال دیا گیا ہواور کچھ ایسی ہی کیفیات خود ہمارے قلوب پر بھی طاری تھیں۔

محمد علی سے حدودحرم میں داخل ہونے کے بعد گفتگو میں رنگ فراق بھی نظر آنے لگا، گویا

وصل کی شب رواں ہے سوئے فراق
آ چلی لو ہوا میں بوئے فراق
اشک بھر لائے وہ بھی وقت سحر
جب چلی آہ گفتگوئے فراق

اب تو پہنچ چکے تھے، محمد علی نے نہایت اپنائیت سے الوداع کیا، وہ خاموش تھا مگر کچھ کہنا چاہتا تھا پر ہم میں شائد سمجھنے کی صلاحیت اس نے نہیں پائی۔ خاموش انداز وداع اور آنکھوں سے وہ ہمیں اپنے جذبات بتا رہا تھا دو اجنبی کچھ دیر کی شناسائی ورفاقت کے بعد ہمیشہ کے لئے اجنبی ہونے والے تھے، لقائیت ووداعیت میں جتنا سوز ہونا چاہیے تھا ظاہر ہے کہ وہ تھا۔

ہم گاڑی سے نیچے اترے......سیاہ فام کے نقش قدم پر تیزی سے ہوٹل کی جانب رواں دواں......آ گے ایک پاکستانی نوجوان ''محمد عامر'' ہماری طرف آ رہا تھا۔ سیاہ فام نے ہمیں اس کے حوالے کیا ''عامر'' نے ہمارے پاسپورٹ چیک کئے، ہوٹل واؤچر طلب کیا اور ہمیں ایک تنگ گلی سے گزارتا ہوا ایک نہایت کثیر المنزلہ ہوٹل ''فندق افواج التوبۃ۲'' میں لے آیا، لفٹ کا بٹن دبایا اور ہمیں سیکنڈ فلور جو دراصل فورتھ فلور تھا کمرہ نمبر 222 پر لے گیا، ضروری ہدایات اور فون نمبرز، ہوٹل کارڈ دیکر ''عامر'' رخصت ہو گیا، ہمارا کمرہ مناسب کنڈیشن میں تھا اولاً نماز عشاء ادا کی، مکہ ٹاور سامنے نظر آ رہا تھا، اس کی گھڑی پر صبح کے تین بج رہے تھے، ہم نے فجر تک آرام کیا، اذان فجر سے کافی دیر پہلے اٹھے اور چل دیئے ...... بیت اللہ الحرام کی طرف کہ بقول مولانا حسرت موہانی ؎

لے چلی ہے پھر آرزوئے حرم
عاشقان حرم کوسوئے حرم
ملتی جلتی ہے جاں نوازی میں
چشم دل کو زہے علوئے حرم
مونہہ دوعالم سے موڑ کر
بیٹھ رہنے کو بس ہے کوئے حرم

اور کچھ ایسے مست و بےخود تھے' اقبال نے جس کی منظر کشی یوں کی'

کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے
بٹھا کے عرش پر رکھا ہے تو نے اے واعظ
خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے
مری نگاہ میں وہ رند ہی نہیں ساقی
جو ہوشیاری ومستی میں امتیاز نہ کرے
ہوا ہو ایسی کہ ہندوستان سے اے اقبال
اڑا کے مجھ کو غبار رہ حجاز کرے

ایک پل جسے کبری کہا جاتا ہے سے آگے بڑھے تو شارع ابراہیم الخلیل شروع ہوجاتی ہے، سامنے مسجد بیت الحرام کے مینار نظر آرہے تھے' زبان اور دل پر وجدانی کیفیات طاری تھیں، جسم کے بال کھڑے ہوگئے' زبان حال بےخودی میں تلبیہ پڑھی جارہی تھی،

لبیك اللــــــــــــــــــهـــــــم لبیك
حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں

شہوانیت وحیوانیت معاصی ونافرمانیوں' غلطیوں اور کوتائیوں سے بھری زندگی آج نفسانیت کی گندگیوں سے نکال کر تیرے دربار میں لے آیا ہوں۔

لبیك اللھم لبیك

حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں

ہر قدم ندامت وشرمندگی اور احتیاط سے رکھتا' نجانے یہ وہ مقام ہو جہاں سرور کونین ﷺ اور اسلام کے مقدس نفوس کے مبارک قدموں نے زمین کو شرف مس بخشا ہو' نظریں اس بڑھیا کے گھر کی متلاشی تھی جو سرور کائنات پر روزانہ کوڑا کرکٹ پھینکتی مگر کائنات کی سب سے نفیس' پاکیزہ ہستی حسن اخلاق سے اس کے بھی دل کو نور ایمان سے منور کر دیتی' اس ابو سفیان کا گھر کدھر ہے جو اب حضرت ابو سفیان بن چکے تھے اور جنکے گھر کو جائے پناہ قرار دے دیا گیا تھا........ ہائے وہ ہندہ بھی ادھر بستی ہے جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ تک چبا ڈالا مگر رحمت دو عالم نے اسے بھی ''رضی اللہ عنھا'' کے مقام تک پہنچا دیا، کہاں ہے ابو جہل ؟ کہاں ہے عتبہ؟ کہاں ہے شیبہ؟ جو اپنی سرداریوں کے زعم میں محمد عربی کو کمتر اور اپنے سے ادنی قرار دے کر مخالفت ودشمنی پر اتر آئے تھے؟ کہاں ہے وہ دار الندوۃ جہاں پر یہ سب سرور کائنات' محبوب دو عالمﷺ اور اسلام کے خلاف مکارانہ چالیں چلتے ؟

آج سب خاک ہو گئے اور تاریخ کے باب عبرت میں مرقوم رہ گئے' باقی ہے تو اسی محبوب کائنات کا دین جس کے خلاف نفرتوں کے بیج اسی سرزمین میں بوئے جاتے تھے' جی ہاں وہی تعلیمات سماویہ جنھیں یہ لوگ ''اساطیر الاولین'' کہتے تھے، اسی نبی امیﷺ کے ترانے ہر سو سنائی دیتے ہیں جسے اس دھرتی سے نکال دیا گیا تھا' غرض مکہ معظّمہ کا ذرہ ذرہ شان ''ورفعنا لک ذکرک'' کا عملی مظہر اور پرتو ہے۔

اور ہم ان گلیوں میں شادمانی واضطراب کی اسی کیفیت کے ساتھ مکیف تھے جس کا

نقشہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے کھینچا تھا، مولانا فرماتے ہیں

''کون سی تمنا ہے جو اس وقت دل میں نہیں؟ تمناؤں کا ہجوم، آرزوؤں کی کش مکش اور پھر ہیبت و دہشت کہ کس دربار میں حاضری ہو رہی ہے؟ دل ہے کہ ہر لحظہ اس کی دہشت بڑھتی جا رہی ہے اور قدم ہیں کہ ہر قدم پر بھاری ہوتے جا رہے ہیں، کہاں کسی سیہ کار کی جبین اور کہاں کسی بے مکان و بے نشان کا سنگ آستانہ، یہ ناپاک قدم کس پاک سرزمین کو روند رہے ہیں؟ یہ گلیاں تو تیرے اس خلیل کے قدموں کے لائق تھیں جو تیرے نام پر دہکتی ہوئی آگ میں کودا تھا اور جو محض تیرا ایک اشارہ پا کر اپنے پلے پلائے نورِ نظر کے حلقوم پر چھری پھیر چکا تھا، اسی کم سن لڑکے کے لائق تھیں جو محض تیری رضا کیلئے بے خطا و بے قصور اپنے ذبح کرانے کو حلق سامنے کر کے ہنسی خوشی لیٹ گیا تھا، تیرے اس حبیب اور محبوب بندے کے لائق تھیں جو تیرے نام اور تیرے پیغام کی منادی کرنے کے جرم میں انھیں گلیوں میں سالہا سال ہر طرح کی ایذائیں سہتا اور اذیتیں برداشت کرتا رہا تھا۔ (سفر حجاز ص ۱۸۴)۔

ہر بن مو پر کیف تشکر و امتنان طاری تھا' آنکھوں سے آنسو رواں تھے، جسد دم بخود پر ندامت و شرمندگی کے آثار واضح تھے اور زبان سے فقط ایک ہی نعرہ لگ رہا تھا۔

لبيك اللهم لبيك

حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں

مکہ معظّمہ

☆☆☆☆☆

جہاں دل بے قرار کو قرار ملتا ہے

شہر مکہ۔ کچھ تاریخی پس منظر

جدہ سے 73 کلو میٹر دور وادی فاران میں سطح سمندر سے 277 میٹر بلندی اور بحیرہ احمر سے 80 کلو میٹر کے فاصلے پر اسلام کا وہ مقدس ترین شہر واقع ہے جس کا نام خداوند ذوالجلال نے خود قرآن کریم میں تجویز فرمایا' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے" ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبرکا وهدی للعلمین " (پارہ نمبر ۴' آل عمران)

چنانچہ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

"**بكة من اسماء مكة على المشهور قيل ،سميت بذلك لانهاتبك اعناق الظلمة والجبابرة' بمعنى انهم يذ لون بها ويخضعون عندها وقيل لان الناس يتبا كون فيها' اى يزدحمون قال قتادة' ان الله بك به الناس جميعا فيصلى النساء امام الرجال ولا يفعل ذلك ببلد غيرها** ". (تفسير ابن كثير ج ٢ ص٦٨).

معروف مورخ ابن خلدون کے مطابق مکہ پہلے بکہ کے نام سے ہی جانا جاتا تھا، مورخین کے درمیان اس امر پر اختلاف ہے، ابراہیم النخعی نے بکہ کو کعبہ اور مکہ کو شہر سے منسوب کیا جبکہ امام زہری بھی اسی کے حامی ہیں، مجاھد فرماتے ہیں کہ بکہ میں استعمال ہونے والا ''ب'' دونوں آوازوں کے درمیان قربت کے باعث ''م'' سے بدل گیا اور اسے مکہ کہا جانے لگا۔ جی ہاں وہ شہر جس کے تقدس وعظمت کی قسم خداوند ذوالجلال ان الفاظ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں'

''لا اقسم بهذا البلد' وانت حل بهذا البلد (سورة بلد پاره عم)

اور ایک موقع پر ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائی گئی

''وهذا البلد الامين'' (سورة التين پاره عم)

چنانچہ امام ابن کثیرؒ سورۃ بلد کی تفسیر میں رقمطراز ہیں

''هذا قسم من الله عزوجل بمكة ام القرىٰ فى حال كون الساكن فيها حلالا' يشبه على عظمة قدر مافى حال احرام اهلها' قال خصيف عن مجاهد (لا اقسم بهذاالبلد) ''لا'' رد عليهم (اقسم بهذا البلد) وقال شبيب بن بشر عن عكرمة عن ابن عباس (لا اقسم بهذا البلد) يعنى مكة

اسی مکہ کی فضیلت پر امام ابن کثیرؒ آیت (وانت حل بهذا البلد) کی تفسیر کے ذیل میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا

''وهذا المعنى الذى قالوه قدوردبه الحديث المتفق على صحته ان هذاالبلد حرمه الله يوم خلق السموات والارض،فهو حرام بحرمة الله الى يوم القيامة' لا يعضد شجره' ولا يختلى

خلاه وانما حلت لی ساعة من نهار' وقد عادت حرمتها الیوم کحرمتها بالامس،الا فلیبلغ الشاهد الغائب"وفی لفظ (فان احد ترخص بقتال رسول الله ﷺ فقولو " ان الله اذن لرسوله ولم یاذن لکم" (تفسیر ابن کثیر ج ٦ ص ٤٦٠))

اور حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں فرماتے ہیں کہ ''البلد'' سے مراد مکہ مکرمہ ہے جیسا کہ سورۃ التین میں بھی شہر مکہ کی قسم کھائی ہے اور اس کے ساتھ اس کی صفت امین بھی بیاں فرمائی ہے،

"وهذا البلد الامین"

شہر مکہ کی قسم کھانا اس شہر کی بنسبت دوسرے شہروں کی شرافت وافضلیت کو بتلانا ہے۔

آگے ''وانت حل بهذا البلد" کی تفسیر میں ''حل'' کے معنی میں موجود دو احتمالات میں سے پہلے احتمال کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ''حل کا معنی اترنے والے اور رہنے والے کے ہونگے اور مراد آیت کی یہ ہوگی کہ شہر مکہ خود بھی محترم اور مقدس ہے خصوصا جبکہ آپ بھی اس شہر میں رہتے ہیں تو مکیں کی فضیلت سے بھی مکان کی فضیلت بڑھ جاتی ہے اس لئے شہر کی عظمت وحرمت آپ کے اس میں مقیم ہونے سے دہری ہوگئی'' (معارف القرآن جلد نمبر ۸ ص ۷۴۹)۔

یہ وہی شہر ہے جس میں سرور کائنات ؐ کی ولادت باسعادت ہوئی، آپ نے عہد طفولیت گذارا جس کے ذرے ذرے سے آپ کی بچپنے کی یادیں اور عنفوان شباب کی پاکیزہ ونفیس ادائیں وابستہ تھیں، جی ہاں یہ وہی قریہ ہے جسے ''ام القریٰ'' فرمایا گیا جہاں آپ ؐ نبوت سے سرفراز ہوئے، دعوت کا آغاز فرمایا، مظالم وتکالیف برداشت کیں اور بالآخر اس کے رہنے والوں کے شدائد ومصائب کی وجہ سے اسے چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت فرما

دی پھر ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ بمطابق 630ء میں سرور کائنات کی قیادت میں مسلمان اس شہر میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے اور سب اعدائے اسلام کو معاف کر دیا گیا۔

یہی وہ شہر ہے جس میں تمام روئے زمین پر مقدس ترین مقام بیت اللہ واقع ہے اور جس میں روئے زمین کی سب سے پہلی مسجد، مسجد حرام بھی واقع ہے، جس کے جلو میں خانہ کعبہ قائم ہے جس کی طرف مسلمان رخ کر کے نماز جیسا اہم فریضہ ادا کرتے ہیں۔

اس شہر مکہ کو سرور کائناتؐ کے دور میں جس طرح کی اہمیت حاصل رہی آپؐ کے بعد بھی اس اہمیت میں فرق نہ آیا چنانچہ خلافت اسلامیہ کے عروج پر پہنچنے کے بعد مکہ مکرمہ مسلم دنیا کے ان معروف علماء کرام اور دانشوروں کا مسکن بن گیا جو کعبۃ اللہ سے زیادہ سے زیادہ قریب رہنا چاہتے تھے، اس زمانے میں سفر حج کی مشکلات اور اخراجات کے باعث حجاج کرام کی تعداد اتنی زیادہ نہیں تھی جتنی آج کل ہے۔ ۱۸ ویں اور ۱۹ ویں صدی کے نقشہ جات اور تصاویر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا شہر تھا جس میں مسجد حرام کے گرد ایک شہر قائم تھا سیاسی لحاظ سے مکہ اپنی مذہبی نزاکت کی وجہ سے ہمیشہ اہمیت کا حامل رہا۔ صدیوں اس پر ہاشمی شرفاء کی گورنری رہی جو اس حکمران کے تابع ہوتی جو خود کو ''خادم الحرمین الشریفین'' کہلاتا تھا۔ 1926ء میں سعودیوں نے شریف مکہ کی حکومت ختم کر کے مکہ کو سعودی عرب میں شامل کر لیا۔

اپنی مذہبی نزاکت کی وجہ سے مکہ کبھی بھی ملت اسلامیہ کا دارالخلافہ نہیں بنایا گیا، اسلام کا پہلا دارالخلافہ مدینہ تھا جو مکہ سے 250 میل دور ہے۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی مدینہ ہی دارالخلافہ رہا، البتہ حضرت علیؓ کے زمانے میں پہلے کوفہ اور اس کے خاتمے کے بعد دمشق اور اس کے بعد بغداد دارالخلافہ بنایا گیا۔ 830 مربع میل کے رقبے پر پھیلا یہ شہر مکہ جس کی موجودہ آبادی تقریباً پندرہ لاکھ کے قریب ہے الحمدللہ آج بھی مرجع خاص و عام

ہے، وہ زمانے کی جدت کے ساتھ چل رہا ہے مگر دیانت کے معیار کے ساتھ......ہمیں دنیا بھر کی جدت کے آثار یہاں ملیں گے مگر بے حیائی وفحاشی جیسی آلودگیوں کے بغیر، حکومت نے مکہ کی جدت میں مذہبیت کا بے حد خیال رکھا ہے، مسجد حرام کے میناروں سے جب صدائے اللہ اکبر بلند ہوتی ہے تو مارکیٹ میں ہو کا سا عالم چھا جاتا ہے، ہر شے جدید لباس میں مذہبی رنگ کے ساتھ ملبوس ہے، حرم کے تقدس کا بھرپور لحاظ کیا گیا ہے، جس پر بے حد خوشی ہوئی، یقیناً اس پر صوبائی گورنر خالد الفیصل اور میئر اسامہ البر مبارکباد کے مستحق ہیں مگر یہ تصویر کا ایک رخ ہے، تصویر کا دوسرا رخ بھی ہے جسے مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے الفاظ میں پڑھیے

''لیکن مکہ کے بازاروں کی یہ رونق اور یہ آبادی.......آہ..... اس درد دل کو الفاظ کے واسطہ سے کیونکر ظاہر کیا جائے، مسلمانوں کی ترقی نہیں' اپنوں کی ترقی نہیں' مکہ ومدینہ کی ترقی نہیں' حجاز کی ترقی نہیں' حجاز کی نہ سہی' مصروشام' مراکش وطرابلس' عراق وایران' بخارا اور افغانستان کسی اسلامی ملک کی ترقی نہیں بلکہ تمام تر فرنگیوں کی ترقی ہے، بیگانوں کی ترقی ہے، امریکہ وجرمنی، انگلستان واٹلی کی ترقی ہے، ہر دوکان پر جو لاکھوں روپے کا سامان نظر آ رہا ہے یہ شال اور پشمینے' یہ کمبل اور چادریں' یہ موزے اور دستانے' یہ مفلر اور یہ کالر' یہ سویٹر اور یہ بنیان یہ مخمل اور یہ اطلس' یہ جوتے اور یہ ٹوپیاں' یہ پمپ اور گرگابیاں اور یہ موٹروں کے ٹیوب اور لاریوں کے ٹائر' یہ بجلی کے قمقمے اور گیس کے ہنڈے' یہ تیل کے پیپے اور یہ عطر کی شیشیاں' یہ سگار اور دیا سلائیاں' یہ مربے اور جلیبیاں' یہ گلاس اور پلیٹیں، یہ رومال اور جانمازیں اور ہر قسم کے خوشنما سامان کا ڈھیر' کاش اس کا کوئی حصہ تو اپنوں کا ہوتا، کاش یہ تو نہ ہوتا کہ اپنوں کی جیب سے سارے کا سارا نکل کر مانچسٹر' لنکا شائر' لیورپول اور گلاسکو' برمنگھم' ایمسٹرڈم اور اسٹاکھام' واشنگٹن اور شکاگو کی کوٹھیوں اور کارخانوں' بینکوں اور خزانوں میں

منتقل ہوا چلا جا رہا ہے، یہ ٹھیک ہے کہ بغداد کی عبائیں اور دہلی کے جوتے بھی موجود ہیں لیکن جہاں ہزاروں کی دہائیوں اور لاکھوں کی دہائیوں کے نفع بیگانے حاصل کر رہے ہیں وہاں اگر سینکڑوں کی رقم اپنوں کی جیب میں آئی بھی تو کیا آئی؟ کس کو اس پر خوشی ہوئی اور کون اس کا ذکر فخر سے کرے گا؟ (سفرحجاز ص۱۷۹)۔

مولانا دریا آبادی (مرحوم) کا گلہ اگر چہ آج سے 85 سال پہلے کا ہے اور آج حالات اس سے بہت مختلف ہیں اور معاملہ بغداد کی عباؤں اور دہلی کے جوتوں سے آگے بڑھ کر کئی مسلم مما لک کو بھی محیط ہو چکا ہے مگر پھر بھی مولانا کے بقول اغیار اگر ہزاروں اور لاکھوں کی دہائیوں کے نفع حاصل کر رہے ہیں تو اس تناسب سے اپنوں کا نفع تا حال سینکڑوں کی دہائیوں سے ہی بغلگیر ہے جو یقیناً ایک فکر انگیز پہلو ہے جس پر یقیناً موجودہ صوبائی گورنر خالد الفیصل اور میئر اسامہ البر کو توجہ دینی چاہیے۔

20 سے 30 لاکھ مسلمان حج بیت اللہ کے لئے ہر سال مکہ مکرمہ تشریف لاتے ہیں علاوہ ازیں لاکھوں مسلمان عمرے کی سعادت حاصل کرنے سال بھر مکہ آتے رہتے ہیں۔ غیر مسلموں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں اور شہر کی جانب آنے والی شاہراؤں پر انتباہی بورڈ نصب ہیں جن مقامات سے غیر مسلموں کو آگے جانے کی اجازت نہیں وہ حدود حرم کہلاتی ہیں۔

اس شہر میں بنیادی حیثیت بیت اللہ کو حاصل ہے جو مسجد حرام میں واقع ہے۔ حج وعمرہ کرنے والے زائرین اسکے گرد طواف کرتے ہیں۔ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں اور زمزم کے کنویں سے پانی پیتے ہیں، پھر صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سعی کرتے ہیں، مسلمانوں کے لئے بیت اللہ کی بے پناہ اہمیت ہے، دنیا بھر کے مسلمان دن میں پانچ مرتبہ اس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔

بیت اللہ الحرام

☆☆☆☆☆

کچھ تاریخی پس منظر

کعبہ یا بیت اللہ مسجد حرام کے وسط میں واقع ایک عمارت ہے جو مسلمانوں کا قبلہ ہے جس کی طرف رخ کر کے مسلمان عبادت کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اس کے تاریخی پس منظر کی طرف یوں اشارہ فرمایا'' ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ''

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''آیت کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو منجانب اللہ لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ہے جو مکہ میں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا عبادت خانہ کعبہ ہے اس کی یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ دنیا کے سب گھروں میں پہلا گھر عبادت کے لئے بنایا گیا ہو، اس سے پہلے نہ کوئی عبادت خانہ ہو نہ دولت خانہ' حضرت آدمؑ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، انکی شان سے کچھ بعید نہیں کہ انھوں نے زمین پر آنے کے بعد اپنا گھر بنانے سے پہلے اللہ کا گھر یعنی عبادت کی جگہ بنائی ہو اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ مجاہد، قتادہ' سدی وغیرہ صحابہ و تابعین اسی کے قائل ہیں کہ کعبہ دنیا کا سب سے پہلا گھر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ لوگوں کے رہنے سہنے کے مکانات پہلے بھی بن چکے ہوں مگر عبادت کے لئے یہ پہلا گھر بنا ہو' حضرت علیؓ سے یہی منقول ہے۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۱۱۴)۔

اس سے معلوم ہوا کہ روئے زمین پر پہلا عبادت خانہ یہی تعمیر کیا گیا اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام ابن کثیر مکیؒ نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں بیان فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں۔

''قد قال الا مام احمد' حدثنا سفیان عن الاعمش ' عن ابراھیم التیمی ' عن ابیہ' عن ابی ذر رضی اللہ تعالی عنہ ' قلت یا

رسـول الـلـه ای مسـجد وضع فی الارض اول؟ قال ' المسجد الـحـرام قلت' ثم ای؟قال المسجد الاقصی قلت ،کم بینهما ؟ قـا ل اربـعـون سنة ،قلت ،ثم ای ؟قال ثم حیث ادرکت الصلوٰة فصل فکلها مسجد " (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۸)

معلوم ہوا کہ کعبۃ اللہ روئے زمین پر پہلا عبادت خانہ ہے،مشہور رومی مورخ بپیر و ڈائس، ڈوزی، میور، مارگولیس نے بھی اسی کی تائید کی، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا بھی اسکی قدامت واولیت تسلیم کرتا ہے، چنانچہ یورپی مورخین ومستشرقین اپنی عداوت کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہ کر سکے اور یہ کہ بعض حضرات کے نزدیک روئے زمین پر پہلا گھر ہی خانہ کعبہ تھا ۔ چنانچہ امام بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم وحوّا کے دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کے ذریعے ان کو یہ حکم بھیجا کہ وہ بیت اللہ بنائیں، ان حضرات نے حکم کی تعمیل کی تو ان کو حکم دیا گیا کہ اس کا طواف کریں اور ان سے کہا گیا کہ آپ اول الناس یعنی سب سے پہلے انسان ہیں اور یہ گھر ''اول بیت وضع للناس'' ہے یعنی سب سے پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ (ایضا)

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اولاً بیت اللہ تعمیر کیا، یہ تعمیر حضرت نوحؑ کے زمانے تک باقی تھی ،طوفان نوح میں یہ بھی منہدم ہوئی اور نشانات مٹ گئے اسکے بعد حضرت جبرائیلؑ کی نشاندہی پر حضرت ابراہیمؑ نے از سرِنو تعمیر کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قائم کردہ بیت اللہ بغیر چھت کے ایک مستطیل نما عمارت تھی جس کے دونوں طرف دروازے کھلے تھے، اس کی تعمیر میں پانچ پہاڑوں کے پتھر استعمال ہوئے تھے جبکہ اس کی بنیادوں میں آج بھی وہی پتھر ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ

السلام نے رکھے تھے،اس کے بعد ایک حادثہ میں اس کی عمارت منہدم ہوگئی تو قبیلہ جرہم نے اس کی تعمیر کی، پھر ایک مرتبہ عمارت منہدم ہوئی اور عمالقہ نے تعمیر کی اس کے بعد منہدم ہوئی تو قریش نے اس کی تعمیر کی، یہ رسول اللہ ﷺ کا ابتدائی زمانہ تھا لیکن قریش نے اس تعمیر میں بناء ابراہیمی سے کسی قدر مختلف تعمیر کردی، اس طرح سے کہ بیت اللہ کا ایک حصہ بیت اللہ سے الگ کر دیا جس کو حطیم کہا جاتا ہے اور کعبے کے دو دروازے جو سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کی بناء میں تھے ان میں سے ایک دروازے کو ختم کر کے صرف مشرقی دروازے کو باقی رکھا، تیسرا تغیر یہ کیا کہ دروازہ بیت اللہ کا سطح زمین سے کافی بلند کر دیا تا کہ ہر شخص آسانی سے اندر نہ جا سکے بلکہ جس کو وہ اجازت دیں وہی جا سکے۔

انہوں نے بیت اللہ کے شمال کی طرف تین ہاتھ چھوڑ کر عمارت کو مکعب نما (کعبہ) بنا دیا تھا، وجہ یہ تھی کہ حق وحلال کی کمائی جس سے بیت اللہ کی تعمیر کی جارہی تھی وہ کم ہوگئی تھی انھوں نے دروازے کا سائز بھی بڑا رکھا اور اسے بڑا سا تالا بھی لگا دیا جو مقتدر حلقوں کے مزاج اور سوچ کے عین مطابق تھا حالانکہ نبی پاک ﷺ جو اس تعمیر میں شامل تھے اور حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا مشہور زمانہ واقعہ بھی رونما ہوا تھا کی خواہش تھی کہ بیت اللہ کو ابراہیمی تعمیر کے مطابق ہی بنایا جائے چنانچہ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ موجودہ تعمیر کو مہندم کر کے اس کو بالکل بناء ابراہیمی کے مطابق بنا دوں اور قریش نے جو تصرفات بناء ابراہیمی کے خلاف کئے ہیں انکی اصلاح کر دوں لیکن نومسلم ناواقف مسلمانوں میں غلط فہمی پیدا ہونے کا خطرہ ہے اس لئے سر دست اس کو اسی حال پر چھوڑتا ہوں۔(بحوالہ معارف القرآن ج۲ص ۱۱۵)

چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بھانجے تھے اور حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد بطور احتجاج یزید بن معاویہ سے

بغاوت کرتے ہوئے مکہ میں اپنی خودمختاری کا اعلان کیا تھا) نے نبی پاکؐ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے 685ء میں بیت اللہ کو دوبارہ ابراہیمی طرز پر تعمیر کروایا تھا مگر حجاج بن یوسف نے 693ء میں انہیں شکست دی اور حکومت پر قبضہ کر کے اس کو گوارہ نہ کیا کہ عبداللہ بن زبیر کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک انکے لئے باعث عزت وافتخار بنے، یہ پروپیگنڈہ کیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کا یہ عمل خلاف سنت اور مزاج نبوی ﷺ کے خلاف ہے، کعبے کو جس ہیت پر چھوڑ کر آنحضورؐ نے وفات پائی ہے اسی طرز پر واپس لانا چاہیے چنانچہ انہدام کے بعد اس نے دوبارہ قریشی طرز پر تعمیر کروادیا۔

ہارون الرشید نے اپنے زمانے میں امام مالک سے فتوی پوچھا کہ میں اسے منہدم کر کے از سر نو عبداللہ بن زبیرؓ کی بنیادوں پر تعمیر کر دوں تو آپ نے فرمایا تمہیں ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں، اسے بادشاہوں کا کھیل نہ بناؤ کہ جب دل میں آیا ڈھادیا' جب چاہا بنا دیا۔ نتیجۃً بیت اللہ حکمرانوں کی مشق ناز سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا اس وجہ سے بیت اللہ آج تک حجاج بن یوسف کی طرز تعمیر پر قائم ہے البتہ شکست وریخت اور مرمت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔

کعبے کی عمارت کی ساخت

خانہ کعبہ کے اندر تین ستون اور دو چھتیں ہیں، باب کعبہ کے متوازی ایک اور دروازہ تھا' دیوار میں نشان نظر آتا ہے، یہاں نبی پاک ﷺ نماز ادا کیا کرتے تھے، کعبے کے اندر رکن عراقی کے پاس ''باب توبہ'' ہے جہاں المونیم کی 50 سیڑھیاں ہیں جو کعبے کی چھت تک جاتی ہیں۔ چھت پر سوا میٹر کے شیشے کا ایک حصہ ہے جو قدرتی روشنی اندر پہنچاتا ہے، کعبے کے اندر سنگ مرمر کے پتھروں سے تعمیر ہوئی ہے اور قیمتی پردے لٹکے ہوئے ہیں جبکہ

قدیم ہدایات پر مبنی ایک صندوق بھی اندر رکھا ہوا ہے۔ کعبے کی موجودہ عمارت کی آخری بار 1996 میں تعمیر کی گئی تھی اور اس کی بنیادوں کو نئے سرے سے بھرا گیا تھا۔ کعبے کی سطح مطاف سے تقریباً دو میٹر بلند ہے جبکہ یہ عمارت 14 میٹر اونچی ہے۔ کعبے کی دیواریں ایک میٹر سے زیادہ چوڑی ہیں جبکہ اس کی شمال کی طرف نصف دائرے میں جو جگہ ہے اسے حطیم کہتے ہیں اس میں تعمیر ابراہیمی کی تین میٹر جگہ کے علاوہ وہ مقام بھی شامل ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے روضے کے لئے بنایا تھا جسے باب اسماعیل کہا جاتا ہے۔

حطیم

حطیم جسے حجر اسماعیل بھی کہا جاتا ہے، خانہ کعبہ کی شمال کی سمت ایک دیوار ہے جس کے باہر سے طواف کیا جاتا ہے۔ اس دیوار کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خانہ کعبہ میں شامل تھی اور اسی کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے منشائے نبویؐ کے مطابق چھت ڈال کر کعبہ میں شامل کر دیا تھا مگر بعد میں حجاج نے چھت اڑا کر اسے دوبارہ قریشی طرز پر کر دیا تھا جو آج تک اسی طرح ہے۔ حطیم کی اونچائی 30 انچ (90 سینٹی میٹر) ہے اور چوڑائی 105 میٹر (4.9 فٹ) ہے۔

مقام ابراہیم

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ مقام ابراہیم کا تعارف کچھ ایسے کرواتے ہیں کہ،

''مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ بیت اللہ کی تعمیر فرماتے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ پتھر تعمیر کی بلندی کے ساتھ ساتھ خود بخود بلند ہو جاتا تھا اور نیچے اترنے کے وقت نیچے ہو جاتا تھا، اس پتھر کے اوپر حضرت ابراہیمؑ کے قدم مبارک کا گہرا نشان آج تک موجود ہے'' (معارف

القرآن ج۲ص۱۳۰)۔

لیکن امام ابن کثیرؒ کی رائے میں وہ نشانات مٹ چکے ہیں چنانچہ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ا ''وقد ادرک المسلمون ذلک فيه ايضا' کما قال عبدالله بن وهب' اخبرنی يونس بن زيد عن ابن شهاب' ان انس بن مالک حدثهم قال ' رايت المقام فيه اثر اصابعه عليه السلام واخمص قدميه ' غيرا نه اذهبه مسح الناس بايديهم' وقال ابن جرير' حدثنابشر بن معاذ ' حد ثنا يزيد بن زريع' حدثنا سعيد عن قتادة (واتخذ وا من مقام ابراهيم مصلیٰ) انما امرو ان يصلوا عنده ' ولم يومروه بمسحه وقد تکلفت هذه الامة شيئا ما تکلفته الامم قبلها ولقد ذکر لنامن رای اثر عقبه واصابعه فيه فمازا لت هذه الامة يمسحونه حتی اخلولق وانمحی'''(تفسير ابن کثير ج ١ ص٣٦٤)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں

''اس پتھر میں پاؤں کے نشانات ظاہر تھے اور آج تک یہ بات معروف ہے اور جاہلیت میں عرب بھی اسے جانتے تھے اور مسلمانوں نے بھی یہ نشانات پائے ہیں جس طرح کہ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ''میں نے مقام ابراہیم دیکھا کہ اس میں ابراہیمؑ کی انگلیوں کے نشانات موجود تھے'' لیکن یہ بات ہے کہ لوگوں کے ہاتھ لگنے سے وہ نشانات جاتے رہے''

ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ :

’’اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ اس میں حکم دیا گیا ہے کہ اس کے قریب نماز پڑھیں اور یہ حکم نہیں دیا کہ اسے ہاتھ پھیریں اور مسح کریں۔ اس امت نے بھی وہ تکلفات شروع کر دیئے ہیں جو پہلی امتیں کرتی تھیں۔ ہمیں دیکھنے والوں نے بتایا کہ اس میں ابراہیمؑ کی انگلیوں اور ایڑھیوں کے نشانات موجود تھے اور لوگ اس پر ہاتھ پھیرتے رہے حتی کہ وہ نشانات مٹ گئے‘‘

یہ مقام ابراہیم خانہ کعبہ سے تقریبا سوا تیرہ میٹر مشرق کی جانب قائم ہے مگر کہا جاتا ہے کہ یہ پتھر بیت اللہ کے نیچے دروازے کے قریب تھا جب حکم خداوندی ’’ واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى ‘‘ نازل ہوا تو طواف کرنے والوں کی سہولت کے لئے اسے اٹھا کر بیت اللہ کے سامنے ذرا فاصلے پر مطاف سے باہر زمزم زمزم کے قریب رکھ دیا گیا۔ 1967ء سے پہلے اس مقام پر ایک کمرہ تھا مگر اب سونے کی ایک جالی میں بند ہے۔ اس مقام کو مصلی کا درجہ حاصل ہے اور امام کعبہ اسی کی طرف سے کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھاتے ہیں، طواف کے بعد یہاں دو رکعت نفل پڑھنے کا حکم ہے، احناف کے نزدیک طواف کے بعد یہ دو رکعات واجب ہیں نہ کہ نفل۔

حجر اسود

حجر اسود عربی زبان کے دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ حجر عربی میں پتھر کو کہتے ہیں اور اسود سیاہ اور کالے رنگ کے لئے بولا جاتا ہے۔ حجر اسود وہ سیاہ پتھر ہے جو کعبہ کے جنوب مشرقی دیوار میں نصب ہے، اس وقت یہ تین بڑے اور مختلف شکلوں کے کئی چھوٹے ٹکڑوں پر مشتمل ہے، یہ ٹکڑے اندازاً ڈھائی فٹ قطر کے دائرے میں جڑے ہوئے ہیں جنکے گرد چاندی کا

گول چکر بنا ہوا ہے جو مسلمان حج یا عمرہ کرنے جاتے ہیں ان کے لئے لازم ہے کہ طواف کرتے ہوئے ہر بار حجر اسود کو بوسہ دیں اگر ہجوم زیادہ ہو تو ہاتھ کے اشارے سے استلام کر دیں۔

تاریخی پس منظر

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حجر اسود حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی تعمیر کعبہ کے وقت حضرت جبرائیلؑ جنت سے لائے جسے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ہاتھوں سے دیوار کعبہ میں نصب کیا۔ پھر ایک وقت قریش کے زمانے میں ایسا ہوا کہ سخت سیلاب آیا جس نے کعبے کی عمارت کو شدید نقصان پہنچایا تو قریش نے اس کی دوبارہ تعمیر کی لیکن حجر اسود رکھنے کا مسئلہ آیا تو قبائل میں جھگڑا ہو گیا یہ تقریبا 606ء کا واقعہ ہے۔ ہر قبیلے کی خواہش تھی کہ یہ سعادت اسے ہی نصیب ہو، رسول اللہ ﷺ نے اس جھگڑے کو طے کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھا اور تمام سرداران کو کہا کہ وہ چادر کے کونے کو پکڑ کر اٹھائیں چنانچہ سب نے مل کر اٹھایا اور جب چادر اس مقام پر پہنچی جہاں اس کو رکھا جانا تھا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کو دیوار کعبہ میں نصب کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حجر اسود پر چاندی چڑھائی، 1268ء میں سلطان عبدالحمید نے حجر اسود کو سونے میں مڑوایا اور 1281ء میں سلطان عبدالعزیز نے اسے چاندی سے مڑوایا۔

حجر اسود کے ساتھ پیش آنے والے حادثات

696ء میں جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت حسینؓ کی مظلومانہ شہادت کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے یزید کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور مکہ میں اپنی حکومت کے قیام کا اعلان کیا تو جواب میں حجاج بن یوسف کو فوج کے ہمراہ حملے کے لئے بھیجا گیا۔

حجاج بن یوسف کی فوج نے کعبے پر منجنیقوں سے پتھر برسائے اور پھر آگ لگادی جس سے حجراسود کے تین ٹکڑے ہو گئے۔

سیرالملوک مصنفہ نظام الملک طوسی کے مطابق عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے عہد میں ایک قرامطی سردار ابوطاہر حجراسود اکھاڑ کر بحرین لے گیا اور 23 سال بعد فاطمیوں کی مداخلت کی بدولت بھاری تاوان وصول کرکے واپس کیا۔

حجراسود کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبیﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا' بلا شبہ حجراسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے یاقوت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے نور اور روشنی کو ختم کر دیا اگر اللہ تعالیٰ اس روشنی کو ختم نہ کرتے تو مشرق و مغرب کا درمیانی حصہ روشن ہو جاتا۔ (سنن ترمذی حدیث۸۰۴)

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا'

> حجراسود جنت سے آیا تو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا اور اسے بنو آدم کے گناہوں نے سیاہ کر دیا۔(سنن ترمذی حدیث۸۷۷)
>
> اسپر حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ
>
> ''اس حدیث پر بعض ملحدین نے اعتراض کیا کہ مشرکین کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا جبکہ موحدین کی اطاعت نے اسے سفید کیوں نہ کیا''؟ تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو امام ابن قتیبہؒ نے فرمایا کہ ''اگر اللہ تعالی چاہتا تو اسطرح ہو جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ و عادت اسکے لئے بنائی

ہے کہ سیاہ رنگا ہو جاتا ہے اور اس کا عکس نہیں ہوسکتا''

اور محبّ الطبری کا کہنا ہے

''سیاہ رنگ میں اہل بصیرت کے لئے عبرت ہے وہ اس طرح کہ اگر گناہ سخت قسم کے پتھر پر اثر انداز ہو کر اسے سیاہ کر سکتے ہیں تو دل پر ان کا اثر ہونا زیادہ سخت اور شدید ہوگا'' (فتح الباری ج ۳ ص ۴۶۳)۔

نبی پاک ﷺ نے حجر اسود کے بارے میں فرمایا کہ

''اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اسے قیامت کو لائے گا تو اس کی دو آنکھیں ہونگی جن سے یہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے بولے گا اور اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اس کا حقیقی استلام کیا۔ (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۹۴۴)۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کا استلام بے پناہ فضیلت کا حامل ہے اور خود حجر اسود دنیا میں جنت کا وہ پتھر ہے جسے حضور اکرمؐ کی اتباع میں چومنا ہر طواف کرنے والے کے لئے واجب ہے اگر مشکل ہو تو پھر اس کی جگہ اشارہ سے استلام واجب ہوگا۔

بئر زمزم زمزم

زمزم کا پانی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہؓ کے شیر خوار بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی پیاس بجھانے کے بہانے اللہ تعالیٰ نے تقریباً 4 ہزار سال قبل ایک معجزے کی صورت میں مکہ مکرمہ کے بے آب و گیاہ ریگستان میں جاری کیا جو آج تک جاری ہے۔

چاہ زمزم مسجد حرام میں خانہ کعبہ کے جنوب مشرق میں تقریباً 21 میٹر کے فاصلے پر تہہ خانے میں واقع ہے یہ کنواں وقت کے ساتھ سوکھ گیا تھا، نبی پاک ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اشارہ خداوندی سے دوبارہ کھدوایا جو آج تک جاری وساری ہے، آب زمزم کا سب سے بڑا دہانہ حجر اسود کے پاس ہے جبکہ اذان کی جگہ کے علاوہ صفا ومروہ کے مختلف مقامات سے بھی نکلتا ہے۔ 1953ء تک تمام کنوؤں سے پانی ڈول کے ذریعے نکالا جاتا تھا مگر اب مسجد حرام کے اندر اور باہر مختلف مقامات پر آب زمزم کی سبیلیں لگا دی گئی ہیں ،آب زمزم مسجد نبوی میں بھی عام ملتا ہے اور حجاج کرام یہ پانی دنیا بھر میں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ جناب عبدالمطلب کے زمانے میں چاہ زمزم کی کھدائی کے بعد سے لے کر اب تک اس کنویں کی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی میں تبدیلی نہیں لائی گئی یعنی یہ آج تک 18 فٹ لمبا، 14 فٹ چوڑا اور تقریباً 5 فٹ گہرا ہے۔ مکہ کا شہر جس وادی میں ہے وہ چاروں طرف سے گرینائٹ چٹانوں والے پہاڑوں میں گھری ہوئی ہے ۔حرم شریف (مسجد الحرام) وادی میں سب سے نچلے مقام پر ہے ۔ خانہ کعبہ اور مسجد الحرام سمیت پورا شہر مکہ ریت اور گاد کی تہہ پر واقع ہے جس کی گہرائی 50 سے 100 فٹ تک ہے اور جس کے نیچے آتشی چٹانوں کی ایک تہہ پھیلی ہوئی ہے۔ چاہ زمزم بھی ریت اور گاد کی اسی تہہ پر واقع ہے اور اس میں پانی کی سطح اطراف کی زمین سے 40 تا 50 فٹ کی گہرائی پر ہے۔

فضائل آب زمزم

حضرت ابوذرؓ کعبہ میں 40 دن رات تک مقیم رہے اور ان کا کھانا زمزم تھا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذرؓ سے پوچھا تم کب سے وہاں مقیم ہو، انھوں نے جواب دیا 30 دن رات سے یہاں مقیم ہوں تو حضورؐ نے فرمایا تمہارے کھانے کا انتظام کون کرتا تھا انھوں نے جواب دیا میرے پاس تو صرف زمزم ہی تھا اس سے میں اتنا موٹا ہو گیا کہ میرے پیٹ کے تمام کس بل نکل گئے اور میری ساری بھوک اور کمزوری جاتی رہی تو حضور اکرمؐ فرمانے لگے بلاشبہ زمزم بابرکت اور کھانے والے کے لئے کھانے کی حیثیت رکھتا ہے۔ (صحیح مسلم شریف حدیث نمبر ۲۴۷۳) اور ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں

یہ بیمار کی بیماری کی شفا ہے (مسند البز از حدیث نمبر ۱۷۱)

ابن قیم فرماتے ہیں کہ میں اور میرے علاوہ دوسروں نے بھی زمزم پی کر تجربہ کیا ہے اس سے عجیب وغریب قسم کی بیماریاں جاتی رہتی ہیں اور مجھے زمزم کے ساتھ کئی بیماریوں سے شفا نصیب ہوئی ہے اور الحمدللہ میں ان سے نجات حاصل کر چکا ہوں۔ ہزاروں سال پہلے نوزائیدہ اسماعیلؑ کی ایڑیاں رگڑنے سے جاری ہونے والا چشمہ لاکھوں کروڑوں لوگوں کی پیاس بجھانے کے باوجود آج پہلے دن کی طرح پینے والوں کو حیات بخشتا ہے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک ایسی نعمت ہے جس پر مکہ شریف اور اہل مکہ ہمیشہ بجا طور پر نازاں وشاداں رہیں گے۔

رکن یمانی

رکن یمانی خانہ کعبہ کے جنوب مغربی کونے کو کہتے ہیں جس پر استلام کرنا مستحب امر ہے اس کا استلام یہ ہے کہ دایاں ہاتھ یا دونوں ہاتھ اس پر لگائے جائیں۔ آپؐ نے حجر اسود کے ساتھ رکن یمانی کو جنت کا دروازہ قرار دیا ہے۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رکن یمانی پر دو فرشتے ہیں جو وہاں سے گزرنے والے کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور حجر اسود پر تو بے شمار فرشتے ہوتے ہیں۔

باب کعبہ

کعبہ شریف میں داخل ہونے کے لئے صرف ایک دروازہ ہے جسے باب کعبہ کہا جاتا ہے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی بناء میں دو دروازے تھے ایک داخل ہونے کے لئے دوسرا پشت کی جانب باہر نکلنے کے لئے، قریش نے صرف مشرقی دروازہ کو باقی رکھا یہ قریش کا تغیر تھا ایک اور تغیر قریش نے یہ کیا کہ بیت اللہ کا یہ دروازہ سطح زمین سے کافی بلند کر دیا تاکہ ہر شخص آسانی سے اندر نہ جا سکے بلکہ جس کو وہ اجازت دیں وہی جا سکے اس مقصد کے لیے ایک بڑا سا تالا بھی اس دروازے کو لگایا گیا۔ (بحوالہ معارف القرآن ج ۲ ص ۱۱۴) یہی وجہ ہیکہ باب کعبہ زمین یا حرم کے فرش سے 2.13 میٹر اوپر ہے یہ دروازہ کعبہ شریف کی شمال مشرقی دیوار پر موجود ہے اور اس کے قریب ترین دہانے پر حجر اسود نصب ہے جہاں سے طواف کی ابتداء کی جاتی ہے۔ باب کعبہ کی 1942ء سے پہلے کی تاریخ مجہول ہے تاہم 1942ء میں ابراہیم البدر نے یہ باب کعبہ چاندی سے بنایا تھا اس کے بعد 1979ء میں ابراہیم البدر کے بیٹے احمد بن ابراہیم البدر نے سنہری دروازہ بنایا جو تقریباً 300 کلوگرام سونے سے تیار کیا گیا تھا۔

میزاب رحمت

سنہری رنگ کا ایک خوبصورت پرنالہ حطیم کے اوپر ہے۔قریشی تعمیر کے بعد ولید بن عبدالملک نے پرنالہ اور چھت کی تزئین و آرائش کرتے ہوئے کچھ تبدیلیاں کی تھیں۔

حصرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''جس نے میزاب رحمت کے نیچے دعا کی اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور وہ گناہوں سے ایسے پاک ہوجاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے''

ملتزم

حجر اسود اور خانہ کعبہ کی چوکھٹ کا درمیانی حصہ ملتزم کہلاتا ہے.جس کا معنی ہے چمٹنے کی جگہ' سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضور اکرمؐ اور ان صحابہؓ نے جو فتح مکہ کے وقت ساتھ تھے اس جگہ اپنے سینوں کو چمٹایا تھا۔حضرت سیدنا امیر معاویہؓ نے ارشاد فرمایا'

''جس آدمی نے ملتزم کے پاس گناہوں کی مغفرت کیلیئے دعا کی تو اللہ تعالٰی اسے گناہوں سے اس طرح پاک کردیتا ہے جس طرح وہ پیدائش والے دن گناہوں سے پاک تھا''(تاریخ مکہ ج ۲)۔

غلاف کعبہ

غلاف کعبہ کے تاریخی پس منظر کو شورش کاشمیری نے مختصراً نہایت جامعیت کے ساتھ بیان کیا وہ لکھتے ہیں کہ'

''سب سے پہلا غلاف اسلام سے نوصدی پہلے یمن کے بادشاہ تبع حمیری نے چڑھایا پھر اسعد حمیری نے چڑھایا اس کے بعد قریش مکہ نے غلاف کو مستقل کر دیا، انھوں نے حریر کا غلاف چڑھایا، حضورؐ نے یمنی اور قباطی چادر کا، خلفائے

راشدین نے آپ ہی کا اتباع کیا،عبداللہ بن زبیرؓ اور امیر معاویہؓ نے دیباج کا' بنو امیہ نے دیبا کا پھر مختلف قسم کے نفیس واعلیٰ ریشم استعمال کئے گئے،مامون الرشید ہر سال تین پردے چڑھایا کرتا،ا۔آٹھویں ذی الحجہ کو دیبائے احمر کا۔۲۔یکم رجب کو قباطی کا۔۳۔۲۷ رمضان کو دیبائے سفید کا۔

متوکل عباسی نے بھی مامون کی تقلید کی ،البتہ ناصر عباسی نے پہلی دفعہ سیاہ رنگ کا ریشمی غلاف چڑھایا۔سلطنت عباسیہ کی جگہ سلاطین ترکی نے لی تو پہلا بادشاہ جس کو یہ شرف حاصل ہوا وہ الظاہر بیبرس صالح شاہ مصر تھا۔سلطان صالح بن سلطان قلاؤں نے مصر میں حکومت کی بھاگ دوڑ سنبھالی تو اس نے دو گاؤں مصارف غلاف کے لئے وقف کئے ۔ سلطان سلیمان نے اپنے عہد میں مزید چند گاؤں کا اضافہ کر دیا ان سے پہلے ۱۶۵ ھ میں مہدی حج کے لئے آیا تو بیت اللہ غلافوں سے اٹا پڑا تھا۔اس نے تمام پرانے غلاف اتروا دیئے اور صرف ایک غلاف رہنے دیا تب ہر سال پرانا غلاف اتارنے اور نیا غلاف چڑھانے کی رسم پڑ گئی۔ پہلے پہل غلاف کے مختلف رنگ رہے۔کبھی سفید' کبھی سیاہ' کبھی سبز' کبھی سرخ' لیکن عباسی خلفاء نے سیاہ رنگ مخصوص کر دیا اور تب سے اب تک یہی رنگ چلا آ رہا ہے۔محمد علی پاشا کے عہد سے مصری حکومت نے ہر سال غلاف بھیجنے کی خدمت اپنے ذمہ لی۔ایک کارخانہ مصر میں غلاف کی تیاری کے لئے قائم کیا گیا جواب بھی ہے اور اس کے سپرد صرف غلاف کی تیاری کا کام تھا۔ ہر سال تقریبا پچاس ہزار مصری پونڈ اس پر صرف ہوتے ، پہلے یہ غلاف مصر سے محمل میں آیا کرتا اور اعیان سلطنت اس کے ساتھ ہوتے تھے۔اب آل سعود کی حکومت نے وہ رسم تقریبا ترک کر دی ہے بلکہ غلاف حجاز ہی میں تیار ہونے لگا ہے۔(شب جائے کہ من بودم ص ۴۵)۔

مسجدالحرام

☆☆☆☆☆

کچھ تاریخی پس منظر

بیت اللہ کے اردگرد واقع مسجد ''مسجد حرام'' ہے بیت اللہ اسی مسجد کے درمیان میں واقع ہے۔ 40لاکھ 8ہزار 20مربع میٹر کے رقبے پرپھیلی یہ مسجد 40لاکھ 20ہزار افراد کی بیک وقت عبادت کی گنجائش رکھتی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے حدیث مروی ہے کہ حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ سے پوچھا کہ زمین میں سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی، نبی کریمﷺ نے فرمایا' مسجد حرام' میں نے کہا اس کے بعد کون سی؟ فرمایا مسجد اقصیٰ' میں نے سوال کیا ان دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فرق ہے فرمایا 40 برس کا (مسلم شریف)۔

مسجد حرام کی پہلی چار دیواری حضرت عمر فاروقؓ نے 639ء میں بنائی تھی جبکہ 777ء میں مہدی کے دور میں تاریخ کی اس وقت کی سب سے بڑی توسیع ہوئی تھی جس کے گرد 1576ء میں عثمانی ترکوں نے سفید گنبدوں والے برآمدے بنائے تھے جو اکیسویں صدی تک موجود تھے۔ یہ چار دیواری بنانے کا سبب یہ تھا کہ لوگوں نے مکانات بنا کر بیت

اللہ کو تنگ کر دیا تھا اور اپنے گھروں کو اس کے بالکل قریب کر دیا تھا تو حضرت عمر بن خطابؓ فرمانے لگے بلاشبہ کعبہ اللہ کا گھر ہے اور پھر گھر کے لئے صحن ہونا ضروری ہے تو حضرت عمرؓ نے ان گھروں کو خرید کر منہدم کر کے اسے بیت اللہ میں شامل کر دیا تو اس طرح مسجد کے اردگرد قد سے چھوٹی دیوار بنادی گئی جس پر چراغ رکھے جاتے تھے اس کے بعد حضرت عثمان نے بھی کچھ اور گھر خریدے جس کی قیمت بہت زیادہ ادا کی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مسجد کی توسیع کرتے وقت ایک ستون والے مکان بنائے۔ حضرت ابن زبیر نے مسجد کی توسیع نہیں کی بلکہ اس کی مرمت وغیرہ کروائی اور اس میں دروازے زیادہ کئے اور پتھر کے ستون بنائے اور اس کی تزئین وآرائش کی، عبدالملک بن مروان نے مسجد کی چار دیواری اونچی کروائی اور سمندر کے راستے مصر سے ستون جدہ بھیجے اور جدہ سے اسے ریڑھی پر رکھ کر مکہ مکرمہ پہنچایا اور حجاج بن یوسف کو حکم دیا کہ وہ اسے وہاں لگائے، جب ولید بن عبدالملک مسند پر بیٹھا تو اس نے کعبہ کی تزئین میں اضافہ کیا اور پرنالہ اور چھت میں کچھ تبدیلی کی، اسی طرح منصور اور اس کے بیٹے مہدی نے بھی مسجد کی تزئین وآرائش کی۔ آج کل مسجد کے کل 112 چھوٹے بڑے دروازے ہیں جن میں سب سے پہلا اور مرکزی دروازہ سعودی عرب کے پہلے فرمانروا شاہ عبدالعزیز کے نام سے موسوم ہے جس نے تیل کی دولت دریافت ہونے کے بعد حاصل ہونے والی مالی آسودگی اور ذرائع آمدورفت مثلاً ہوائی جہازوں وغیرہ کی ایجاد سے ہونے والی آسانیوں سے حاجیوں کی تعداد میں بے پناہ اضافے کے بعد مسجد حرام میں تعمیر وتوسیع کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد شاہ سعود کے دور میں مسجد کی تاریخ کی سب سے بڑی تعمیر شروع ہوئی اور سابق ترکی تعمیر کی برآمدوں کے پیچھے دومنزلہ عمارت بنی۔ اس تعمیر میں مختلف دروازے بنائے گئے جن میں مسجد کے جنوب کی طرف سے چار میں سے پہلا اور بڑا دروازہ بنایا گیا

جس کا نام باب عبدالعزیز رکھا گیا۔ دوسرا بڑا دروازہ باب الفتح ہے جو شمال مشرق میں مروہ کے قریب ہے جہاں 12 جنوری 630ء کو فتح مکہ کے دن اسلامی لشکر نبی پاک ﷺ کی زیر قیادت مسجد حرام میں داخل ہوا۔ تیسرا بڑا دروازہ باب العمرہ ہے جو شمال مغرب کی طرف ہے اور جہاں سے نبی پاک ﷺ نے اپریل 629ء میں عمرے کی سعادت حاصل کی تھی جبکہ چوتھا بڑا دروازہ باب فہد ہے جو مغرب کی سمت ہے، ان کے علاوہ مختلف واقعات اور مقامات کی یاد میں مسجد کے دیگر دروازوں کے نام رکھے گئے ہیں۔ شاہ فہد بن عبدالعزیز کے زمانے میں تاریخ کی سب سے بڑی توسیع 1993ء میں مکمل ہوئی۔ مسجد حرام میں کچھ دینی آثار بھی ہیں جن میں مقام ابراہیم وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہو کر بیت اللہ کی دیواریں تعمیر کرتے رہے اور اسی طرح مسجد میں زمزم کا کنواں بھی ہے جو ایسا چشمہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ اور انکی والدہ ہاجرہ کے لئے نکالا تھا اور اسی طرح یہ بھی نہیں بھولا جا سکتا کہ اس میں حجر اسود اور رکن یمانی بھی ہیں جو جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں جیسے سنن ترمذی کی حدیث نمبر 804 سے واضح ہے مسجد حرام سے ملحق صفا اور مروہ کی پہاڑیاں بھی ہیں جنھیں قرآن کریم میں اللہ نے اپنی نشانیاں قرار دیا۔

مسجد حرام کی خصوصیات میں سے سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسے امن کا گہوارہ بنایا اور اس میں ایک نماز ایک لاکھ کے برابر ہے۔ محدثین نے حساب لگایا تو مسجد حرام کی ایک نماز کی فضیلت ایک لاکھ کے برابر کا مطلب یہ ہے کہ ایک نماز 55 سال 6 ماہ اور 5 دن کے برابر بنتی ہے اور مسجد حرام کے ایک دن کی 5 نمازیں 270 سال 9 مہینے 10 دن بنتی ہیں۔

علامہ محبّ الدین احمد بن عبداللہ طبری فرماتے ہیں نماز، روزہ کی ثواب کی کثرت والی روایات دلیل ہیں کہ ثواب کی یہ کثرت تمام نیکیوں میں ہوگی (منائح الکرام 234/1

مناسک النووی ص۴۰۷)اورامام حسن بصری فرماتے ہیں ایک روزہ ایک لاکھ روزوں کے برابراورایک درہم کا صدقہ ایک لاکھ دراہم کے برابر ہے بلکہ ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے(فضائل مکہ۔حسن بصری ص۲۱)۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں مسجد آج کے مقابلے میں بہت چھوٹی تھی ۔عثمانی دور میں مسجد تقریبا موجودہ صحن کے رقبے تک پھیل گئی سب سے عظیم توسیع سعودی حکومت میں ہوئی جس میں مسجد کو دور جدید کے معیارات کے مطابق بنایا گیا اور ائیر کنڈ یشنز اور برقی سیڑھیاں بھی نصب کی گئی اس وقت مسجد کی تین سے زیادہ منزلیں ہیں جن میں ہزاروں نماز ی عبادت کر سکتے ہیں۔

درج ذیل دروازے مسجد حرام کے مشہور ہیں۔

۱۔ باب الملک عبدالعزیز	۲۔ باب السلام
۳۔ باب الفتح	۴۔ باب اجیاد
۵۔ باب بنی شیبہ	۶۔ باب عمر
۷۔ باب جلال	۸۔ باب حنین
۹۔ باب اسماعیل	۱۰۔ باب الصفا
۱۱۔ باب بنی ہاشم	۱۲۔ باب علی
۱۳۔ باب العبا	۱۴۔ باب النبی
۱۵۔ باب الحجون	۱۶۔ باب المعلاۃ
۱۷۔ باب المدعی	۱۸۔ باب المروہ
۱۹۔ باب المحصب	۲۰۔ باب عرفہ

۲۱۔ باب منی
۲۲۔ باب القرارۃ
۲۳۔ باب الندوۃ
۲۴۔ باب الشمامیہ
۲۵۔ باب القدس
۲۶۔ باب المدینہ
۲۷۔ باب الحدیبیہ
۲۸۔ باب العمرہ
۲۹۔ باب الملک فہد

درج ذیل ائمہ مسجد حرام میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

۱۔ شیخ عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز السدیس
۲۔ شیخ سعود بن ابراہیم الشریم
۳۔ شیخ عبداللہ عواد الجہنی
۴۔ شیخ ماہر بن الحمد المعیقلی
۵۔ شیخ اسامہ بن عبداللہ الخیاط
۶۔ شیخ یاسر الدوسری
۷۔ شیخ صالح بن حمید
۸۔ شیخ فیصل الغزاوی
۹۔ شیخ صالح بن محمد بن ابراہیم آل طالب
۱۰۔ شیخ خالد الغامدی
۱۱۔ شیخ بندر بن عبدالعزیز بلیلہ
۱۲۔ شیخ محمد حسن بخاری

اب اپنی سرگزشت

پُرشکوہ عمارتوں کے دامن میں روحانیت سے معمور مارکیٹ سے آگے بڑھے تو سڑک پر ہی نماز فجر کے لئے صف بندی ہورہی تھی۔ مجمع شاہد بہت زیادہ تھا مگر ہم مسجد حرام کے اندر داخل ہونے کے لئے آگے بڑھے، آگے ایک چھوٹی سی اور مارکیٹ کا سامنا کرنا پڑا اسے جیسے ہی عبور کیا مسجد حرام کا صحن شروع ہو چکا تھا۔ ہر طرف انسان ہی انسان، ہم نے جوتے اتارے، مجمع ایک سمندری نہر کی طرح بیگانہ منزل رواں تھا اور ہم اس کے ساتھ بہہ رہے تھے۔ پاسداران حرم ہر اگلی جگہ مکمل ہونے پر رکاوٹیں کھڑی کر کے مزید مجمع کے اس طرف داخلے کو روک رہے تھے چنانچہ سب دروازے رکاوٹیں کھڑی کر کے بند کر دیئے گئے تھے۔ مسجد حرام کی چھت والا دروازہ ہی کھلا تھا اور مجمع اسی طرف بڑھ رہا تھا، ہم نہیں جانتے تھے کہ ہم کدھر جارہے ہیں؟ برقی سیڑھیوں سے منزل بہ منزل اوپر کی طرف، خدا جانے اس جم غفیر کے ہمراہ کہاں ادائیگی نماز ہوگی۔ مگر دل میں شاداں وفرحاں...... جو جگہ ملے زہے قسمت ......اس گناہ گار جبیں کے جھکنے کے لئے حرم کا ذرہ ذرہ جنت سے کم نہیں۔

لیجئے ہم چھت پر پہنچ گئے، مردوں کی صفوف اگلی جانب اور عورتوں کی پچھلی جانب ذرا ہٹ کے بنی تھیں۔ میں نے اہلیہ کو خواتین کی صفوف میں چھوڑا اور خود مردوں کی صف میں کھڑا ہو گیا۔ فجر کی سنتیں ادا کی اور ایسا لگا کہ یہی ادا ہوئیں اس سے پہلے معلوم نہیں کیا ہو رہا تھا۔ کعبہ خداوندی کو دیکھنے کے لئے نہایت اضطراب تھا۔ اللہ اکبر اس شادمانی میں اس قدر اضطراب؟

اقامت ہوئی تو اک عالم کیف طاری ہو گیا گویا،

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا ' عام دیدار یار ہوگا
سکوت تھا پر دہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا
گزر گیا اب وہ دور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہاں میخانہ' ہر کوئی بادہ خوار ہو گا
سنا دیا گوش منتظر کو' حجاز کی خامشی نے آخر
جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا پھر استوار ہو گا

جماعت شروع ہوئی' امام حرم نے جب قراءت شروع کی تو اک سماں بندھ گیا۔ وحی الٰہی اور مھبط وحی دونوں سامنے تھے اور آواز کا سوز نزول کا کیف طاری کئے ہوئے تھا۔ اللہ اکبر' کیا یہ وہی قرآن ہے جو ہمارے گھروں میں طاقوں میں رکھے ہوئے گرد آلود ہو چکا ہے؟ کیا یہ وہی نماز ہے جو ہم دن میں پانچ مرتبہ پڑھتے ہیں؟ یہ تلاوت کیا وہی ہے جو ہمیں برسوں بعد موقع ملے تو یوں بوجھل تھکے ماندہ انداز میں پڑھتے ہیں کہ حلقوم سے نیچے اس کا سوز اترنے نہیں پاتا؟ برسوں پہلے پڑھے جانے والے امام شاطبی کے اشعار اتنا خوبصورت عملی مظاہرہ پیش کریں گے اس کا تصور بھی نہ کیا تھا۔ حال جذب میں امام شاطبیؒ کے کہے جانے والے اشعار کو ذرا آپ بھی پڑھیے۔

وبعد فحبل الله فينا كتابه فجاهد به حبل العدا متحبلا
واخلق به اذليس يخلق جدة جديدا مواليه على الجد مقبلا
وقارئه المرضى قرمثاله كالاترج حاليه مريحا وموكلا
هو المرتضى اما اذا كان امة ويممه ظل الرزانة قنقلا
هو الحر ان كان الحرى حواريا له بتحريه الى ان تنبلا

وان کتـــاب الـلــه اوثـق شــافـع — واغـنـی غـنـاء واهبا متفضلا
و خیــر جـلیــس لایـمـل حدیثـه — وتـرداده یـزداد فیــه تجملا
وحیـث الـفتـی یر تاع فی ظلماته — مـن الـقبـر یـلقاه سنا متهللا
هــنــا لك یهـنیــه مـقیـلا وروضة — ومـن اجله فی ذروة العز یجتلا
یـنــا شـدفــی ارضــائه لحبیبه — واجـدر بـه سـئولا الیه موصلا
فیــا ایهــا الـقــاری بــه متمسکا — مـحـلا لـه فی کل حال مبجلا
هـنیـئــا مـریـئــا والداك علیهمـا — مـلا بس انوار من التاج والحلا
فـمـا ظـنـکـم بـالـنجل عندجزائه — اولـئك اهـل الله والصفوٰة الملا
اولو البر والاحسان والصبر والتقی — حـلاهم بها جاء القرآن مفصلا
عـلیك بهـا مـا عشت فیها منا فسا — وبـع نـفسك الدنیا بانفاسها العلا

(متن الشاطبیہ ص٦/٥)

نماز فجر ادا کی، میں نے کیا بلکہ ہر ہر عضو نے ادا کی، سلام پھیرا، عالم تھا حسرت و یاس کا، الٰہی کس ظلمت کدے میں ہم بس رہے ہیں جس میں اتنے خوبصورت قرآن اور اتنی دلکش عبادت سے آج تک روشناس نہ ہو سکے؟ قلب عاصی پر پڑے تہ بہ تہ دبیز پردوں نے آج تک اس لذت عبادت اور لطف تضرع و تخشع تک رسائی نہ ہونے دی۔ لگتا تھا کسی جنگل سے اٹھ کر انوار و تجلیات کے جلو میں آ گئے ہیں کسی ظلمت کدے سے روشن کدے میں...... کسی ویرانے سے آبادی میں...... یا پھر کوئی بدو چل کر ایمان لانے آئے ہیں اور زندگی گزاریں گے اس کے بعد......... حرم اور مسجد نبوی میں ہر نماز کے بعد عموماً نماز جنازہ کا بھی معمول ہوتا ہے، سینکڑوں بندگان خدا اپنی حیات فانی کے مقررہ لمحات وساعات مکمل کر کے میتوں اور

لاشوں کی صورت میں حرم لائے جاتے ہیں تاکہ اس نفیس و پاکیزہ ماحول میں انکی نماز جنازہ ادا کی جاسکے چنانچہ اعلان ہوا'

الصلوۃ علی الاموات والاطفال یرحمکم اللہ

ہم نے بھی دیگر کی ہمراہی میں نماز جنازہ ادا کی' اب نگاہیں کعبہ خداوندی کی متلاشی تھیں، دو اجنبی انسانیت کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں خس وخاشاک کی طرح بہے جارہے تھے مگر قدرے ہوش کے ساتھ' کعبہ خداوندی ہماری منزل تھی ایک بزرگ جو لباس اور حلیے سے پاکستانی لگ رہے تھے،ان سے دریافت کیا، کعبہ کدھر ہے؟ برقی سیڑھیوں پر نیچے کی طرف منزل بہ منزل جاتے جائیں، انھوں نے جواب دیا اور پوچھا کیا پاکستان سے؟ ہم نے اثبات میں جواب دیا اور ان سے پوچھا کہ آپ؟ گجرات ہندوستان سے' انھوں نے جواب دیا اچھا ہندوستانی وزیر اعظم نریندر مودی کے علاقے سے؟ ہم نے از راہ تفنن کہا' جی ہاں بد قسمتی سے' انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ہم برقی سیڑھیوں پر چڑھے وہ ہمیں نیچے منزل بہ منزل اسی صحن مسجد حرام میں لے آئیں، ہم باب الملک فھد سے اندر داخل ہو گئے، راستے میں دائیں طرف ایک بورڈ لگا تھا جس پر لکھا تھا ''الی صحن المطاف'' ساتھ ہی تیر کا نشان بھی بنا تھا ہم نشان کی سمت چلنے لگے ،سامنے ایک اور بورڈ تھا جو ہمیں دائیں طرف مڑنے کا اشارہ دے رہا تھا ہم جیسے ہی دائیں مڑے سامنے وہ خانہ کعبہ تھا جو مھبط انوارات بھی ہے اور محور تجلیات بھی' مظہر کرامات بھی ہے اور بیت جلال و جمال بھی' مرکز دین وحدی بھی ہے اور منزل برکات بھی' اللہ اکبر ....سرور و مسرت کے اس عالم کو الفاظ کی زبان نہیں دی جاسکتی گویا'

جستجو جس گل کی تڑپاتی تھی اے بلبل مجھے
خوبی قسمت سے آخر مل گیا وہ گل مجھے

خود تڑپتا تھا چمن والوں کو تڑپاتا تھا میں
تجھ کو جب رنگیں نوا پاتا تھا ' شرماتا تھا میں
میرے پہلو میں دل مضطر نہ تھا سیماب تھا
ارتکاب جرم الفت کے لئے بے تاب تھا

اللہ' اللہ اس گھر کی کس قدر رعنائی وزیبائی.............دلکشی اور دلفریبی..........کدھر سے چل کر میں کدھر آ گیا......جی ہاں میں.....جس کی حالت یہ تھی کہ

ہے مرے سینہ بے نور میں اب کیا باقی
لا الہ مردہ وافسردہ وبے ذووق نمود
چشم فطرت بھی نہ پہچان سکے گی مجھ کو
کہ ایازی سے دگرگوں ہے مقام محمود
کیوں مسلمان نہ خجل ہوں تری سنگینی سے
کہ غلامی سے ہوا مثل زجاج اس کا وجود
ہے تری شان کے شایان اسی مومن کی نماز
جس کی تکبیر میں ہو معرکہ بود و نبود
اب کہاں مرے نفس میں وہ حرارت وہ گداز
بے تب وتاب دروں مری صلوٰۃ و حدود
ہے میری بانگ اذاں میں نہ بلندی نہ شکوہ
کیا گوارہ ہے تجھے ایسے مسلماں کا سجود؟

کیا جلال تھا' بیت اللہ کا........الله اکبر' الله اکبر' الله اکبر'

لا الہ الا اللہ ' اللھم زد بیتک ھذا تعظیما وتشریفا ومھابة

وزدمن تعظیمه و تشریفه من حجه تعظیما وتشریفا ومهابة“

زبان سے دعاؤں کا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ جاری تھا، ہم ایک سمت کھڑے الحاح وزاری میں مشغول تھے،لوگ ٹڈی دل کی طرح اڈے چلے جارہے تھے، بیت اللہ پر سے نظر ہٹنے نہیں پا رہی تھی، نیچے سے اوپر تک ....اوپر سے نیچے تک ....دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں نگاہوں نے طواف تشکر کیا۔

دعا سے فارغ ہوکر کعبۃ اللہ کی جانب بڑھے‘ ہر بن مو پر جلال طاری تھا مگر اسی قدر جمال بھی،قدم قدم پر بھاری تھا؟ ذرا دیکھو کون کدھر جارہا ہے اور کس سمت بڑھ رہا ہے؟ مگر ساتھ ہی جمالی کیفیات بھی ہلچل مچائے ہوئے تھیں، جو بھی ہے نصیب کی بلندی اور مقام کی رفعت کی طرف بڑھ رہا ہے ....گناہ گار ضرور ہے مگر اتنا ہی خوش قسمت بھی...........خطا کار ہے مگر نوازش کرم کو بھی تو دیکھو.........ذرا دیکھو تو قابل نفریں کس مقام محبوبیت پہ لا کھڑا کر دیا گیا............نفسانیت کا گندہ کیسے پاکیزہ ومقدس ترین مقام تک پہنچا دیا گیا ہے..........گویا در بدر کو آج در مل گیا......اس رذیل وادنی عامی وخاطی کو دیکھ کر کوئی حسرت میں ڈوبا ہے............تو کوئی تعجب میں.........کوئی حسد میں ....تو کوئی رشک میں......مگر یہ میرے مولائے کریم‘ خداوند ذوالجلال کا معاملہ ہے، دنیا والوں کا نہیں جو اولاً تو احسان کی جزا دینا گوارہ ہی نہیں کرتے اور دیں بھی تو ناپ ناپ کر‘ مگر میرے خدائے لم یزل کی کریمانہ‘ رحیمانہ اور محبوبانہ اداؤں کو ذرا دیکھو‘ کتنا تحمل ....کتنی بردباری ....کس قدر برداشت ـــــــــــــــ۔اور فیاضی کا کیسا عالم ہے..........کس بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لایا........بلکہ اپنے سینے سے لگایا......حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہ کا کلام گویا نوک زباں پر تھا

الٰہی تیری چوکھٹ پر بھکاری بن کے آیا ہوں

سراپا فقر ہوں، عجز وندامت ساتھ لایا ہوں
بھکاری وہ کہ جس کے پاس جھولی ہے نہ پیالہ ہے
بھکاری وہ جسے حرص وہوس نے مار ڈالا ہے
متاع دین ودانش نفس کے ہاتھوں سے لٹوا کر
سکون قلب کی دولت ہوس کی بھینٹ چڑھوا کر
لٹا کر ساری پونجی غفلت وعصیاں کی دلدل میں
سہارا لینے آیا ہوں ترے کعبے کے آنچل میں
گناہوں کی لپٹ سے کائنات قلب افسردہ
ارادے مضمحل ہمت شکستہ ' حوصلے مردہ
کہاں سے لاؤں طاقت دل کی سچی ترجمانی کی
کہ کس جھنجال میں گزری ہیں گھڑیاں زندگانی کی
خلاصہ یہ کہ بس جل بن کے اپنی روسیاہی سے
سراپا فقر بن کر اپنی حالت کی تباہی سے
ترے دربار میں لایا ہوں اپنی اب زبوں حالی
تیری چوکھٹ کے لائق ہر عمل سے ہاتھ ہیں خالی
یہ تیرا گھر ہے تیرے مہر کا دربار ہے مولا
سراپا نور ہے ایک مہبط انوار ہے مولا
تیری چوکھٹ کے جو آداب ہیں میں ان سے خالی ہوں
نہیں جس کو سلیقہ مانگنے کا وہ سوالی ہوں
زباں غرق ندامت دل کی ناقص ترجمانی پر

خدایا رحم میری اس زبان بے زبانی پر
یہ آنکھیں خشک ہیں یا رب انہیں رونا نہیں آتا
سلگتے داغ ہیں دل میں جنھیں دھونا نہیں آتا

ہم صحن مطاف مھبط انوار میں پہنچ چکے تھے۔ جذبہ دل موجزن تھا۔ نیت کی'

اللهم انی ارید طواف بیتک الحرام فیسره لی وتقبله منی

ذرا سا دائیں کھسکے، حجر اسود کے بالکل سامنے......اللہ اللہ کیا نظارہ ہے...........کیا منظر ہے..............کیا عالم ہے اور کیا حال ہے .....سبحان اللہ..........ہاتھ اٹھائے..........کانوں تک اٹھائے...........ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی جانب کیا، وہ استلام کرنے کے لئے جس کی کیفیت کتابوں میں حسرت کے ساتھ جب پڑھا کرتے تو تصور میں طرح طرح کی تصویریں بناتے' زبان سے گویا ہوئے'

بسم الله ' الله اکبر' لا اله الا الله ' ولله الحمد والصلوٰة والسلام علی رسول الله ' اللهم ایمانا بک ووفاء بعهدک واتباعاً لسنة نبیک محمد ﷺ

اب حجر اسود کے دائیں طرف باب کعبہ کی سمت دیوانہ وار چلنے لگا' اولاً اضطباع کیا یعنی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اس کا سرا بائیں کندھے پر ڈالا اور چلنے لگا................پہلوانوں کی طرح........اکڑ کر یعنی رمل کر کے

خیالات نے کروٹ لی' حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اونٹ کی مہار تھامے ہیں سرور کائنات حرم میں طواف کے لئے تشریف لائے، افواہ اڑی مسلمانوں کو مدینے کی آب وہوا نے کمزور کر کے رکھ دیا ہے یہ کیا طواف کریں گے حکم ہوا ''رمل'' کرو۔ تمام صحابہؓ پہلوانوں کی طرح اکڑ کر چلنے لگے۔ عبداللہ بن رواحہ جوش وفرط جذبات میں کہنے لگے

حلوا بنی الکفار عن سبیله   الیوم نضر بکم علی تنزیله

ضرباً یزیل الهام عن مقیله   ویذهل الخلیل عن خلیله

ہٹ جاؤ کافرو سامنے سے' آج جو تم نے ہم کو روکا تو تلوار کا ہم وار کریں گے، وہ وار جو سر کو خوابگاہ سر سے علیحدہ کر دے گا اور دوست کے دل سے دوست کی یاد بھلا دے گا (شمائل ترمذی)۔

زبان سے دعائیں جاری تھیں ....مختلف حاجات وتمناؤں کے لئے ....مختلف دعائیں.........صف بستہ قطار اندر قطار.......جیسے پچھلی دعا اگلی دعا کی تکمیل کی منتظر ہو'

'اللهم انی اسئلك العفو والعا فية والمعافاة الدائمة فی الدین والدنیا والآخر والفوز بالجنة والنجاة من النار''

رکن یمانی پر پہنچ کر وردِ زباں ہو جاتا'' ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار''

دوران طواف کبھی زباں پر آتا

''اللهم ان هذا البیت بیتک والحرم حرمک والامن امنک والعبد عبدک وانا عبدک وابن عبدک وهذا مقام العائذ بک من النار' فحرم لحو مناوبشرتنا علی النار ' اللهم حبب الینا الایمان وزینه فی قلوبنا وکره الینا ' الکفر والفسوق والعصیان واجعلنامن الراشدین ' اللهم قنی عذابک یوم تبعث عبادک ' اللهم ارزقنی الجنة بغیر حساب'

کبھی زباں سے یہ دعا جاری ہوتی'

''اللهم انی اعوذ بک من الشک والشرک والشقاق

والنفاق وسوء الاخلاق وسوء المنظر والمنقلب فی الاعمال والاهل والولد،اللهم انی اسئلک رضاک والجنة واعوذ بک من سخطک والنار ،اللهم انی اعوذ بک من فتنة القبر واعوذ بک من فتنة المحیا والممات“

کبھی نوک زبان پر ہوتا

”اللهم اجعله حجا مبروراوسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وعملاصالحا مقبولا وتجارة لن تبور‘ یا عالم مافی الصدور اخرجنی یا الله من الظلمات الی النور‘ اللهم انی اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والسلامة من کل اثم والغنیمة من کل بر والفوز بالجنة والنجاة من النار‘ رب قنعنی بما رزقتنی وبارک لی فیما اعطیتنی واخلف علی کل غائبة لی منک بخیر‘

‘ کبھی زبان اس دعا میں مشغول ہو جاتی

”اللهم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لاظل الاظل عرشک ولا باقی الاوجهک واسقنی من حوض نبیک سیدنا محمدﷺ شربة هنیئة مریئة لانظما بعد ها ابدا ‘ اللهم انی اسئلک من خیر ما سئلک منه نبیک محمدﷺ واعوذبک من شر مااستعاذک منه نبیک سیدنا محمدﷺ ‘ اللهم انی اسئلک الجنة ونعیمها وما یقربنی الیها من قول اوفعل اوعمل واعوذبک من النار وما یقربنی الیها من قول او

فعل اوعمل ‘

‘ کبھی یہ دعا پڑھتا

”اللھم ان لک علی حقوقا کثیرة فیما بینی وبینک وحقوقا کثیرة فیما بینی وبین خلقک . اللھم ما کان لک منھا فاغفرہ لی وما کان لخلقک فتحملہ عنی واغننی بحلالک عن حرامک وبطاعتک عن معصیتک وبفضلک عن من سواک یا واسع المغفرة.اللھم ان بیتک عظیم ووجھک کریم وانت یا اللہ حلیم کریم عظیم تحب العفو فاعف عنی “

اور کبھی پڑھتا

”اللھم انی اسئلک ایمانا کاملا ویقینا صادقا ورزقا واسعا وقلبا خاشعا ولسانا ذاکرا ورزقا حلالا طیبا وتوبة نصوحا وتوبة قبل الموت وراحة عند الموت ومغفرة ورحمة بعد الموت والعفو عندالحساب والفوز بالجنة والنجاة من النار‘ برحمتک یا عزیز یا غفار ‘ رب زدنی علما والحقنی بالصالحین “

الٰہی وہ منظر کتنا سہانا تھا........تیرے شوق میں گرد کعبہ پھرنا...........کیا حسن ولطف رکھتا ہے ....کبھی دائیں تو کبھی بائیں......دیوانہ وار‘ فرط جذبات میں .....‘ سرمست وبے حال ......جیسے رحمتوں وانوارات کے متلاشی ہوں ....ہم ادھر آتے ہیں تو وہ دوسری سمت چلی جاتی ہیں اور ہم ادھر جاتے ہیں تو ادھر آجاتی ہیں......... یا رحمت وانوارت ...ہماری متلاشی تھیں کہ وہ ادھر آتی تو ہم ادھر اور وہ ادھر جاتی تو ہم ادھر‘ یا رحمت

وانوارات نے ہمیں پالیا ہوا ور ہم......فرط جذبات وشادمانی میں...ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر.... کے چکر لگا رہے ہوں غرض وہ ایسا موقع ہے جسے پیرا یہ الفاظ نہیں دیا جا سکتا....... ایک ایسا منظر جسے محسوس کیا جا سکتا ہے جامہ الفاظ پہنایا نہیں جا سکتا۔

یہ زبان بارگاہ خداوندی میں عرض بہ دعا ہے......حاجات ہیں جنکی تکمیل کو خداوند سے مانگا جا رہا ہے...........ضروریات ہیں جنھیں پورا کرنے کی التجائیں ہو رہی ہیں .....تمنائیں ہیں جنکے برآنے کی امید کی جارہی ہے.....آہ وزاری ہے کہیں بلند آواز سے .....تو کہیں خفیہ وآہستہ غرض

یہی در ہے جہاں شاہان دنیا سر جھکاتے ہیں
سوالی بن کے آتے ہیں، مرادیں لے کے جاتے ہیں
اسی گلشن میں تیرا غنچہ امید کھلنا ہے
اسی درگاہ سے مل جائے گا جو تجھ کو ملنا ہے

کی منظر کشی ہر ایک کے حال سے ہویدا تھی،طواف کے سات چکر پورے ہو چکے تھے ،اب حکم خداوندی ’’واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی ‘‘ متوجہ تھا،دوگانہ نوافل ادا کرنے کے لئے مطاف سے مقام ابراہیم کی سمت ہم پیچھے ہٹے اس طرح سے کہ مقام ابراہیم ہمارے اور کعبہ خداوندی کے درمیان تھا،نماز کے بعد نظر مقام ابراہیم کے گرد حصر بنے شوکیس پر پڑی.....آج بھی خلیل اللہ تعمیر بیت اللہ کے لئے اس پر کھڑے نظر آ رہے تھے اور اسماعیل گارا گوندھ کر ہاتھوں کو بلند کئے اپنے ابا جی کو پکڑا رہے تھے جسم اور کپڑے گارے میں گوندھے ہوئے.....،ہاتھ مٹی سے لت پت......تخیل میں کیا خوبصورت منظر کشی ہو رہی تھی.....دعا مانگی اور آب زم زم پینے کے لئے ہم زم زم کے ایک سمت رکھے گلابی رنگ کے کولروں کے پاس گئے....آب زم زم کا کنواں حرم شریف کے صحن میں نیچے تہ خانہ

میں ہے، عام طور پر زائرین کولروں سے آب زم زم پیتے ہیں، آب زم زم پینے کے بعد سعی کا مرحلہ درپیش تھا، ان دونوں کا آپس میں کتنا گہرا تعلق ہے؟ خیالات کا ہجوم تھا.....اللہ اکبر......آب زمزم کا چشمہ اسماعیل کے قدموں سے ابلتے......اور ہاجرہ صفاومروہ پر سعی کرتے نظر آرہی تھیں...شام سے حضرت ابراہیمؑ اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل......اور رفیقہ حیات ہاجرہ کو چٹیل صحرا وادی غیر زرع کی طرف لا رہے ہیں..ایک مشک پانی اور چند کھجوریں انہیں تھما کر واپس روانہ ہو گئے ہیں... پانی ختم ہو چکا اور اب پیاس لگنے لگی.... ہاجرہ لخت جگر کو اس حال میں دیکھ نہیں سکتی تھی.... پانی کی تلاش میں قریب صفا پہاڑی پر چڑھیں.... پانی نہ ملا واپس اتری.....اور مروہ پہاڑی کی طرف بڑھنے لگی درمیان میں نشیبی جگہ سے دوڑتے ہوئے....اب مروہ پہاڑ پر چڑھی.... وہاں بھی نہ ملا....لخت جگر کی تشنگی حضرت ہاجرہ کے قلب میں اضطراب پیدا کئے ہوئے تھی....صفاومروہ پر چڑھتے ہوئے نشیبی علاقے سے ہر مرتبہ دوڑتی.... تشنگی نے زادہ پیمبر کو تڑپا دیا.....وہ شیر خوار زمین پر پاؤں پٹخنے لگا تو ایڑیوں کے نیچے سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا.....اماں ہاجرہ واپس آئیں تو دیکھا.... پاؤں تلے چشمہ جاری ہے....مٹی سے گھیر کر کنواں بنانے لگی.....اور زبان سے کہنے لگی ....."زم زم" .....رک جا'.....رک جا'....اس کا نام ہی "آب زم زم" پڑ گیا۔

ہم اسماعیل کی ٹھوکر سے پھوٹنے والے اس چشمے سے سیراب ہو کر پانی پی چکے تھے.....چشمہ کی بے تابی آج بھی جاری ہے...اب ہم حضرت ہاجرہؑ کی سنت زندہ کرنے صفاومروہ کی تلاش میں نکلے....مطاف اور سمت خانہ کعبہ تک سے نابلد بھلا صفاومروہ کو کیا جانیں؟ تخیل میں صفاومروہ پیچیدہ و ناہموار پہاڑیوں کی تصویر قائم کئے ہوئے تھا.....جس سے اترنا' پھر چڑھنا درمیان میں سعی کرنا ایک مشکل مگر خوشگوار منظر پیش کر رہا تھا.......ایک بورڈ آویزاں تھا "الی المسعی" اور ساتھ ہی تیر کا نشان رہنمائی کر رہا تھا۔ ہم اس سمت بڑھے'

کسی سے دریافت کیا صفاومروہ؟اس نے بھی رہنمائی کی‘مطاف سے ہم’’مسعی‘‘ کی طرف جس سمت سے آئے اس سمت اولاہمیں’’میلین اخضرین‘‘ سے واسطہ پڑا‘ دیکھا لوگ دوڑ رہے ہیں مگرانہیں کیا ہوا؟ استفسار کیا.....صفاومروہ کس طرف ہیں؟ جناب آپ صفاومروہ کے درمیان’’میلین اخضرین‘‘ میں کھڑے ہیں.....مسئول نے جواب دیا........مگر صفا ومروہ؟ ہم نے پوچھا............تواس نے دائیں طرف صفااور بائیں طرف مروہ کا اشارہ کیا ....ہمیں خوشگوار حیرت ہوئی........سبحان اللہ اب یہ جبل صفا ہےاور نہ جبل مروہ......بلکہ ایک ہال ہے جو کسی قدر معمولی...غیرمحسوس....نشیب وفراز کوسموئے ہوئے....وہ پیچیدہ و ناہموار پہاڑی اور چڑھائی؟ تخیل کی خودتراشیدہ تصاویر پرہنسی آرہی تھی

چھت سے ڈھکا ہوا ایک خوبصورت ہال......ائیرکنڈیشنز اور رعنائی وزیبائی کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے.....اطراف میں سجے خوبصورت طاقوں میں.........قرآن کریم کے نسخے......دائیں بائیں زمزم زمزم کے پانی کے ٹھنڈے کولر.........اور نظافت وستھرائی کا وہ معیار جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔صفاومروہ کا کچھ حصہ محفوظ کر کے شیشہ لگا کر ڈیکوریشن کردیا گیا ہے.........جو مقام کے حسن کو دوبالا کردیتا ہے.........دکھنے میں جو کالے سیاہ پتھر ہیں........مگر اللہ اکبر کیا خوبی ومحبوبی؟ ایسا منظر کہ مولانا دریاآبادی مرحوم کے الفاظ میں’’یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کوئی عبادت کررہے ہیں....بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا دہلی کے چاندنی چوک یالکھنو کےامین آباد یاحیدرآباد کے چارمینار میں ٹہل رہے ہیں‘‘۔

مگر میری نظر میں مولانا دریاآبادی کی تشبیہ میں اگرتو وجہ تشبیہ راحت وسہولت ہو جو یقیناً ہوگی تو پھرتو درست ہے وگرنہ’’مسعی‘‘ کودہلی کے چاندنی چوک یالکھنو کےامین آباد یا حیدرآباد کے چارمینار کےساتھ تشبیہ دینا کسی طورقرین انصاف نہیں۔

اس خوبصورت وحسین مقام پرروحانیت ذرے ذرے سے ٹپکتی نہ صرف محسوس ہوتی

ہے بلکہ کھلی آنکھوں نظر آتی ہے، وہی طواف کی طرح دعاؤں کے مذاکرے.....التجاؤں کے مناظر......الحاح وزاری اور آنسوؤں کے جلو میں......قدموں کا اٹھنا یقیناً دید کو یادگار بنا کر رکھ دیتا ہے۔ہم حسب رہنمائی صفا کی طرف بڑھے' استقبال قبلہ کیا اور نیت کی

"اللھم انی ارید السعی بین الصفا والمروۃ سبعۃ اشواط لوجھک الکریم فیسرہ لی وتقبلہ منی "

پھر کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے تین مرتبہ تکبیر و تھلیل پڑھی اور عام چال سے مروہ کی سمت بڑھنے لگے، دعائیں یہاں بھی ہجوم در ہجوم ذہن پہ وارد ہو رہی تھیں، والدین' بہن بھائی' اعزہ واقارب' رشتے دار' تعلق دار' حلقہ احباب' اساتذہ وتلامذہ اپنے جامعہ فاروق اعظمؓ مری کا ایک ایک منتسب ومتعلق سب یاد آئے،سب کے لئے دعاؤں کا ہجوم تھا جو بمشکل سات چکروں میں تھما۔کوئی ڈیڑھ سو قدم چلنے کے بعد ''سبز لائٹنگ'' کا درمیانی مقام جسے اصطلاح میں ''میلین اخضرین'' کہا جاتا ہے آ گیا۔میں نے وہاں سے ہلکی دوڑ شروع کر دی کچھ سرپٹ بھاگ رہے تھے اور کچھ خواتین بھی .....اللہ اکبر! اتنی مشقت کے بعد اگر کسی عمل کی توفیق ملے تو اس کے لئے بھی احکام کو جاننا گوارہ نہیں کیا جاتا۔

ہم مروہ پر پہنچ چکے تھے وہاں بھی ایسا ہی منظر' مروہ کا کچھ حصہ اب ڈیکوریشن پیس بنا دیا گیا تھا،خوبصورت اور حسین....ہم صفا سے مروہ' مروہ سے صفا چلے.....چڑھتے اور اترتے رہے.... یہاں تک کہ سات چکر پورے ہو گئے اور ہر چکر میں بقول شورش کشمیری

''میں نے ہر پھیرے میں اس تنہائی کا مزہ پایا جو ہاجرہ کے ہمرکاب تھی''

دو رکعت شکرانہ ''مسعیٰ'' میں ہی ادا کی۔اتنا تھک جائیں گے اس کا احساس نہ تھا.....دل پر کیا عالم کیف وسرور طاری تھا....نہایت خوش ..بے حد وبے انتہا کیف مسرت ....ہر بن مو سے ہویدا تھی..........اب چلے حلق وقصر کروانے......کسی مناسب یا سستی

دکان کی طرف......مسجد حرام سے خارجی راستے کا کسی سے دریافت کیا؟ آپ کون سے باب سے نکلنا چاہ رہے ہیں؟ اس نے پوچھا..........کوئی بھی ہو بس باہر نکلنا ہے......ہم نے عرض کی......دیکھیں، یہاں ہر دروازہ ایک سمت کی طرف ہے.....آپ اپنے ہوٹل والا راستہ بتائیں میں اس کے مطابق آپ کی رہنمائی کروں گا....اس نے ہمیں شفقت سے سمجھایا...ہم نے اسے شارع ابراہیم الخلیل والی سمت بتلائی تو اس نے باب الملک فہد جہاں سے ہم داخل ہوئے تھے وہیں سے نکلنے کا کہا......لیکن وہ خاصا دور ہے آپ کوئی اور قریبی دروازہ بتادیں......ہم نے کہا....تو اس نے ایک طرف اشارہ کردیا.....،ہم اس طرف بڑھے اور بڑھتے چلے گئے.....چلے کیا بلکہ چلتے چلے گئے......مسجد حرام ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی...اللہ اکبر!اگر یہ قریبی ہے تو دور والے کا عالم کیا ہوگا؟ ہم دل میں سوچ رہے تھے......اللہ اللہ کر کے اس صحن میں واپس پہنچ گئے جہاں سے اندر گئے تھے۔ باہر حلاقین کے ایجنٹس ''حلق عشرہ ریال'' ''حلق عشرہ ریال'' نعرہ بلند کئے ......ہمارے سامنے یوں آ کھڑے ہوئے جیسے ہمارے استقبال کے لئے آئے ہوں۔ ہمیں بتلایا گیا تھا ''عشرہ ریال'' نہایت زیادہ ہیں اس لئے اس سادگی کا شکار نہ ہونا...بس ہمیں ان پر غصہ آ گیا...یہ ہمیں سادہ سمجھتے ہیں کیا؟ ہم ان کے نرغے میں آ جائیں گے کیا؟ ہماری ہوشیاری کی حس بھڑک اٹھی....ہم جلال میں تیز قدموں کے ساتھ آگے کی سمت بڑھ گئے مگر اگلے حالات دیکھنے کے بعد اپنی ہوشیاری پر غصہ آنے لگا....ہر سو صدائے عشرہ ریال.....اور جس سے کمی کی کہیں وہ ہم پر غضبناک ہو جاتا......حرم کی حدود میں اللہ کے مہمانوں پر یہ گرانی؟ دل پر گراں بار ہوئی...ایک ایجنٹ کے ہمراہ ''ثمانیہ'' اور ''تسعہ'' پر لڑتے لڑتے چل پڑے...وہ دکان بھی بہت دور نکلی.....لگتا تھا کہ وہ ''تسعۃ'' میں ریال واحد کی کمی چلا چلا کر پوری کرنا چاہ رہا ہے، بالآخر چل چل کر ایک دکان تک پہنچ ہی گئے ،اہلیہ کو قینچی تھمائی.......انہوں نے ایک

طرف پردے میں اپنا قصر خود کیا..ہم اب کرسی پر بیٹھ گئے...........حلق ہو گیا........اللہ اکبر اس کے ساتھ ہی ہم حلال ہو گئے۔عمرہ بفضل اللہ تعالیٰ ومنہ وکرمہ مکمل ہو گیا۔تھکاوٹ اور بھوک کا شدید غلبہ تھا، ادھر ہی ایک ہوٹل پر.......... بلکہ خوبصورت ہوٹل پر....ناشتے کے لئے بیٹھ گئے، سعودیہ میں تقریبا 9 بج رہے تھے.....فون کی گھنٹی بجی...... والد محترم نے عمرے کی پوچھا اور مبارک باد دی......ناشتہ کیا اور تھکاوٹ سے چور چور قدم لے کر ''فندق افواج التوبۃ۲'' واپس آ گئے۔

ظہر تک آرام کیا.....غسل کر کے عام لباس پہنا اور خراماں خراماں ....مسجد حرام کی طرف جانے لگے......دن کی روشنی میں حرم کی حسن ودلکشی ہر سو عیاں تھی.........ہم چل رہے تھے..... یا ٹہل رہے تھے......کچھ کہنا مشکل تھا....ذرے ذرے کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے...ہم دوبارہ مسجد حرام پہنچ چکے تھے.......نماز ظہر کے بعد طواف کیا اور پھر کعبۃ اللہ کے سامنے دیدار کے لئے بیٹھ گئے۔اہلیہ خواتین کے مختص حصے میں.....اور میں کعبۃ اللہ کے بالکل سامنے.....مطاف کے قریب....کعبۃ اللہ اور طواف کرنے والوں کا نظارہ کرنے لگا' غلاف بیت اللہ کے چاروں طرف چڑھا ہے اور اس پر آیات قرآنی منقش ہیں....... غلاف سے لپٹا بیت اللہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔اللہ اللہ کیا جمال ہے........میری حالت وہ تھی.....جس کی منظر کشی.......استاد محترم حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی مدظلہ نے ان اشعار میں کی

حرم کی مقدس فضاؤں میں گم ہوں
میں جنت کی ٹھنڈی ہواؤں میں گم ہوں
میں بے گانہ ہو کر ہر اک ماسوا سے
بس اک آشنا کی وفاؤں میں گم ہوں

زبان جہاں گنگ ہیں لفظ ششدر
تخیل کی ایسی فضاؤں میں گم ہوں
میں کعبے کے بے آب ورنگ پتھروں سے
کرم کی اڈتی گھٹاؤں میں گم ہوں

طواف کرنے والوں کو دیکھتا......ٹولیوں میں اور فردا فردا...... کالے گورے رنگ رنگ کے لوگ........طواف میں مشغول تھے مگر ایک افسوسناک امر یہ تھا کہ اکثر تصاویر وویڈیوز بنانے میں مشغول تھے۔طواف کعبہ اور غفلت کی انتہا؟ اللہ اکبر یہ کس قبیل کے لوگ ہیں جنھیں خوف خدا نہیں....خوف سزا نہیں.....خوف عدم قبولیت دعا نہیں.... مادیت ،نمود اور دکھلاوا کس انتہا تک پھیل چکا ہے..... امت روحانیت سے زیادہ مادیت سے مرعوب.....اخلاص سے زیادہ نمود کی طرف مائل.......اور اخفائے خیر کے بجائے دکھلاوے کی طرف.....راغب ہوچکی ہے........اس گھر کا جلال اور حجر اسود کی وجہ اسودیت بھی انکے پتھر دل میں سوز وگداز پیدا نہیں کر پا رہی.....کب سدھریں گے.....اگر یہاں بھی نہ سدھرے تو؟ ایسوں کی سدھار کی انتہا خداوند کریم نے ''حتی زرتم المقابر'' بیان فرمائی۔

ایک اور قابل تاسف امر کہ خود کی راحت رسانی کے لئے ایذائے دیگر سے دریغ نہ کرنا تھا، ہاتھوں میں ہاتھ دیئے.... بلکہ ایک دوسرے سے پیوست....ایک دل آتی... پچھلا اگلے کے ساتھ کھچا ہوا جاتا....اس کا احساس کئے بغیر.....کہ کتنے ضیوف کرام کو کچلے جاتے ہیں۔حجر اسود، ملتزم اور حطیم پر اک محشر برپا ہوتا ہے......کمزور، نحیف، بوڑھے تو رہے....اچھا خاصا صحت مند بھی......ہمت کرتے ہچکچاتا ہے اور پھر جسے موقع مل جائے وہ پیچھے ہٹنے کا نام تک نہیں لیتا.....وہ گھر جس نے انسانیت کو ایثار وہمدردی کا درس دیا وہاں یہ خودغرضی...... اور پھر وہ بھی عبادت میں ثواب کی امید رکھ کر؟ انا للہ وانا الیہ راجعون، کیا حماقت ہے؟

کس کس کو سمجھایا جائے؟ اچھے خاصے مہذب ومعزز بھی وہاں غیر سنجیدہ طرزِ عمل اپنا لیتے ہیں.........ایک بیت اللہ ہے جس میں حطیم کے نوافل پر لڑائیاں کی جارہی ہیں اور ایک محلے وشہروں کی ویران مساجد کا حال ہے جہاں فرائض کے لئے کوئی آمادہ عمل نہیں....... حجرِ اسود کو بوسہ....کہ وہ جنت کا پتھر ہے مگر جس انسان کے لئے وہ جنت بنائی گئی....اسے دھکے، تکالیف اور شدائد میں مبتلا کیا جارہا ہے...ایک مقام ابراہیم ہے کہ ابراہیم کے قدموں کے نشانات پر مرے مٹے جارہے ہیں اور ایک اسی ابراہیم کے پوتے محمد عربی فداہ ابی وامی کے دین کا حال ہے.....کہ مرمٹ جائیں گے عمل نہ کریں گے.....کعبۃ اللہ کو ہاتھ لگانے کے لئے بے تاب......مگر اس کی طرف جبیں جھکانے کے لئے کوئی تیار نہیں......اللہ اللہ مزاج کا یہ بعد..... یہ غیر مستقل مزاجی....حالت میں یہ افراط وتفریط...اور اعمال کی یہ چستی وکوتاہی..... فضائل کے اہتمام میں رذائل کا ارتکاب..........یہ مگر ہمارا اجتماعی المیہ ہے۔

22 اور 23 فروری مسجد حرام میں بیت اللہ کے اردگرد ہی گزر گئی۔ کچھ اپنے پاکستانی احباب بھی ملے مگر عربی جبے ورومال زیب تن کئے جیسے کوئی عرب ہو' چال' ڈھال اور ظاہری حلیہ غرض بادی النظر میں ہر قسم کی شباہت اختیار کئے صرف زبان سے پکڑے جاتے' میں سوچنے لگا' اللہ اکبر' انسان کس قدر منفعل ہے' ماحول کے سانچے میں کتنا جلدی ڈھل جاتا ہے ...ایک طرف اپنا ماحول کہ...... اولاً تو تقلید مغرب کا' اس قدر غلبہ کہ اپنے لباس کو زیب تن کرنا معیوب قرار پائے اور اگر پہن بھی لیا تو اس لباس میں تصرفات اس قدر کہ وہ بھی انگریزی لگنے لگے اور دوسری طرف یہ اہتمام.........مگر بعد میں دیکھ کر افسوس ہوا کہ وطن واپس پہنچنے پر اسی رطب ویابس کی زیب وزینت میں ہی مشغولیت گویا عربی شباہت اور سنت کے اہتمام کے لئے حدود حرم طے کی گئی ہوں۔

23فروری بعد از عشاء طواف بیت اللہ کے بعد جاتے ہوئے راستے میں ہی اگلے دن مقامات مقدسہ کی زیارات کا مشورہ کر لیا۔اسی وقت سے طبیعت میں فرحت اور بشاشت محسوس ہونے لگی۔فندق افواج التوبہ ۲ پہنچے اور بنظر غائر ہوٹل کا مشاہدہ کیا.....اس سے قبل تو اشتیاق دیدار بیت اللہ نے کسی اور طرف التفات ہی نہ کرنے دیا تھا....ہوٹل دیدہ زیب جلوہ آرائی پیش کر رہا تھا۔کمرہ 222اس سمت واقع تھا کہ کھڑکی سے مکہ ٹاور نظر آ رہا تھا....مکہ ٹاور کے سر پر لگی گھڑی اور اس کے گرد آیات قرآنی کی گردش.......ایسا لگ رہا تھا کہ مکہ ٹاور کے سر پر آیات قرآنی کا عمامہ باندھا ہوا ہو۔موسم قدرے گرم تھا مگر رات کے وقت ٹھنڈی ہوائیں گرمی کی شدت کا مقابلہ کرتی ...کھڑکی سے باہر شارع الھجر ۃ مسحور کن منظر پیش کر رہی تھی ۔ٹریفک دائیں سمت پر رواں...جدہ سے نئے آنے والے معتمر ین کو بسیں شارع الھجر ۃ اور شارع ابراہیم الخلیل پر اتارتیں...انکے جذبات واضطراب کے مشاہدے سے سرور ملتا...معتمر ین حرم کی طرف یوں لپکتے جیسے مچھلی خشکی سے سمندر کی طرف لپک رہی ہو۔غرض ایسا ماحول جسے دیکھا ہی جا سکتا ہے لکھا نہیں۔کمرہ نمبر 222 میں حرم کی رعنائی وزیبائی کو سوچتے سوچتے...روحانیت ومادیت کی چادر اوڑھے میں سو گیا۔

زیارات مکہ مکرمہ

☆☆☆☆☆

شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی

چوبیس فروری جب ہم زیارات کے ارادے سے ناشتہ کرنے کے بعد شارع الھجر ۃ پر پہنچے تو سورج مکہ کی پہاڑیوں سے ابھر رہا تھا۔ دل میں جذبات کا تلاطم بپا اور سینہ میں عشق رسالت ابل رہا تھا۔ آج ہم ان مقامات کے لئے رخت سفر باندھے ہوئے تھے جن سے اسلام نے وجود پکڑا.... جہاں کا ذرہ ذرہ اپنے سینے میں ایک تاریخ رکھتا ہے، جن مقامات نے اپنی نگاہوں سے اسلام کا نشیب وفراز دیکھا، محمد عربی فداہ ابی وامی اور صحابہ کرام جیسے اولو العزم نفوس قدسیہ بھی اور ہم جیسے ننگ دین وملت بھی..... جہاں اسلام نے عظیم ترین تکالیف وشدائد میں اپنی جلیل المرتبت، ہستیوں کی وفاؤں اور آج راحت وآسائش کی کوکھ سے جنم لینے والے مادر پدر آزاد لوگوں کی جفاؤں کو دیکھا۔

ائیر کنڈیشن کار میں ہم سوار .....دل غرق ندامت تھا..........قریش کے جوروظلم کی عبرت ناک داستانیں سامنے تھی۔ جب ٹھیک دو پہر ہو جاتی......تو وہ غریب مسلمانوں کو پکڑتے، چلچلاتی دھوپ اور ریتلی زمین کے گرم توے اور بسا اوقات کوئلے بچھا کر اس پر اسلام کے ان عظیم نفوس کو لٹا دیا جاتا...... سینے پر بھاری پتھر رکھ دیئے جاتے.....مگر وہ سرور کائنات کا دامن چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوتے....مکہ کے پہاڑوں کے سینے کاٹتی سڑک

.....سے گزرتے ہوئے طبقات ابن سعد کا تذکرہ خباب بن الارت گویا سامنے تھا۔کوہ صفا کی تلی میں واقع حضرت ارقم کے گھر چھپ کر سرور کائناتؐ کی صحبت سے مستفید ہوتے........قریش نے کون سا ظلم تھا جو ان سے روا نہ رکھا مگر یہ پیکرعزیمت وسراپا استقامت کلمہ حق سے سرموانحراف گوارہ نہ کرتا......ایک دن کوئلے جلا کر زمین پر بچھائے گئے .....خباب بن الارت کو اس پر لٹا دیا گیا...ایک شخص چھاتی پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا تا کہ کروٹ نہ بدل سکے..... یہاں تک کہ اس جبل استقامت کی پیٹھ کے نیچے کوئلے ٹھنڈے پڑ گئے مگر اندر ایمان کے شعلے ابھی بھڑک رہے تھے۔

اللہ اکبر‘یہاں کہیں ہی حبشی النسل‘امیہ بن خلف کا غلام بلال حبشی احد احد کرتے پھر رہا ہوگا ......جسے امیہ پکڑتا...جلتی بالو پر لٹاتا...پتھر کی چٹان سینہ پر رکھ دیتا کہ جنبش نہ کرنے پائیں اور حکم دیتا کہ اسلام سے پھر جاؤ‘بلال زبان حال سے فرماتے.......تو جاں جسم سے نکال سکتا ہے مگر ایمان دل سے نہیں نکال سکتا........یہیں کہیں بستا ہوگا........وہ یمن سے آیا ہوایاسر.......جس کی شادی ابوحذیفہ مخزومی......اپنی کنیز سمیہ سے کرواتا ہے.....غریب الدیار مکہ میں بسنے والے.......اس درویش کا اکلوتا بیٹا عمار.......کہیں محمد عربیؐ کا تذکرہ سن لیتا ہے کوہ صفا کے دامن میں.....ارقمؓ کے گھر حاضری دے کر....سرور کائنات سے جان نثاری کی بیعت کر لیتا ہے..قریش کو پتہ چلنے پر اسے گرم زمین کے توے پر رکھ کر اس قدر پیٹا جاتا کہ بے ہوش ہو جاتا مگر ایمان کا ہوش نہ کھوتا۔

وہ بے چاری کنیز سمیہ............جس نے ابھی تک عشرت کے خواب.......آنکھوں میں سجا رکھے تھے........بہتر مستقبل کی خوابیں دیکھا کرتی.....مگر محمد عربیؐ کے پیغام پر لبیک کہا........ابوجہل ملعون نے شرمگاہ پر برچھا دے مارا......وہ دل میں سینکڑوں حسرتیں رکھے آخرت سدھار گئی...... یہ تاریخ اسلام کی وہ پہلی خاتون تھیں جنھوں نے اپنے لہو کے

قطروں سے اس سرزمین مکہ کو رنگین کیا تھا۔

ذرا دیکھو اس کے غریب الدیار شوہر ''یاسرؓ '' کا کیا حال ہوا.....تڑپ تڑپ کر جان' جان آفریں کے سپرد کر دی ہے مگر محمد ﷺ کا کلمہ نہیں چھوڑا۔

روم سے چل کر آنے والے بلکہ لائے جانے والے اس صہیب کو دیکھو......جس کا باپ سنان کسریٰ کی طرف سے ابلہ کا حاکم ہے یہاں سرزمین مکہ میں عبداللہ بن جدعان کا آزاد کردہ غلام بنا ہوا ہے۔ ابلہ کے حکمران کا یہ دیوانہ بیٹا کیوں اس حرم میں اتنا پٹ رہا ہے کہ حواس مختل ہو گئے۔

ارے دیکھو تو........یہ صفوان بن امیہ کا غلام ''ابوفکیہ'' ہیں......... پاؤں میں رسی اور تپتی زمین پر گھسیٹ کر لے جایا جا رہا ہے۔ تماشا بین تضحیک آمیز سلوک کر رہے ہیں مگر یہ غلام شدائد کو سہہ کر بھی محمد عربی کے دامن میں دکھوں کا مداوا کروانے پہنچ جاتا ہے۔

اس لبینہ کنیز کو دیکھو.....وہ ذرا زنیرہ باندی پر بھی نظر ڈالو....... یہ نہدیہ اور ام عبس باندیوں کو دیکھو......... اور ارقم کے دروازے میں کھڑے اس عامر بن فہیرہ کو دیکھو...........کیا ہوا ان غلاموں' لونڈیوں اور باندیوں کو؟ کس نے انہیں بغاوت پر اکسا دیا؟ کس نے ان میں آگ لگا دی کہ اب ظاہری آگ بھی ان پر اثر نہیں کر رہی؟

میرے محمدؐ کا غلاموں اور باندیوں پر مشتمل یہ مختصر سا قافلہ....انہیں گلیوں میں پھرتا ہوگا ......ظلم سہتا ....آہیں وسسکیاں بھرتا ....اور محمد عربی کے گلے کے ساتھ لگ کر.......ایسے روتا ہوگا جیسے مظلوم بچہ اپنی ماں کے گلے کے ساتھ لگ کر روتا ہے....جس محمدؐ نے اپنے درویشوں کو اس آگ کا ایندھن بنتے دیکھا تھا...وہ کیسے شفیق نہ ہوتا.........اسے بارگاہ خداوندی میں کیسے ''بالمؤمنین رؤف رحیم'' کا لقب نہ ملتا.....وہ کیسے اپنی اس مسکین جماعت کے لئے ''رحمت للعالمین'' کا لقب نہ پاتا۔ یا رسول اللہ' دیکھیے تو......آج آپ

کے ان درویشوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کون آیا ہے؟ جس کا دامن سیاہ کاریوں سے بھرا............بداعمالیاں جس کی سرشت میں ......سرتاپا نفسانیت کی گندگیوں میں اٹا پڑا.......جس کا باطن اس کے ظاہر سے بدتر......عقیدت کی پلکیں بچھا کر......ان عظیم المرتبت نفوس کی راہوں میں اپنی سیہ کاریوں سے درگزر کی التجا کرنے آیا ہے۔اے ''لا تقنطوا من رحمۃ اللہ'' کے منادی........اپنے اس محبوب کے صدقے جس کے عشق نے عالم کو مسخر کر کے رکھ دیا مجھے معاف فرما....میں اس سرزمین پر کھڑا ہوں...جہاں محبوب دو جہاں پر کوڑا کرکٹ پھینکنے کا گناہ ہوا..........تو نے اسے معاف کر دیا..... جہاں سرور کائنات کی پیٹھ پر اوجھڑی پھینکنے کا گناہ ہوا...........تو نے اس گناہ کے مرتکب ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کو ایمان دے کر اسکی نسلوں میں دین کو زندہ کیا.......جہاں میرے محبوب کو لوگوں نے پتھر مارے.......تو نے جبرائیلؑ کو بھیجا بھی...مگر پھر بھی معاف کر دیا.....جہاں تیرے دیوانوں کے مختصر قافلے پر ظلم و ستم کے وہ پہاڑ ڈھائے گئے جس سے تاریخ انسانیت کانپ اٹھتی ہے تو نے پھر بھی نہ صرف ان لوگوں کو معاف کیا بلکہ ان کی سرزمین کو مرکز اسلام بنا ڈالا۔ جہاں سے تیرے محبوب کو نکالنے کا گناہ ہوا مگر تو نے اس سب سے صرف نظر کیا۔اے معافی کو پسند کرنے والے خدا مجھے معاف فرمادے۔(آمین)

AC کار میں بیٹھے ہوئے میں اندر کی جس آگ میں جل رہا تھا اس کی تپش میں ہی محسوس کرسکتا تھا۔ٹیکسی ڈرائیور لاہور کا رہائشی ،نہایت خوش اخلاق انسان تھا اور مقامات مقدسہ اور انکے تاریخی پس منظر کا گہرا علم رکھتا تھا،ہمیں اولاجبل ثور پر واقع غار ثور رلایا۔

جبل ثور

یہ پہاڑ مکہ مکرمہ سے ساڑھے چار کلومیٹر جنوب میں واقع ہے۔اس پہاڑ کی بلندی 759 میٹر ہے یعنی یہ پہاڑ جبل نور سے 120 میٹر زیادہ اونچا ہے۔ثور کی چوٹی کا رقبہ تقریباً 30 مربع میٹر ہے۔غار ثور اسی پہاڑ میں واقع ہے۔

غار ثور

تقریباً ایک میٹر چوڑا یہ غار ایسا ہے جس کا طول 18 بالشت اور عرض 11 بالشت ہے۔اس کا چھوٹا دھانہ تقریباً نصف میٹر کھلا ہے جبکہ غار میں سیدھے کھڑے ہوں تو سر چھت سے لگتا ہے۔یہ وہ غار ہے جس میں آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے چھپے تھے اور تین دن تک ادھر ہی رہے۔

ہماری گاڑی جبل ثور کے دامن میں ایک مختصر سی کار پارکنگ میں رکی' ڈرائیور نے بتایا ہم جبل ثور پر پہنچ چکے ہیں۔گاڑی کا دروازہ کھولا اور میں بے اختیار پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ کچھ اوپر چڑھا جہاں سے غار بالکل واضح تھا......رکا .....اور دیکھنا شروع کیا.....دیکھا کیا....بس دیکھتے ہی رہ گیا........خیالات نے کروٹ لی' قریش دارالندوۃ میں اجلاس عام کر رہے ہیں... ہر قبیلے کا سردار موجود ہے......اسلام کے اس آفتاب کو اب عرب دنیا کے افق پر چڑھنے نہیں دینا...... یہ اجلاس کا ایجنڈا تھا۔مشورہ کرنے والے ایک سے بڑھ کر ایک ....عتبہ ہے تو جبیر بن مطعم بھی ہے......ایک کونے میں نضر بن حارث.......تو دوسری طرف ابوالبختری......ابن ہشام بھی رائے دے رہا ہے......اور زمعہ بن اسود بھی.......حکیم بن حزام ہو...... یا نبیہ و منبہ ....امیہ بن خلف ہو........ یا ابوجہل..... ایک سے بڑھ کر ایک دشمن اسلام۔

کسی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ نعوذ باللہ محمدؐ کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال کر مکان میں بند کر دیا جائے۔کسی کے خیال میں جلاوطن کر دینا بہتر ہے مگر ابوجہل نے کہا ہر قبیلہ سے

ایک شخص کا انتخاب ہوا اور پورا مجمع مل کر ایک ساتھ تلواروں سے ان کا خاتمہ کر دیں۔اس صورت میں ان کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا اور آل ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔سب کا اتفاق ہوا' قدرت خداوندی سب پر ہنسی'' ومکروا ومکر الله ''.. فیصلہ ہو چکا تھا سب مٹیں گے..... باقی صرف محمد عربیؐ اور ان کا دین ہی رہے گا۔تسلی دے دی گئی آج مکہ کا شرک تدبیر خداوندی کا مقابلہ کرنے جا رہا ہے........حکم ہوا'' لا تحزن ان الله معنا'' میرے محبوب ہم آپ کے ساتھ ہیں' کفار نے گھر کا محاصرہ کیا' قدرت نے ان پر غنودگی طاری کی' سرور کائنات انکو سوتا چھوڑ کر نکل گئے ....تلاش کے لئے نکلے ....غار کے دھانے پر پہنچے ...دفعتہً ببول کا درخت اگا.....ٹہنیوں نے پھیل کر آنحضرتؐ کو چھپا لیا.....ساتھ ہی دو کبوتر آئے......گھونسلہ بنا کر وہاں انڈے دے دیئے' قدرت نے عقول ماؤف کر دیں....کفار لوٹ گئے....زمانے نے'' والله خير الماكرين '' کی عملی تفسیر دیکھی۔

میں ذہن میں تاریخ کے اوراق پلٹ رہا تھا......جبل ثور کے سیاہ کالے پتھروں سے نورانیت پھوٹ رہی تھی.......جبل ثور کا ہر ذرہ گویا مجھ پر غضبناک ہو..........اوئے نافرمان اس محمد عربی فداہ ابی وامی کے..........جس نے دین تجھ تک پہنچانے کے لیے کتنے معرکے سر کئے........کس قدر تکالیف وشدائد برداشت کیں.........آ ہمارے دامن کو چاک کر کے دیکھ ذرا.......کہ ہم نے اس نبی امی کے کتنے غم چھپا رکھے ہیں؟

غار کا دھانہ دیکھا تو اپنے بے توکلانہ مزاج پر گھن آنے لگی.....میرا نبی امی توکلا علی اللہ غار میں داخل ہوا....اسباب ومتاع والے آئے مگر ببول کے درخت اور کبوتر کے انڈوں نے انکی عقلوں کو ماؤوف کر دیا.........تو آج اپنے روزگار میں توکل خدا سے بے بہرہ ہے.... میرے ضمیر نے مجھے جھنجھوڑا۔

غار ثور گویا مجھ سے مخاطب ہو........اومزاج کے آوارہ جوان......آ تجھے میں صدیق اکبر کے بیٹے عبداللہ کی نوخیز جوانی کی محبوب کائنات سے وہ عاشقانہ ادائیں دکھاؤں...... جنھوں نے عبداللہ کو سرمدی بخشی ......آ تجھے عبداللہ بن زبیرؓ کی ماں اور صدیق اکبر کی بیٹی اسماء کے حالات دکھاؤں ....کہ اپنے نطاق (کمر بند) پھاڑ کر سرور کائنات کے لئے کھانا باندھ کرلاتی۔

آ تجھے صدیق اکبر کے غلام عامر بن فہیرہ کا جذبہ ایمانی دکھاؤں ....کہ ان پیچ دار پہاڑوں سے راستوں کو تراش کر نہ صرف خود جاتا بلکہ اس نبی امی کی واحد غذا دودھ کے لئے بکریوں کو بھی دن بھر چرا کر لے جاتا......اے عشق کے دعویدار ....نفسانیت کے بچاری.....تجھے ان نفوس قدسیہ سے کیا نسبت؟ خواہش تک کو قربان نہ کر سکنے والے........ دیکھ محمدؐ کے پروانے کیا تک قربان کرنے کے لئے بے تاب ہوتے؟

آنکھوں سے بہتی آنسوؤں کے ساتھ..........غرق ندامت دل میں گویا ہوا اے خدا......تو نے اپنے کرم' اپنے فضل اور بے انتہا عنایات سے.......سرتا پا عصیاں میں ڈوبے ....مجھ عاصی کو اس مقدس مقام پر لا کھڑا کیا......جس کے ذرے ذرے سے نورانیت پھوٹ رہی ہے.....اب اسی کرم' اسی فضل اور اسی عنائیت کے صدقے ....میری سفینہ حیات کو عصیاں کے بھنور سے نکال دے۔ میرے وجود کو زندگی کا قرینہ نصیب فرما اور میرے ہر لحظہ زیست کو تقرب کا ذریعہ بنا۔ خدا کی قسم غار ثور کے سیاہ کالے پتھروں کو قرب مصطفویؐ نے وہ زیبائی ورعنائی نصیب کی جو نیویارک' لندن' مانچسٹر' لنکا شائر' گلاسکو' برمنگھم' واشنگٹن اور شکاگو کی کوٹھیوں ومحلات کو بھی نصیب نہ ہوسکی۔ ان سیاہ پتھروں کی جاذبیت نے حفیظ جالندھری کی حس لطافت کو کیسے بھڑکایا..........ذرا آپ بھی پڑھیے۔

ہوئے آزاد باطل کے حصار قہر سے دونوں

ابھی کچھ رات باقی تھی کہ نکلے شہر سے دونوں
ترے فرزند اب مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے
تری پاکیزگی کا وعظ تک کہنے نہیں دیتے
جدائی عارضی ہے پھر بھی دل کو بے قراری ہے
کہ تو اور تیری خدمت مجھ کو دنیا سے پیاری ہے
یہ فرماتا ہوا آگے بڑھا اسلام کا ھادی
سرا سر موم ہو کر رہ گئی یہ سنگ دل وادی
چڑھائی سخت تھی سنگین وناہموار رستہ تھا
نکیلے پتھروں کا فرش تھا پر خار رستہ تھا
نبی کے پائے نازک ہر قدم پر چوٹ کھاتے تھے
دل صدیق کے جذبات زخمی ہوتے جاتے تھے
نہ دیکھا جا سکا ہائے محمد کی جراحت کو
بصد اصرار کندھوں پر اٹھایا شان رحمت کو
اندھیرا پتھروں کے ڈھیر کوہ نور کی گھاٹی
خدا ہی جانتا ہے یہ مسافت جس طرح کاٹی
بالآخر دو مسافر نزد غار ثور آ ٹھہرے
مقدر تھا یہیں نورانیوں کا قافلہ ٹھہرے
گئے اندر ابوبکر اور زمیں کو صاف کر آئے
عبا کو چاک کر کے روزنوں میں اس کے بھر آئے

بہتی آنکھوں اور بوجھل قدموں کے ساتھ.......سینکڑوں حسرتوں کو دل میں دبائے

..........میں جبل ثور سے کیا اپنی بلندی قسمت سے نیچے اترنے لگا۔ان سیاہ پتھروں اوراس پیچ دار پہاڑ نے میرے دل میں عشق ومحبت کی آ گ لگا دی تھی اور میں اسی آ گ میں جلتا ہوا واپس گاڑی میں بیٹھ گیا۔گاڑی تیزی کے ساتھ خراٹے بھرتی جبل نور کے دامن میں پہنچ گئی۔ڈائیور نے بتایا یہ وہی پہاڑ ہے جس میں غار حرا واقع ہے۔

جبل نور۔غار حرا

اجمالی تعارف

مکہ مکرمہ کے مشرق میں ساڑھے چار کلومیٹر کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے جسے جبل نور کہا جاتا ہے، یہ پہاڑ مکہ سے طائف جانے والے راستے پر سڑک سے تقریبا چند میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔سطح سمندر سے اس پہاڑ کی بلندی 639 میٹر ہے۔جبل نور دامن میں کچھ پھیلاؤ رکھتا ہے اور پھر اس کے بعد قریبا سیدھا اوپر کو اٹھتا چلا جاتا ہے تاہم اس کی چوٹی نوکیلی نہیں ۔ پہاڑ کے دامن میں نصف کلومیٹر تک راستہ ہموار ہے اور آ گے چڑھائی شروع ہوجاتی ہے اوپر چڑھنے کا راستہ مشرقی سمت سے ہے اور چکر کھاتے ہوئے اوپر جاتا ہے۔

غار حرا

مکہ مکرمہ کے قریب واقع پہاڑ جبل نور میں واقع ایک غار جہاں پہلی وحی نازل ہوئی، یہ غار پہاڑ کی چوٹی پر نہیں بلکہ اس تک پہنچنے کے لئے ساٹھ ستر میٹر نیچے مغرب کی سمت جانا پڑتا ہے۔نشیب میں اتر کر راستہ پھر بلندی کی طرف جاتا ہے جہاں غار حرا واقع ہے۔ غار پہاڑ کے اندر نہیں بلکہ اس کو پہلو میں تقریبا خیمے کی شکل میں ذرا باہر کو ہٹ کر ہے۔کم وبیش نصف میٹر موٹے اور پونے دو میٹر تک چوڑے اور تین چار میٹر لمبے چٹانی تختے پہاڑ کے ساتھ اس طرح ٹکے ہوئے ہیں کہ متساوی الساقین مثلث جیسے منہ والا غار بن گیا ہے

جسکا ہر ضلع اڑھائی میٹر لمبا اور قاعدہ تقریبا ایک میٹر ہے۔ غار کی لمبائی سوا دو میٹر ہے اور اسکی اونچائی آگے کو بتدریج کم ہوتی گئی ہے۔ غار کا رخ ایسا ہے کہ سارے دن میں سورج اندر نہیں جھانک سکتا، نبی کریمؐ جب چالیس سال کے ہوئے تو آپ چندروز کی خوراک ساتھ لے کر جبل نور پر آتے اور اس غار میں غور وفکر اور عبادت فرماتے تھے۔ اسی غار میں ایک روز حضرت جبرائیل امین نمودار ہوئے اور نبی ﷺ پر سب سے پہلی وحی نازل کی۔ جس کے ذریعے باری تعالیٰ نے آپ کو نبی آخرالزماں مبعوث کیا۔

میں غار حرا کے دامن میں کھڑا تھا..... کتنی مقدس سرزمین پر گناہوں کی نجاستوں سے کتنا آلودہ آیا ہے؟ غار حرا کا دھانہ دیکھا....... محمد عربی فداہ ابی و امی آج بھی محو مراقبہ نظر آ رہے تھے..... فرشتہ غیب اترتا ہوا اور سرور کائناتؐ سے کہتا ہوا نظر آ رہا تھا ''اقـــــــرء'' میرا نبی جواب دیتا ''مـا انا بقاری ''''اقرء''اور''مـا انا بقاری '' کا یہ مکالمہ بلکہ مباحثہ چل رہا تھا کہ یکا یک سرور کائنات کا باطن قابل تحمل بن جاتا ہے۔ زبان اقدس سے جاری ہوتا ہے'

''اقرء باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من علق، اقرء وربک الاکرم . الذی علم بالقلم. علم الانسان مالم یعلم''

اسلام کا سورج اس مبارک وحی کے ساتھ طلوع ہو چکا تھا، جہالت وسفاہت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھٹنے لگے تھے''ظلمت بعضها فوق بعض '' کا ماحول''نور علی نـور '' کے مقام پر جلوہ افروز ہونے والا تھا، مجھے آج بھی سرور کائنات کے جلال الہیٰ سے لبریز جسم....... جس پر کپکپی طاری تھی نظر آ رہا تھا۔ میری ماں خدیجۃ الکبریٰ کی تسلی کے الفاظ ......اللہ اکبر ایک کیف طاری کئے ہوئے'..... نگاہیں''فـرجع به رسول الله یرجف رداء ہ'' کے مقام ورا ستے کی متلاشی تھیں..... فرمایا....... میری ماں خدیجہ سے زملـونی '

زملونی 'لقد خشیت علی نفسی ...... اللہ اکبر کیا خوبصورت جواب ام المومنین نے دیا.....فرمایا

کلا ' واللہ ما یخزیک اللہ ابدا

ہرگز نہیں......اللہ کی قسم' اللہ آپ کو کبھی رسوانہ کرے گا

اللہ اللہ.............کیا کیا فرمایا'

انک لتصل الرحم .....وتحمل الکل .....وتکسب المعدوم.....وتقری الضیف.....وتعین علی نوائب الحق

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کیا خوبصورت فرمایا کہ

دوسرے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کی جتنی انواع ہو سکتی ہیں وہ ساری حضرت خدیجہؓ نے اس قول میں جمع فرمادیں،

اور اس کلام کی القائی شان پر حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی زیدہ مجدہ فرماتے ہیں

''مذکورہ تفصیل سے واضح ہوا کہ یہ حضرت خدیجہ کے الفاظ نہیں ہیں کیونکہ نبی کو تسلی دینے کیلئے کسی انسان کے بس کا کام نہیں کہ وہ نبی کو تسلی دینے کے لئے اپنی طرف سے الفاظ گھڑ لے بلکہ یقیناً اللہ تعالی کی طرف سے ان کلمات کا حضرت خدیجہؓ پر القاء ہوا تھا کہ یہ ہوگی تو میرے نبی کو تسلی ہو جائے گی ۔ (انعام الباری ج اص ۲۲۱)۔میرے دل میں اضطراب تھا اور ''فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد'' کی تکلیف کا احساس تھا۔ یہ وہ جگہ تھی جسے سرور کائنات نے اپنی خلوتوں اور عبادتوں کے لئے پسند کیا تھا بلکہ ''حبب الیہ الخلاء'' کے مطابق خود رب لم یزل نے مھبط وحی بنانے کیلئے اس مقام کو پسند کیا۔نگاہیں ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی کی متلاشی تھیں جو تلاش حق میں شام تک پھر آیا تھا اور شرک وبدعات کے تنفر کے سبب اب عیسائی ہو چکا تھا۔ایک بوڑھا جواب

بصارت سے محروم ہو چکا تھا.....سے ہماری ماں سرور کائناتؐ کے متعلق فرماتی ہیں

یا ابن عم .... اسمع من ابن اخیک

اللہ اکبر.............قربان جاؤں زبان کی اس لطافت پر ......خیالات سمیٹیے اور دیکھیے ورقہ بن نوفل کی طرف.....کہہ رہے ہیں

یا ابن اخی ....ماذا تری

حضور ماجرا بیان فرما رہے ہیں ....ذرا اس بوڑھے کے جوان جذبات کو دیکھیے ....کیا فرما رہے ہیں

"یا لیتنی فیھا جذع...... لیتنی اکون حیا اذ یخرجک قومک"

کاش آنے والی پر کھٹن منازل میں...میں جوان ہوتا.....تو تیرے قدم کے ساتھ قدم ملاتا.....زندہ ہوتا تو تیری مدد کرتا...جب لوگ تجھے مکہ سے نکالیں گے ....محمد عربیؐ فداہ ابی وامی کو یہ بات بحر حیرت میں مستغرق کرنے والی تھی......فرمایا

او مخرجی هم؟

ورقہ..........کیا وہ مقام جسے"**احب البلاد الی**" کا درجہ حاصل ہے میں اسی سے نکال دیا جاؤں گا۔

کیا بصیرت افروز جواب تھا.ورقہ بن نوفل کا................عرض کیا

نعم... لم یات رجل قط بمثل ماجئت به الاعودی وان یدرکنی یومک انصرک نصرا موزرا.

مجھے آج اپنے آوارہ مزاج پر گھن آ رہی تھی.......یہ ایک نصرانی اندھے، بوڑھے کے جذبات تھے......جو اپنے نحیف بدن کو پورے مکہ کے شرک کے سامنے......محمد عربی فداہ

ابی وامی کا سہارا بن کر مقابلے کے لئے لا رہا تھا......وہ ورقہ ..جو باضابطہ دعوت سے پہلے فوت ہو گئے مگر انکی بلندی مرتبت اور جلالت شان تو دیکھیے کہ سرور کائنات فرماتے ہیں کہ میں نے ان پر جنت کے اندر سندوس کپڑے دیکھے ہیں یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن مندہ اور حافظ ابن سکن جیسے اساطین علم انھیں صحابہ کرام میں شامل فرماتے ہیں۔

میری نظر میں اگر حافظ ابن مندہ کے قول کو دیکھا جائے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد اول ایمان لانے والی ہستی ورقہ بن نوفل ہونگے........کالے پتھروں سے آج بھی نورانیت پھوٹ رہی تھی، پیچیدہ راہوں سے میرے مصطفیٰ کی عزم و ہمت ہویدا تھی........ دل کی اندھیر نگری میں ندامت کی کسک اٹھ رہی تھی۔ غار حرا سے میری مختصر سی رفاقت نے جس گوشہ قلب کو چھوا.....لذت دیدار وہاں اب تک قائم ہے۔ کچھ بوڑھوں، جوانوں، بچوں یہاں تک کہ عورتوں کو دیکھا کہ غار حرا کے پرخطر راستوں کو عبور کر رہے ہیں.......اس مقام کو دیکھنے........... جہاں سید الملائکۃ کا نزول مسعود ہوتا......سرور کائنات کے قلب اطہر پر جہاں کلام الٰہی کا نزول ہوتا.........جہاں جبرائیل امین اور خاتم النبیین کے مابین ''اقــرء'' اور ''مــا انــا بقــاری'' کا خوبصورت مکالمہ ہوتا.....جہاں جبرائیلؑ میرے مصطفیٰ کو پکڑ کر بھینچتے .....اور سرور کائنات اس کی منظر کشی ایسے فرماتے

فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد

ان پیچیدہ راہوں سے مجھے آج بھی محبوب کائنات اپنا زاد راہ لے کر کبھی چڑھتے .....اور کبھی اترتے......نظر آ رہے تھے.....حرا کے اس غار میں مراقبے کے لئے سر جھکائے اور اشتیاق خداوندی سے بے قرار ......رسوم جاہلیت اور عبادت اصنام سے کنارہ کش.......آیئے اور دیکھیے......جبل نور کا پتھر پتھر....چٹان چٹان.........بلکہ خاک کا ذرہ ذرہ.......تمہیں محبوب کائنات کے بیتے لمحات کی حسین یادوں میں مخمور نظر نہ آئے تو

کہنا......میرے مصطفیٰ کی نبوت کے دلائل پہ بحث کرنے والے آئیں اور دیکھیں....مکہ سے مدینہ تک کا ہر ہر ذرہ مصطفیٰ...کے لگنے والے قدموں کی برکت سے......عجب حالت بے خودی میں مست وسرشار ہے.......ان کالے پتھروں، عظیم چٹانوں، چٹیل میدانوں، ریتلے صحراؤں اور بیابان جنگلوں سے دیوانہ وار جذب انہی نعلین مبارک کا فیضان ہے۔

میں جبل نور کے دامن میں تاریخ کا صفحہ بہ صفحہ منطبق کر رہا تھا اور دل کچھ اس کیف میں مبتلا تھا کہ

میرے کہستاں! تجھے چھوڑ کے جاؤں کہاں
تیری چٹانوں میں ہے میرے اب وجد کی خاک
تیرے خم وپیچ میں میری بہشت بریں
خاک تیری عنبریں، آب تراتاب ناک

ڈرائیور نے متوجہ کیا واپسی کا وقت ہو چکا ہے......آہ......جبل نور سے ظلمتوں کا مسافر جانے والا تھا.......اگلی منزل عرفات کی سمت..........گویا

چشم حیراں ڈھونڈتی اب اور نظارے کو ہے
آرزو ساحل کی مجھ طوفان کے مارے کو ہے

میدان عرفات۔جبل رحمت

کچھ تاریخی پس منظر میں

جبل رحمت

میدان عرفات میں واقع ایک پہاڑ ہے جس کا نام جبل رحمت ہے۔ جسے جبل عرفہ بھی کہا جاتا ہے۔ عرفہ عربی میں اونچی اور نمایاں جگہ کو کہتے ہیں، اس لئے اس پہاڑی کا نام یہی پڑ گیا۔ جبل رحمت کا قطر تقریبا 100 میٹر ہے اور یہ تقریبا 60 میٹر بلند ہے۔ یہ پہاڑی ہلکے سبزی مائل چھوٹے بڑے پتھروں اور بھر بھری مٹی سے بنی ہوئی ہے۔ جبل رحمت پر سفید لوح عین اسی جگہ ایستادہ کی گئی ہے جہاں نبیؐ کی اونٹنی قصواء حجتہ الوداع کے روز کھڑی تھی۔ جبل رحمت کے چاروں طرف میدان عرفات ہے۔

میدان عرفات

مقام عرفہ یا عرفات، مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق میں جبل رحمت کے دامن میں واقع ہے جہاں وقوف عرفات جیسا حج کا بنیادی رکن ادا کیا جاتا ہے، یہ میدان مکے سے تقریبا 16 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

عرفات سال کے 354 دن غیر آباد رہتا ہے اور صرف ایک دن 8 سے 10 گھنٹوں کے لئے 9 ذی الحجہ کے دن ایک عظیم الشان شہر بنتا ہے، یہ 9 ذی الحجہ کی صبح آباد ہوتا ہے اور غروب آفتاب کے ساتھ ہی اس کی تمام آبادی رخصت ہو جاتی ہے اور حجاج ایک رات کے لئے مزدلفہ میں قیام کرتے ہیں۔ دور جاہلیت میں قریش نے حرم سے متعلق دیگر بدعات کے علاوہ مناسک حج سے وقوف عرفات کو بھی خارج کر دیا تھا۔ قبل از

اسلام دیگر لوگ تو عرفات تک جاتے تھے لیکن قریش مزدلفہ سے آگے نہ بڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں اس لئے حرم کی حدود سے باہر نہیں نکلیں گے لیکن نبیؐ حجتہ الوداع کے موقع پر ارشاد خداوندی کے تحت عام لوگوں کے ساتھ خود بھی عرفات تک گئے ۔

گاڑی خوبصورت شاہراؤں پر لٹو ہو کر چل رہی تھی ،دل میں جذبات کا تلاطم بپا تھا......محمد عربی فداہ ابی وامی انہی پگڈنڈیوں سے اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر عرفات کی سمت بڑھے تھے......اللہ اکبر......کتنا عظیم سفر ہے........اور کیسی عظیم منزل...... لیجئے ہم میدان عرفات پہنچ چکے ہیں........ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔گاڑی مسجد نمرہ کے سامنے آ کر رکی ۔میدان عرفات میں قدم کیا رکھا........خیالات کا ہجوم امڈ آیا۔ ہر سمت تاریخ کا ایک ایک صفحہ بول رہا تھا۔مسجد نمرہ کی سمت بڑھا تو اپنے مصطفیٰ کے کمبل کا خیمہ نظر آ رہا تھا......جوق در جوق صحابہ کرام فرط جذبات میں سرور کائنات کی طرف لپکے جا رہے تھے۔آوازیں گویا اب بھی سماعتوں سے ٹکرا رہی تھیں ۔

السکینہ........ یا ایھاالناس

السکینہ.......... یا ایھا الناس

ہم صبح کے وقت عرفات کے مقام نمرہ میں پہنچے تھے مگر آج بھی وہ دیکھو دوپہر ڈھلتی نظر آ رہی تھی....کمبل کے خیمہ سے محبوب کائنات اپنی اونٹنی قصواء پر سوار میدان عرفات کی طرف بڑھ رہے تھے....... جبل رحمت پر تشریف لائے ......اپنی اونٹنی قصواء پر ہی..... تاریخ کا وہ عظیم خطبہ دیا.......جس کی مثال تاریخ انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے........ ایک ایک لفظ تقدیر امم......تشکیل معاشرہ اور تعمیر افراد کے لئے کافی.....کسی سمت سے آواز آ رہی تھی؛

الا کل شی من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع

ارے سنیے تو...............

'ایھا الناس :الا ان ربکم واحد وان ابا کم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لا سود علی احمر الا بالتقویٰ''

ذرا خاموش تو ہوں...... یہ کیا آواز آ رہی ہے؟

ارقاء کم ارقاء کم ...... .اطعموھم مماتاکلون......و اکسوھم مما تلبسون

میں مسجد نمرہ میں اہلیہ کے ہمراہ داخل ہوا....بتایا گیا مسجد سال میں صرف یوم عرفہ ہی کو کھلتی ہے ...... باہر برآمدہ کھلا تھا.......اہلیہ عورتوں والی جانب اور میں دروازے کے سامنے عبادت میں مشغول ہو گیا......نماز کیا پڑھی.......اشکوں کا سیل رواں تھا......... خداوند ذوالجلال کس نفسانیت کے گندے کو کہاں پہنچا دیا.........میرے مصطفیٰؐ کے کمبل کے خیمہ میں.......آج میں خود کو دیکھ رہا تھا......حال کیا تھا بے حال تھا.....تشکر وامتنان کے آنسوؤں میں.......ہچکیاں بندھ گئی۔

رب العالمین۔ میں کیا ہوں؟ تو مجھے مجھ سے بہتر جانتا ہے، ذلت ورسوائی کے قابل کو.........عزت وشرافت کے مقام تک .....تو نے پہنچایا ایک ایسا مقام جس کے متعلق تیرے محبوب نے فرمایا

''اعظم الناس ذنبا من وقف بعرفة فظن ان الله لم یغفر له''

اگرچہ یوم عرفہ نہیں مگر مقام عرفہ تو ہے میں اس جگہ پر تیری بارگاہ میں الحاح وزاری کرتا ہوں جسے تیرے محبوب نے میدان عرفات میں اپنے خیمے کے لئے پسند کیا۔اے خدا سیاہ کار کو معاف فرما اور گم گشتہ راہ کو ہدایت تامہ نصیب فرما۔ کچھ اور لوگ بھی الحاح وزاری

میں مشغول تھے۔ سبحان اللہ کیا عالم کیف تھا........ گویا بھٹکے ہوؤں کو منزل مل گئی...... یا گم گشتہ راہوں کو ہدایت مل گئی ہو.......معاصی کے خوگر آج اپنے رب کو منا رہے ہیں ....سننے اور پڑھنے سے زیادہ.......... یہ منظر دیکھنے کے قابل ہے۔

مسجد نمرہ سے نکل کر ہم جبل رحمت کی سمت بڑھ گئے، وہ جبل رحمت جہاں میرے محبوب اونٹنی پر سوار تشریف لائے تھے.....ہم نے دیکھا ایک بے ڈھنگا سا راستہ اس سفید لوح کی طرف............اوپر کی سمت جا رہا ہے........... جہاں محبوب کائنات نے خطبہ دیا تھا۔ ہم پیچ وخم کھاتی، کچی وپیچیدہ سیڑھیوں سے اوپر چڑھے..........ایک چھوٹی سی جائے نماز بنی ہوئی تھی جہاں بمشکل 10 آدمی کھڑے ہو سکیں، ہم نے نماز ادا کی۔ جبیں سجدہ میں جھکائی تو اٹھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا........میرے مصطفیٰ کا مقام خطاب........اللہ اللہ...... کھڑے ہو کر نگاہ میدان عرفات پر ڈالی، صحابہ کرام کا احرام میں ملبوس مجمع سامنے کھڑا ہے ، سرور کائنات مزید فرما رہے ہیں

"ان کل مسلم اخو المسلم وان المسلمین اخوة. دماء الجاھلية موضوعة وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربيعة بن الحارث ،ربا الجاھلية موضوع واول ربا اضع ربانا عن ربا عباس بن عبدالمطلب، فاتقو الله فی النساء، ان لکم علی نسائکم حقا ولھن عليکم حقا، ان د ما ئکم واموالکم عليکم حرام کحرمة یومکم ھذا، فی شھر کم ھذا فی بلد کم ھذا الی یوم تلقون ربکم، وانی قد ترکت فيکم ما لن تضلو بعده ان اعتصم به کتاب الله، ان الله عزوجل قداعطی کل ذی حق حقه فلا وصية لوارث، الولد للفراش وللعاھرا لحجر

وحسابهم على الله ' من ادعى الى غير ابيه وانتمى الى غير مواليه فعليه لعنة الله ' الا لا يحل لامراة ان تعطى فى مال زوجها شيئا الاباذنه . الدين مقضى والعارية موداة والمخة مردودة والزعيم غارم"

خطبہ ہو چکا تو حضرت بلالؓ کو حکم اذان ہوا....اذان دی لاکھوں کے مجمع پر ایک کیف طاری تھا.....ظہر وعصر کی نمازیں سرور کائنات نے اکھٹی پڑھائیں اور موقف تشریف لائے اور قبلہ رو ہو کر دعا میں مشغول ہو گئے۔

جبل رحمت پر ہم نے خاصا وقت گزارا.... سیڑھیوں پر کچھ مرد وخواتین بیٹھے بھیک مانگ رہے تھے........حیرت ہوئی اور میں سوچنے لگا اللہ اکبر کس مقام رفعت پر بیٹھے یہ لوگ دنیا والوں کے سامنے جھولی پھیلائے ہوئے ہیں.......امت کا ایمان اس قدر کمزور ہو گیا کہ جہاں ساری کائنات طویل اسفار کی صعوبتیں برداشت کر کر کے داتائے حقیقی سے مانگنے آتی ہے وہاں پر اس داتائے حقیقی سے منہ موڑ کر سائلین سے بھیک مانگی جارہی ہے....... جہاں سرور کائنات نے موقف میں کھڑے ہو کر رب العالمین سے گڑ گڑا کر دعائیں اور التجائیں کیں وہیں پر خداوند سے اعراض کر کے اس کی مخلوق سے سوال کیا جارہا ہے۔ جہاں سرور کائنات کے مخصوص انداز دعا کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ یوں نقل فرماتے ہیں کہ

"رايته عليه السلام يدعو بعرفة يداه الى صدره كالمستطعم المسكين"

میں نے سرور کائنات کو عرفات میں اس طرح دعا مانگتے دیکھا جیسے کوئی بھوکا مسکین اپنا ہاتھ سخی داتا کے آگے پھیلائے ہوئے ہو.......وہاں اسی ہیت میں غیر اللہ کے سامنے دست دراز بڑھایا جارہا ہے۔

ایک بڑھیا نے ہماری طرف ہاتھ بڑھایا....میں دہشت میں مبتلا ہو گیا فوراً جیب سے کچھ نکالا پیش خدمت کیا...دل میں ندامت کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں......خداوندا امت کا ایمان سطحی بنیادوں پر کھڑا ہے جہاں پر کروڑوں نہیں اربوں جبینیں تیری بارگاہ میں جھکیں.....کھربوں ہاتھ تیرے حضور حصول عطا کے لئے اٹھے......اربوں بے کسوں نے اپنے دامنوں کو تیری رحمتوں سے بھرا..........وہاں چند حالات کے مارے.....بے کسی کی اس انتہاء......... پر کھڑے ہیں کہ..........جہت عطا کی طرف چنداں التفات نہیں کرتے۔

غرض عرفات نے ہمارے ذہنوں میں ایک یادگار نقش قائم کیا...عاشقانہ اداؤں اور محبوبانہ مقامات کے تخیل کو جامہ الفاظ پہنایا نہیں جا سکتا کہ ہم بحث کر سکیں کہ.....وہاں کیا پایا اور ہم نے کیا کیا.......البتہ شورش کاشمیری کی منظر کشی عرفات سے متعلق ہمارے احساسات کے قریب ضرور ہے.........آپ بھی پڑھیے ، شورش لکھتے ہیں

> ''علم یہاں ٹھہرتا نہیں ، یہ عشق کی نگری ہے' عرفات جویان راہ کے لئے نہیں دانا یان راہ کے لئے ہے .یہ خبر کی نہیں نظر کی بستی ہے ..یہ عفت قلب ونگاہ کا مامن ہے .... یہ مسیح کی دار اور کلیم کا سینا ہے ....یہ نور وسرور کی گزرگاہ اور آرزو ونیش آرزو کی منزل گا ہ ہے یہاں زمانے کی رداء مخرام ہو کر نکلتی اور گردش زمانہ اذن لے کر چلتی ہے...... یہ کلیم وخلیل کے راز ہائے سربستہ کی فاش گوئی ہے... یہ نیاز وناز اور سوز وگداز کا پڑاؤ ہے.......اس کی ہواؤں اور نواؤں میں نبوت کے سانس ہیں....... یہ بیشہ تحقیق نہیں بیشہ عشق ہے... یہاں سپہ کی تیغ رانی اور نگاہ کی تیغ بازی کو متاع خسروی عطا ہوتی ہے.......... یہاں علم کو شریعت اور عشق کو معرفت ملتی ہے ...... یہ نقطہ وصل ہے .....حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی ملاقات یہیں ہوئی تھی ......جبرائیل

امین نے یہیں حضرت ابراہیمؑ کومناسک حج سکھائے تھے(شب جائے کہ من بودم ص۱۰۹)۔

عرفات سے واپسی پرڈرائیورمنتظر نگاہوں کے ساتھ ہمیں تک رہا تھا،ہمیں محسوس ہوا کہ ہماری عقیدت مندانہ کارگزاری اس کے اضطراب کا باعث بن رہی ہے۔عرفات کا لق ودق میداں ہم چھوڑنے والے تھے......دل میں کیفیات کی کشاکش برپا تھی.......عشق کی آگ میں جھلستا ہوا گاڑی میں بوجھل دل وقدم کے ساتھ آ بیٹھا......گاڑی اگلی منزل کی طرف خرائے بھرنے لگی۔

دائیں سمت دیکھیے......ڈرائیور بولا' متوجہ ہوئے تو ایک بے ہنگم پہاڑی کے دامن میں مرتب پتھروں کی ایک مسلسل دیوار گویا ہمارے ساتھ دیوانہ وار بھاگ رہی ہو یہ نہر زبیدہ ہے' ڈرائیور گویا ہوا وہ تاریخی پس منظر بیان کرنے لگا مگر ہم شاید اس سے مستغنی تھے۔

نہر زبیدہ

کچھ تاریخی پس منظر

یہ ایک نہر ہے جو خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے بنوائی چنانچہ یہ اسی کے نام سے موسوم ہے۔

ام جعفر زبیدہ بنت جعفر بن ابو جعفر منصور ہاشمی خاندان کی چشم و چراغ تھیں، یہ خلیفہ ہارون الرشید کی چچا زاد بہن اور بیوی تھیں ان کا نام ''امتہ العزیز'' تھا، انکے دادا منصور بچپن میں ان سے خوب کھیلا کرتے تھے۔ ان کو ''زبیدہ'' (دودھ بلونے والی متھانی) کہہ کر پکارتے تھے۔ چنانچہ سب اسی نام سے پکارنے لگے اور اصلی نام بھول ہی گئے، یہ نہایت خوبصورت اور ذہین و فطین تھیں۔ جب جوان ہوئیں تو خلیفہ ہارون الرشید سے انکی شادی ہوگئی، یہ شادی بڑی دھوم دھام سے ذوالجہ 165ھ بمطابق جولائی 782ء میں ہوئی۔ ہارون الرشید نے اس شادی کی خوشی میں ملک بھر سے عوام و خواص کو دعوت پر بلایا اور مدعوین کے درمیان اس قدر زیادہ مال تقسیم کیا جس کی مثال تاریخ اسلامی میں مفقود ہے، اس موقع پر خاص بیت المال سے اس نے پانچ کروڑ درہم خرچ کئے، ہارون الرشید نے اپنے خاص مال سے جو کچھ خرچ کیا وہ اس کے علاوہ تھا۔

نہر زبیدہ جس کی تعمیر اسی زبیدہ بنت جعفر سے جڑی ہوئی ہے کی تعمیر کا سبب یہ تھا کہ زبیدہ نے مال کی قلت کے سبب حجاج کرام اور اہل مکہ کو درپیش مشکلات اور دشواریوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو اس نے مکہ میں ایک نہر بنانے کا ارادہ کیا اس سے پہلے بھی وہ مکہ والوں کو بہت زیادہ مال سے نوازتی رہتی تھی اور حج و عمرہ کے لئے مکہ آنے والوں کے ساتھ اس کا سلوک بے حد فیاضانہ تھا۔ اب نہر کی کھدائی کا منصوبہ سامنے آیا تو مختلف علاقوں سے

ماہر انجینئرز بلوائے گئے، زبیدہ دجلہ کے کنارے بیٹھی موجوں کا لطف اٹھا رہی تھی کہ انجینئروں نے حاضر ہو کر اخراجات کا گوشوارہ پیش کیا، زبیدہ نے گوشوارہ دجلہ میں پھینک دیا اور کہا

ترکنا الحساب لیوم الحساب

ہم نے حساب کو یوم حساب یعنی قیامت کے دن کی خاطر چھوڑ دیا

مزید کہا

''جس شخص کے پاس ہمارا کچھ رہ گیا ہو ہم نے اس کو معاف کیا اور جس کسی کا حق ہمارے اوپر ہے وہ آئے اور لے جائے'' پھر سب کو خلعت اور انعام دے کر رخصت کیا''۔

ستر لاکھ اشرفیوں کے خرچے سے مکہ مکرمہ سے 35 کلومیٹر شمال مشرق میں وادی حنین کے ''جبال طاذ'' سے نہر نکالنے کا پروگرام بنایا گیا، ایک نہر جس کا پانی ''جبال قراء سے'' وادی نعمان کی طرف جاتا تھا اسے بھی نہر زبیدہ میں شامل کر لیا گیا یہ مقام عرفات سے 2 کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع تھا۔ علاوہ ازیں منی کے جنوب میں صحرا کے مقام پر ایک تالاب بئر زبیدہ کے نام سے تھا جس میں بارش کا پانی جمع کیا جاتا تھا اس سے سات کاریزوں کے ذریعہ پانی نہر میں لے جایا گیا پھر وہاں سے ایک چھوٹی سی نہر مکہ مکرمہ کی طرف اور ایک عرفات میں مسجد نمرہ تک لے جائی گئی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سترہ لاکھ دینار اس منصوبے پر خرچ ہوئے۔

نہر زبیدہ خوبصورت تاریخی یادگار ہے، نگاہوں میں نہر زبیدہ اور خیالات میں عباسی عہد کی کشاکش جاری تھی کہ ڈرائیور نے بتلایا ہم مزدلفہ کی جانب رواں ہیں، یکا یک خیالات نے کروٹ لی۔

اللہ اکبر...... میرے محبوب عرفات سے آفتاب ڈوبنے کے بعد مزدلفہ کی سمت ہی

آئے تھے، نگاہیں آج بھی حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سرور کائنات کے پیچھے ناقہ پر بیٹھے دیکھ رہی تھیں، خلقت کا جم غفیر سرور کائناتﷺ کے ہر سو تھا، لوگ دل میں اضطراب لئے تیز تیز قدموں سے چل رہے تھے اور محبوب دو عالم اپنے دست راسست اور کوڑہ سے لوگوں کو اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے

السکینۃ..... یا ایھا الناس

السکینۃ..... یا ایھا الناس

یہیں کہیں سے گزرتے ہوئے میرے محبوب سے حضرت اسامہؓ نے کہا تھا...... یارسول اللہﷺ نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے..... فرمایا نماز کا موقع آگے آتا ہے۔ خیالات کے ہجوم میں لیجئے.............ہم مزدلفہ پہنچ گئے۔

مزدلفہ

کچھ تاریخی پس منظر

مزدلفہ حج سے متعلقہ ایک کھلی جگہ ہے، یہ منی کے جنوب مشرق میں منی اورعرفات کے درمیان واقع ہے، ہرسال حج کے موقع پر 9 ذوالحجہ کومغرب کے بعدلوگ عرفات سے یہاں آتے ہیں اوررات کھلے آسمان کے نیچے بسرکرتے ہیں، یہاں سے ہی شیطان یا جمرات کو مارنے کے لئے کنکریاں بھی چنی جاتی ہیں۔ اگلے دن فجر کے بعد حجاج منیٰ کیلئے روانہ ہوجاتے ہیں۔ حج میں لوگ یہاں قیام کر کے قرب الٰہی حاصل کرتے ہیں۔ خداوند ذوالجلال نے عرفات سے واپس آنے کے بعد مشعرحرام کے پاس ذکرکرنے کا حکم دیا۔

ہماری گاڑی مخصوص مقام پر کچھ دیر کے لئے رکی۔ ہم نے دیکھا ایک بڑا میدان ہے جو خالی پڑا ہے، نگاہیں وہ مقام دیکھ رہی تھیں جہاں حضرت اسامہؓ مضطرب تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز کا وقت نکلا جارہا ہےتو سرورکائنات انھیں آگے کا حکم فرماتے جارہے تھے۔ پھرمزدلفہ میں پہنچ کرمغرب کی نماز پڑھائی، صف بستہ صحابہ کرام کی روحانیت کی مہک آج تک محسوس کی جاسکتی ہے۔ مغرب کی نماز کےفوری بعدصحابہ کرام نے اپنے اپنے پڑاؤ پر جا کرسواریوں کو بٹھایا مگرابھی سامان بھی نہ کھولنے پائے تھے کہ عشاء کی تکبیر شروع ہوگئی، اسلام کےان عظیم نفوس نے اپنی جبینیں بارگاہ خداوندی میں اس مقام کے کس حصے پرلگائیں تھیں، آج بندہ پرعصا اسے چوم کرسرورکائنات کےان غلاموں کےادنی ترین عقیدت مندغلام ہونے کا شرف حاصل کرنا چاہتا تھا۔

بعدازنمازعشاء میرے محبوب مزدلفہ میں سو گئے تھے، اے مزدلفہ! تجھے میرے محبوب کے بسترفراش ہونے کا اعزاز حاصل ہے.... تیری ہواؤں اورفضاؤں نے روحانیت کے

کمبل سرور کائنات پر ڈالے......تجھے سرکار کے نعلین چومنے کی سعادت ملی.....تو نے صحابہ کرام جیسے نفوس ہائے قدسیہ کے خیموں میں پڑاؤ دیکھے........ذرہ ذرہ روحانیت سے معمور اور نورانیت سے لبریز تھا۔

ہمیں بتایا گیا کہ بائیں جانب (محسر) ہے وادی محصب کے قریب ''محسر'' یہ وہ مقام ہے جہاں پر واقعہ اصحاب الفیل پیش آیا تھا۔ میں چشم تصور سے ابرھہ کے غرور و تکبر سے بھرا لشکر دیکھ رہا تھا۔ جو عربوں کے چھوٹے چھوٹے دستوں کو کچل کر آگے بڑھ رہا تھا، جی ہاں وہ ابرھہ جس نے حرم خداوندی کے مقابلے میں اپنے حرم کے قیام کا اعلان کیا' مھبط انوار کعبۃ اللہ کے مقابلے میں یمنی دارالسلطنت صنعاء میں ایک کلیسا تعمیر کرایا جسے لوگ کعبۃ اللہ کے بجائے مرکزیت دیں۔ یہی وہ شخص تھا جو طاقت کے نشے میں اس قدر مست تھا کہ بیت خداوندی کو گرانے چل پڑا۔ اتنا بدمست و سرشار کہ دلیل سے سمجھے نہ طاقت سے' ہر دو کا جواب اس کے پاس تھا۔

مجھے آج بھی یمنی سردار ذونفر عربوں کے ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ ابرھہ کے 60 ہزار فوجی لشکر جو تیرہ ہاتھیوں کو ساتھ لیے ہوئے تھا کا مقابلہ کرتے اور کعبۃ اللہ پر نذرانہ جان پیش کرتے نظر آ رہا تھا۔ خشعم کے سردار نفیل بن حبیب خشعمی مقابلے کے لئے اپنے قبیلہ کے چھوٹے سے لشکر کے ہمراہ بڑھے مگر ناکام ہوئے اور نفیل گرفتار ہو گئے۔ مکہ سے تین کوس کے فاصلے پر آج بھی مقام المغمس موجود ہے جہاں طائف کے بنی ثقیف کا ایک آدمی ابو رغال ابرھہ کی مکہ کے لئے رہبری کرتے کرتے مر گیا اور ادھر دفن ہوا مگر عرب مدتوں تک اس کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے۔

اگرچہ اہل عرب کے پیش نظر بیت اللہ کی حفاظت سے زیادہ لات کے مندر کو بچانا تھا مگر اس میں کوئی شک نہ تھا کہ لات کے پجاری اپنے زعم میں جس مندر کی حفاظت کے لئے

ہاتھ، پاؤں مار رہے تھے وہی کعبۃ اللہ تھا جس نے اپنے اندر پلتی شرک کی اس معراج وانتہا کو دیکھا۔

یہاں کہیں ہی اہل تہامہ اور قریش کے بہت سے مویشی چرتے ہوئے ابرھہ نے لوٹ لئے تھے اور میرے محبوب سرور دو عالم کے دادا عبدالمطلب کے دوسو اونٹ بھی لٹ گئے تھے۔

مکہ والوں کے لئے ابرھہ نے پیغام بھیجا، میں تم سے لڑنے نہیں آیا، میرا مقصد کعبۃ اللہ کو گرانا ہے اگر تم مزاحم نہ بنو تو ہمیں تم سے کچھ سروکار نہیں، ایلچی مکہ سے عبدالمطلب کو ابرھہ سے ملاقات کیلئے لے آئے، وجاہت اور جلالت شان دیکھیے ......ابرھہ بھی نہایت متاثر ہوا....تخت سے نیچے اتر آیا.....مقصد آمد معلوم کرنا چاہی........بتلایا اپنے دوسو اونٹ لینے آیا ہوں......ابرھہ ہنسنے لگا اور کہا کہ اپنے آبائی دینی مرجع کے بارے میں کوئی بات؟ تو عبدالمطلب نے لاابالی پنے سے تاریخی جواب دیا..........فرمایا

میں اونٹوں کا مالک ہوں اور درخواست بھی انہی کی کرتا ہوں..........رہا یہ گھر تو اس کا مالک اللہ ہے وہ اس کی حفاظت خود کرے گا........آپ جانیں وہ جانے۔

بیہقی کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ابرھہ الصیفاح کے مقام پر پہنچا جو عرفات اور طائف کے پہاڑوں کے درمیان حدود حرم کے قریب واقع ہے تو عبدالمطلب خود اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ آپ کو یہاں تک آنے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ کو اگر کوئی چیز مطلوب تھی تو ہمیں کہلا بھیجتے۔ ہم خود لے کر آپ کے پاس حاضر ہو جاتے، اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے یہ گھر امن کا گھر ہے، میں اس کا امن ختم کرنے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے کہا کہ یہ اللہ کا گھر ہے، آج تک اس نے کسی کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیا ہے، ابرھہ نے کہا ہم اسے منہدم کیے بغیر نہیں پلٹیں گے،

عبدالمطلب نے کہا کہ آپ جو کچھ چاہیں ہم سے لے لیں اور واپس چلے جائیں مگر ابرھہ نے انکار کر دیا اور عبدالمطلب کو پیچھے چھوڑ کر اپنے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

محسر کے سامنے کھڑا میں واقعہ فیل کے ایک ایک منظر میں مستغرق تھا میں سوچ رہا تھا کہ وہ کتنا خوبصورت منظر ہوگا جس میں عبدالمطلب بیت اللہ کے دروازے کے کنڈے کو پکڑ کر الحاح وزاری میں مصروف تھے، سیرت ابن ہشام میں منقول عبدالمطلب کے دعائیہ کلمات کا مقام فصاحت ومقام تضرع ملاحظہ فرمائیں

لاهـم ان الـعبـد يـمـنـع رحلـه فـامـنـع حلالك

لا يـغـلبـن صـليبهـم ومـحـا لهـم غـدوا مـحـالك

ان كـنـت تـاركهـم وقبـلتـنـا فـامـر مـا بـدالك

وانـصـرنـا عـلـى الـصـليـب دعـا بديـه اليوم الك

ابن جریر نے عبدالمطلب کے یہ اشعار بھی نقل کئے۔ ذرا پڑھیے

يـــا رب لا ارجـــو لهـــم ســـوا كــــا

يـــا رب فـــامـــنـــع مـــنهـــم حـــمـــاكـــا

ان عـــدوالبيـــت مـــن عـــادا كـــا

امـــنـــعهـــم ان يـــخـــرجـــوا قـــرا كـــا

میں ان پہاڑوں کو دیکھنا چاہتا تھا جن پر عبدالمطلب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دعا کے بعد چلے گئے، ابرھہ بدمست ہاتھی کی طرح آگے بڑھتا نظر آرہا تھا یک اس کا خاص ہاتھی محمود بیٹھ گیا، اس کو بہت تبر مارے گئے۔ آنکھوں میں کچو کے دیئے گئے یہاں تک کہ اسے زخمی کر دیا گیا مگر وہ نہ ہلا۔ اسے جنوب، شمال، مشرق کیطرف موڑ کر چلانے کی کوشش کی جاتی تو وہ دوڑنے لگتا مگر مکے کی طرف موڑا جاتا تو وہ فورا بیٹھ جاتا اور کسی طرح آگے بڑھنے کے

لئے تیار نہ ہوتا۔

میں وادی محسر میں مشرق' مغرب' شمال' جنوب میں پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اپنی چونچوں اور پنجوں میں سنگریزے لئے ہوئے آتے چشم تصور سے دیکھ رہا تھا۔ میں نیچے دیکھنے لگا یہی وہ دھرتی ہے جس پر ابرھہ کا غرور خاک میں ملا دیا گیا اور ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق گوشت اور خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا، ابرھہ سمیت سب کے جسم سے گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا اور پیپ جاری تھی، نفیل بن حبیب خشعمی سے کہا واپسی کا راستہ بتا ؤ......... تو اس نے خوبصورت جواب دیا۔

این المفر والاله الطالب
والا شرم المغلوب لیس الغالب

میرے محبوب مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جب بڑھے تھے تو اس مقام سے تیز رفتاری سے چلے تھے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ سنت یہی ہے کہ آدمی یہاں سے جلدی گزر جائے، ہم بھی رکنے کی سکت نہ پا رہے تھے، ڈرائیور سے آگے بڑھنے کا کہا، خیالات میں گم .....ہماری گاڑی وادی محسر کے سامنے سے منیٰ کی طرف بڑھنے لگی اس حال میں کہ گویا نفیل بن حبیب کہہ رہا ہو

ردینه ' لورایت ولا تریه
لدی جنب المحصب مارائینا
حمدت الله اذا بصرت طیرا
وخفت حجارة تلقی علینا
وکل القوم یسال عن نفیل
کان علی للحبشان دینا

منی

اجمالی تعارف

منی جسے خیموں کے شہر کے طور پر بھی جانا جاتا ہے مکہ مکرمہ کے مقدس شہر کے مشرق میں 5 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے،اس کا رقبہ تقریبا 20 مربع کلومیٹر ہے۔منی میں ہر سال کے دوران خیمے لگائے جاتے ہیں جہاں حجاج کرام قیام کرتے ہیں، یہاں پر حجاج کرام قربانی کرنے کے علاوہ پتھر کے تین ستونوں کو باری باری کنکر مارتے یعنی رمی کرتے ہیں۔رمی کا یہ عمل 10 ذی الحجہ، 11 ذی الحجہ اور 12 ذی الحجہ کو ہوتا ہے اور رات کا قیام بھی ادھر ہی خیموں میں ہوتا ہے۔

حجاج کرام تین ستونوں پر رمی کرتے ہیں.....انکو جمرات یا جمار کہا جاتا ہے،یہ شعائر اللہ میں سے ہیں، یہ منی میں تین مشہور مقام ہیں جہاں اب دیوار کی شکل میں بڑے بڑے ستون بنے ہوئے ہیں۔اللہ تعالی کے حکم اور سرور کائنات کے طریقہ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں ان تین جگہوں میں کنکریاں ماری جاتی ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ جن حجاج کے کنکر قبول ہو جاتے ہیں وہ غائب کر دیئے جاتے ہیں ورنہ وہاں ہر سال کے کنکریوں کے پہاڑ لگ جایا کرتے، یہ تین جمرات ہیں اول کو جمرہ اولیٰ، ثانی کو جمرہ وسطیٰ اور آخری کو جمرہ عقبہ کہا جاتا ہے۔

جمرہ اولیٰ

پہلا جمرہ جو منیٰ سے قریب ہے جمرہ اولیٰ کہلاتا ہے، مسجد خیف کے قریب یہ وہی جمرہ ہے جس کے قریب حضور ﷺ نے قیام فرمایا تھا۔

جمرہ وسطیٰ

اس کے بعد آخری جمرہ سے پہلے جو جمرہ ہے اسے جمرہ وسطیٰ کہتے ہیں کیونکہ یہ جمرہ اولیٰ اور جمرہ عقبہ کے درمیان میں ہے۔

جمرہ عقبہ

یہ آخری جمرہ مکہ معظّمہ کی سمت ہے پہلے دن یعنی 10 ذی الحجہ کو حاجی صرف اسی جمرہ کی رمی کرتے ہیں۔ یہ جمرہ پہلے دو جمروں کے پیچھے واقع ہے اس لئے اسے جمرہ عقبہ کہتے ہیں۔

ہماری گاڑی منیٰ میں جس جگہ رکی اس جگہ سے اندر کی سمت بڑھیں تو سیدھا آدمی جمرات پل پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ پل سعودی گورنمنٹ نے دوران حج رمی جمار کے منسک کو سرانجام دینے والے حاجیوں کو سہولت فراہم کرنے کے لئے اولا 1963ء میں بنایا جس میں کئی مرتبہ توسیع کی جا چکی ہے۔ حجاج کرام پل کے نیچے فرش سے اور پل سے بآسانی تینوں جمرات کی رمی کر سکتے ہیں۔

ہم جمرات پل کے قریب کھڑے تھے۔ منی کا وسیع میدان دلفریب منظر پیش کر رہا تھا۔ دل میں جذبات کا ایک تلاطم بپا تھا۔ اللہ اکبر ہم کس سرزمین کی سیاحت کو نکل کھڑے ہوئے کہ جس کا ہر آنے والا ذرہ عشق ومحبت کی جلتی آگ پر مزید تیل چھڑک رہا ہے۔ عرفات‘ مزدلفہ اور اب منیٰ........ایک عاشق کا حال عشق کس معراج پر ہوگا....اس کا اندازہ ایک باذوق کے لئے مشکل نہیں....عجب نقشے ہیں جو نگاہوں سے اوجھل نہیں ہو رہے تھے۔ خیالات واحساسات اپنے سحر سے باہر نکلنے نہیں دے رہے تھے۔ ہر ذرے میں اہل ایمان کی داستان نظر آ رہی تھی اور فضا ہر سو نغمات عشاق سے گونج رہی تھی....اے منیٰ بتا تیرے کس حصے پر میرے محبوب.....ناقہ پر سوار آئے تھے۔ بلال حبشی رنگ کے کالے نے ناقہ کی

مہار تھامی تھی اور اسامہ بن زید کپڑا تانے میرے محمدؐ پر سایہ کئے ہوئے تھے؟

جمرات پل سے نیچے دیکھا تو تخیل ایک تصویر دکھا رہا تھا۔صحابہ کرام کا مجمع ہے اور سرور کائنات خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔

ان الزمان قداستدار کھیئة یوم خلق الله السموات والارض. السنة اثنا عشر شھرا منھا اربعة حرم . ثلاثة متوالیات. ذوالقعده وذوالحجه ومحرم ورجب ' شھر مضر الذی بین جمادی وشعبان فان دمائکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم ھذا فی شھر کم ھذا فی بلد کم ھذا.

منیٰ کی فضا آج بھی سرور کائنات ﷺ کے مبارک کلمات کی آمیزش سے مہک رہی ہے...آپ نے جو خطبہ دیا.....تاریخ انسانیت اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے....یہ ایک جذباتی نہیں واقعاتی دعویٰ ہے۔دنیا کا کوئی مذہب' مسلک' مشرب اپنے پیش رو کا احترام انسانیت اور تعمیر حیات کے لئے اتنا جامع' کامل واکمل خوبصورت اور زریں خطبہ نہیں دکھا سکتا جو میرے محبوب نے منیٰ کے میدان میں صحابہ کرام کو دیا۔

مزید فرمایا۔

الا لا ترجعو ابعدی ضلالا.... لا یضرب بعضکم رقاب بعض وستلقون ربکم فیسئلکم .الا لا یجنی جان الا علی نفسه . الا لا یجنی جان علی ولده ' ولامولود علی والده ان امر علیکم عبد مجدع اسود یقود کم بکتاب الله فا سمعوا له واطیعوا.الا ان الشیطان قد ایس ان یعبد فی بلدکم ھذا ابداولکن ستکون له طاعة فیما تحقرون من اعمالکم فیرضی به اعبدوا ربکم

فصلوا خمسکم وصوموا شهرکم واطیعوا اذا آمرکم تدخلوا جنة ربکم

ہائے کہاں ہے وہ مقام؟ جہاں میرے محبوب نے آخر میں فرمایا تھا ''الا .... هل بلغت '' تو مجمع......بیک زبان ایسے بولا کہ سارا میدان گونج اٹھا۔آپ بارگاہ خداوند میں گویا ہوئے ''اللهم اشهد'' آپ نے فرمایا ''فليبلغ الشاهد الغائب ''

یہاں کہیں ہی میرے محبوبؐ نے اپنے قربانی کے لائے ہوئے 100اونٹوں کی قربانی دی ......کچھ خود دست مبارک سے ذبح کئے اور بقیہ کو حضرت علیؓ نے ذبح کیا ....جی ہاں میں خود کو اسی مقام پر پاتا ہوں....جہاں قربانی کے بعد میرے نبیؐ کا حلق حضرت معمر بن عبداللہ نے کیا تھا.......اے ابوطلحہ انصاری اور ام سلیم......آپ کتنے خوش قسمت ہیں کہ سرور کائنات نے اپنے کٹے ہوئے بال آپ کو عنائیت کئے تھے.......میں زمیں کے اس حصے پر کھڑا تھا جسے بیت اللہ اور روضہ نبی کے بعد......سب سے محبوب خلائق ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔رحمت خداوندی کی توجہات کا عالم یہ ہے کہ حج جیسے اہم فریضے کے زیادہ تر مناسک اسی حصے سے متعلق فرما دیئے۔منیٰ کیا ہے؟ پڑھنے اور سنے جانے سے زیادہ دیکھے اور محسوس کئے جانے کے قابل ہے یہاں آ کر اقبال نے دنیا کے متعلق جو کچھ کہا سمجھ آتا ہے۔

مجھ کو بھی نظر آتی ہے یہ بوقلمونی
وہ چاند یہ تارا' وہ پتھر یہ نگیں ہے
دیتی ہے مری چشم بصیرت بھی یہ فتوے
وہ کوہ ' یہ دریا' وہ گردوں' یہ زمین ہے
حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا

تو ہے تجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے

کیا ہے دنیا کی بوقلمونی؟ عرفات اور منیٰ کے چٹیل میدانوں یا مزدلفہ کے کالے پتھروں والے پہاڑوں سے پوچھیے .....حسن، حسن، حسن... بڑا سنا ہے یہ نام.........مگر کسے کہتے ہیں یہ حسن.........ان ریتلے میدانوں اور چٹیل صحراؤں اور بے آب و گیاہ بستیوں سے پوچھو....اللہ اللہ.............کیا جمال پنہاں ہے ان کالے پتھروں اور پگڈنڈیوں میں..........کیا جذب وکشش مضمر ہے ان بے آب و گیاہ صحراؤں میں...........بخدا اقبال نے صحیح کہا کہ ''تو ہے تجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے''۔

ہم منیٰ میں دیر تک رہے بلکہ منی نے ہمیں دیر تک روکے رکھا...منیٰ کی نورانیت وروحانیت نے جذب وکشش کا ایک کیف ہم پر طاری رکھا۔ یکدم گاڑی ڈرائیور نے ایک سمت کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ یہی وہ مقام ہے جہاں بھگدڑ مچنے سے کئی سو حجاج کرام شہید ہو گئے تھے۔اللہ اکبر........کس مقام پر کیا یاد دلا دیا.........دل میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگی۔

یہ 24 ستمبر 2015ء کو جمرات کی صبح نو بجے کا واقعہ ہے۔منی میں جمرات پل کے پاس شارع العرب (شارع 204) پر حج کے دوران بھگدڑ مچنے سے 769 سے زائد حجاج شہید جبکہ 863 کے قریب زخمی ہوئے تھے۔ یہ حادثہ اس وقت پیش آیا تھا جب حجاج جمرہ عقبہ کی جانب رمی جمار کے لئے جا رہے تھے۔0 199ء کی بھگدڑ کے بعد جس میں 1426 افراد شہید ہوئے تھے یہ ہونے والی سب سے زیادہ ہلاکت خیز بھگدڑ تھی۔ اس سے قبل 2006ء میں اسی طرح کی بھگدڑ میں 346 افراد شہید ہوئے تھے۔2015ء میں اس بھگدڑ سے قبل اسی سال انہی دنوں میں 11 ستمبر کو 118 افراد مکہ کرین حادثہ کی نذر بھی ہوئے۔

اس حادثے کا سبب کیا تھا تا حال کچھ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ ایرانی وفد کے ایک عہدیدار کے حوالے سے اخبار الشرق الاوسط نے دعوی کیا کہ 300 ایرانی حجاج پر مشتمل قافلہ جمرات کی صبح مزدلفہ سے براہ راست شیطان کو کنکریاں مارنے کے لئے روانہ ہوا لیکن اس قافلہ نے رمی ختم ہونے کا انتظار نہیں کیا جو معمول کی ہدایات کی روشنی میں کیا جاتا ہے اور اس کے برعکس الٹے پاؤں شاہراہ 204 پر مخالف سمت روانہ ہو گئے اور واپسی کا یہ وقت رمی جمار کے لئے آنے والے حجاج کے دوسرے قافلہ کے لئے مختص تھا جس کی وجہ سے ہلاکت خیز بشری تصادم ہوا، دوسری طرف متعدد خبر رساں ادارے سعودی فرمانروا شاہ سلیمان کے بیٹے محمد بن سلیمان کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں کہ انکی آمد کی وجہ سے یہ افراتفری کا ماحول بنا اور یہ سانحہ رونما ہوا مگر سعودی حکام اس کی سختی سے تردید کرتے ہوئے اسے ایرانی افواہ قرار دیتے ہیں اور حادثے کی ذمہ داری حجاج کی بدنظمی پر عائد کرتے ہیں۔

میں سوچنے لگا عوامل چاہے کوئی بھی کارفرما ہوں مگر حجاج کی جس مقدس جماعت کو پاؤں تلے روند دیا گیا اس پر ارباب حل وعقد کیا اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دے سکتے ہیں؟ آہ.........جس مقام پر سرور کائنات نے ''لا یضرب بعضکم رقاب بعض'' فرمایا تھا اسی مقام پر یہ خونی کھیل؟ جہاں فرمایا 'ان دمائکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا' اسی مقام پر خون مسلم کی یہ ارزانی؟ حجاج کی بدنظمی ہو یا شہزادہ کی آمد' ہر دو ہمارے انفرادی اور اجتماعی انحطاط کی علامات ہیں... بدنظمی حجاج سے بھی انکار ممکن نہیں کیونکہ ہم انفرادی طور پر حقوق اللہ کی ادائیگی میں جس قدر مستعد ہوتے ہیں حقوق العباد کی ادائیگی میں اسی قدر متساہل ہیں......حرمین شریفین کے وہ مقدس مقامات جنھوں نے انسانیت کو احترام' تقدس' ایثار' سخاوت' غمگساری کی صفات سے روشناس کروایا وہی پر احترام انسانیت بلکہ احترام مسلمانیت کی پامالی......اس پر دل بہت کڑا........طواف بیت

اللہ ہو' استلام حجر اسود ہو' سعی بین الصفا والمروہ ہو' وقوف عرفات' مزدلفہ ہو یا قیام منیٰ ورمی جمرات ہو .... نفسی نفسی کا ایک تماشا بپا ہوتا ہے..... امت کو نظم میں اجتماعی تربیت کی ضرورت ہے۔ رہا شہزادہ محمد بن سلیمان کی ''آمد کا الزام'' اگر یہ امر واقعی ہے...... تو سعودی حکومت کے لئے لمحہ فکر یہ ہے۔ ادائیگی عبادات میں بھی اختصاص کا مزاج حرمین میں مگر اس کی بہت سی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں...... باب بیت اللہ کو قفل لگا ہے اور اسکی چابی دنیاوی دولت ومنصب ہے .....داخل بیت اللہ کا نظارہ آپ بھی کر سکتے ہیں اگر آپ صاحب ثروت وصاحب منصب ہوں...غریب اس کے قریب ملتزم سے لپٹا رہے تو اسے بھی غنیمت سمجھے اور یہ اختصاص صرف ایک جگہ نہیں جملہ مناسک کی ادائیگی میں اک طوفان بدتمیزی بپا ہے۔ جس نبیؐ نے ''لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لا سود علی احمر '' فرما کر جملہ امتیازات کو پاؤں کے نیچے روند ڈالا تھا اس کے فرمان کی اسی کے دیس میں بلکہ مہبط وحی میں زبردست پامالی کی جارہی ہے..... لب کشائی کا مگر ہمیں کوئی حق نہیں.... کیونکہ ہم ٹھہرے باہر کے بدو اور عجم کے جاہل............ ہمیں بس مرنا چاہیے جب کوئی شہزادہ آ جائے...... یا بکریوں کے ریوڑ کی طرح جب وہ پیچھے دھکیل رہے ہوں...... تو پیچھے گھسٹتے رہنا چاہیئے' کوئی بتائے تو سہی........ کیا یہ وہی دیس ہے جہاں بلال حبشی اور زید بن حارثہ جیسوں کو..... اتنی عظمت ملی کہ بڑے بڑے زعمائے قریش دیکھتے رہ گئے....... جہاں جھنڈ کے جھنڈ غیر ملکیوں کو ....میرے مصطفیٰ نے اپنے دامن شفقت میں ایسے لیا کہ...... فقط اخلاق کو دیکھ کر ہی.......... وہ کلمہ پڑھتے گئے' مگر ہم عجم کے بدو دین کیا جانے................ کاش سعودی حکام باب حقوق العباد کو بھی پڑھ سکیں اور سرور کائنات کی سیرت میں اخلاق کریمانہ کا بھی مطالعہ کر سکیں مگر یہاں لگتا ہے کہ ماجرا کچھ ایسے ہے کہ

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ' ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدبیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ڈرائیور واپسی کے لئے گاڑی میں منتظر تھا 'منی کو الوداعی نظروں سے دیکھا گویا

کوئی دم کا مہماں ہوں اے اہل محفل
چراغ سحر ہوں ' بجھا چاہتا ہوں

دیکھنے کو تو گاڑی میں بیٹھ گیا مگر تخیل میں کہیں اڑ رہا تھا بقول اقبال'

تھا تخیل جو ہم سفر میرا آسماں پر ہوا گذر میرا
اڑتا جاتا تھا اور نہ تھا کوئی جاننے والا چرخ پر میرا
تارے حسرت سے دیکھتے تھے مجھے راز سر بستہ تھا سفر میرا
حلقہ صبح وشام سے نکلا اس پرانے نظام سے نکلا

ہماری اگلی منزل جنت المعلیٰ تھی۔

جنت المعلیٰ

جنت المعلیٰ جو ''الحجون'' کے نام سے مشہور ہے۔ مکہ معظّمہ کا خاص قبرستان ہے جنت البقیع کے بعد جنت المعلیٰ دنیا کا سب سے افضل ترین قبرستان ہے جو کعبہ سے جنوب مشرقی جانب میں واقع ہے۔ اس قبرستان میں جناب نبی کریم ﷺ کے رشتہ داروں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ صحابہ وتابعین اور اولیاء وصالحین کے مزارات مقدسہ ہیں ۔ یہ قبرستان بیت اللہ شریف کے مغربی جانب تقریبا ایک سے ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں پر عام حجاج کرام اور مقامی لوگوں کو بھی دفن کرنے کی اجازت ہے۔

پیچ وخم کھاتی سڑک پر گاڑی چند لمحات چلنے کے بعد جنت المعلی کے سامنے پہنچ چکی تھی۔ ہم گاڑی سے نکل کر اس کی چار دیواری کے قریب آئے ۔ قبرستان کے اندر جانے کا راستہ بند تھا، ہم باہر کھڑے عظیم نفوس کے مزارات دیکھنے لگے، مزارات کیا ہیں ایک چٹیل میدان میں مٹی کی چھوٹی چھوٹی کئی ڈھیریاں' سبحان اللہ کیا منظر پیش کر رہی تھیں بقول شاعر

مرنے والوں کی جبیں روشن ہے اس ظلمات میں
جسطرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں

قبر کی یہ چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں ایسی ہیں کہ ان پر کوئی کتبہ یا ایسی علامت نہیں جو صاحب قبر کے بارے میں کچھ کہہ سکے۔ قبرستان کا منظر ایسا ہے کہ شورش کاشمیری کچھ جذباتی سے ہو کر فرماتے ہیں کہ

''پوری دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی قبرستان بے بسی کی اس حالت میں نہ ہوگا''

مگر وہاں قبرستان کے ساتھ سعودی حکام کے اس رویے میں بھی ایک دینی جذبہ

کارفرما ہے اور وہ ہے سرورکائنات جناب نبی کریم ﷺ کے وہ ارشادات جو آپ نے قبور کے پختہ کرنے اور ان پر مساجد بنانے کی ممانعت کے سلسلے میں ارشاد فرمائے چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ'

"لعن اللہ تعالیٰ زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج" (ترمذی، ابو داؤد)

مزید فرمایا

الا وان من کان قبلکم کانو ایتخذون قبورا نبیاء هم مساجد فانی انهکم عن ذلک (مسلم شریف)

اور فرمایا

لعن اللہ تعالیٰ الیهود والنصاری اتخذو اقبور انبیاء هم مساجد

مگر ان احادیث کا سہارا لے کر اس عظیم قبرستان سے مکمل بے اعتنائی برتنا بھی کسی طور قابل ستائش امر نہیں۔شورش کاشمیری کی برانگیختگی کو مکمل نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کاشمیری لکھتے ہیں'

حضرت خدیجہ کی قبر پہ نگاہ کی' ام المومنین کا مزار......؟ میں کانپ اٹھا' میرا دل دھک دھک کرنے لگا' مسلمانوں نے اپنی بیویوں کے تاج محل بناڈالے لیکن جس عورت کو پیغمبر الزماں کی پہلی شریک حیات ہونے کا شرف حاصل ہوا..........جو فاطمۃ الزھراء کی ماں تھیں وہ ایک قبر ویران میں پڑی ہیں میں اپنے تئیں ضبط نہ کر سکا آنکھوں میں بدلیاں آ گئیں'

مزید لکھتے ہیں'

جو لوگ اس کا نام قرآن وسنت کے احکام رکھتے وہ خود کس منہ سے تاج شہی

پہنتے......اونچے اونچے محل بناتے .....محمد عربی کی دولت سمیٹتے اور اس کا نام خزانہ شاہی رکھتے ہیں جس ذات اقدس کے صدقہ میں عزتیں پائی ہیں اس کے آثار مقدس کی یہ بے حرمتی؟ (شب جائے کہ من بودم)

قبرستان کو دیکھ کر نہیں لگتا کہ اس کی نگہداشت کا کوئی نظم سرکاری طور پر طے ہوگا' سرور کائناتؐ کے ان ارشادات کو مدنظر ضرور رکھا جائے مگر ساتھ ہی اس امر کا استحضار بھی ضروری ہے کہ بقول شورش کاشمیری''کتنی عظیم زندگیاں ان قبروں میں سو رہی ہیں''

قبور کے حوالے سے حنابلہ کا بنیادی اعتقادی نظریہ موجودہ اعتقادات سے کس قدر مطابقت رکھتا ہے یہ ایک الگ بحث ہے مگر اس سلسلے میں اس امر کو ضرور ملحوظ رکھا جانا چاہیے کہ امت کے اندر مذاہب اربعہ کی بنیاد پر کھڑے چار طبقات کو اپنے اعتقادات کا پابند بنانا کسی طور مناسب عمل نہیں، ماتریدیہ اور اشاعرہ کے اعتقادی نظریات کے مابین تفاوت اور مذاہب اربعہ کے باہمی اختلافات کے باب میں اسلاف امت کا مزاج سامنے رہنا چاہیے۔ اگر آپ قبرستان اور اس کی زیارت کے حوالے سے متشددانہ رویہ رکھتے ہیں تو بھلے سے رکھیں مگر اس کا خیال رہے کہ مذاہب اربعہ میں اس حوالے سے مختلف نقطہ نظر موجود ہے جس کا احترام ضروری ہے۔ شعائر کے باب میں اتنی وسعت ضرور ہونی چاہیے کہ اس کے دائرے میں کم از کم مذاہب اربعہ سمو سکیں۔ چودھویں صدی کا ایک سطحی عالم کسی طور یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ امام اعظم' امام ابوحنیفہ کی تفقہ پر نکتہ چینی کر کے کسی قسم کا ابہام پیدا کرے۔

غرض مدعا یہ ہے کہ جو امور متفق بین المذاہب الاربعۃ ہیں ان میں مذاہب اربعہ کی حدتک توسع ضرور ہونا چاہیے البتہ جنکے عدم جواز پر ''بین المذاهب الاربعة'' اتفاق ہو ان پر سختی کی جائے....جو کسی حد تک قابل فہم بھی ہوگی۔ کاشمیری ٹھیک کہتے ہیں

''شرک کو مسمار کرتے کرتے عشق کو بھی مسمار کر دیا گیا''

ہم نے فاتحہ خوانی کی.......اس دیوار کے ساتھ کھڑے کھڑے.....امت کے اساطین عمل کی چند لمحات پرمبنی رفاقت نے دل کوعجب ایمانی وروحانی کیف سے معمور کردیا' آج حضرت اسماءؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ حضرت امام ابن جبیرؓ اور حضرت سعید بن مسیّب جیسے عظیم نفوس ہائے قدسیہ کی مٹی کی ڈھیرنما قبروں کے جلو میں ہم کھڑے ہیں..........یہ احساس ہی کتنا فرحت بخش تھا.........مگر ہم تو کھلی آنکھوں یہ سب دیکھ رہے تھے۔تاریخ اسلام صفحہ بہ صفحہ ذہن پر وارد ہورہی تھی یہ سب وہ ہیں جنھیں حجاج بن یوسف کا ظلم کھا گیا......تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا ظالم جس نے ایسی عظیم ہستیوں کا خون بہایا جووزن میں اس وقت کی پوری انسانیت سے بڑھی ہوئی تھیں۔اللہ اکبر یہی نہیں بلکہ ام المومنین حضرت خدیجۃؓ الکبریٰ' میرے محبوب کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ' میرے محمدعربیؐ کا لخت جگر قاسم اور آپؐ کے محبوب ترین چچاابوطالب بھی یہی مدفون ہیں مگراس جانب کوئی دروازہ نہیں کیونکہ سعودی حکام کی نظر میں ان قبروں کی زیارت شرک ہے۔قبرستان بقول شورش کاشمیری ''عجب ویرانہ ہے'' کے باوجود روحانیت کی رونقوں سے لبریز ہے............اتنا دلکش ولفریب منظرکہ گویا'

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

نماز عصر کا وقت قریب تھا۔گاڑی ڈرائیور نے حرم میں نماز کی ادائیگی کی طرف متوجہ کیا ہم گاڑی میں بیٹھے۔راستے میں ''مسجد الجن'' آگئی یہ بھی ایک تاریخی یادگار ہے۔اس جگہ واقع ہے جہاں سرور کائناتﷺ جنات کے اجتماع کو دعوت دینے تشریف لائے تھے۔ جنات کا اجتماع یہی تھا جناب نبی کریمﷺ کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے۔ آپؐ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایک جگہ بٹھایا اور خود یہاں دعوت کیلئے تشریف

لائے۔آپ نے جنات کوتعلیم فرمائی اور قرآن پاک سنایا۔

گاڑی واپسی میں حرم کی طرف خراماں خراماں بڑھنے لگی۔مقامات مقدسہ نے دل پر خوشگوار اثرات چھوڑے تھے۔اب کی بار کعبۃ اللہ کی طرف ہماری دیوانہ وار پیشقدمی میں علیحدہ روحانی کیف طاری تھا۔اذان عصر سے پہلے ہی ہم مسجد حرام سے گزر کر مطاف بیت اللہ پہنچ چکے تھے مگر کچھ ایسے کہ

قبلہ مقصود پہ کی جب نظر
رہ نہ سکی کچھ سروپا کی خبر
گریہ بیتاب کی شدت ہوئی
دل کی عجب شوق سے حالت ہوئی
کعبہ کی خوبی بزبان عجم
دیکھیے کیا خوب ہوئی ہے رقم
روبہ حرم کن کہ دارن خوش حریم
ہست سیہ پوش نگارے مقیم
قبلہ خوبان عرب روئے او
سجدہ شیوخان عجم سوئے او
گنگ ہوئی بسکہ زبان مقال
طوف حرم کا نہ کھلا کچھ بھی حال
کچھ نظرآیا تو یہ آیا کہ وہاں
اک کرم حق کا ہے دریا رواں
دید کے قابل ہے وہ دوران عشق

طوف میں ہوں جبکہ غلامان عشق

دن کا بقیہ حصہ مسجد حرام میں گزارا۔ بعد از نماز عشاء اپنے ہوٹل واقع شارع الھجر ۃ آ ئے۔ مقامات متبرکہ کی تخیل میں بسی یادوں کا کمبل اوڑھ کر میں سو گیا۔ اگلا دن 25 فروری ہمارے حرم کے پہلے دورانیے کا آخری دن تھا۔ اگلی صبح ہم نے مدینۃ المنورۃ کے عاشقانہ سفر کے لئے رخت باندھنا تھا۔ اس لئے 25 فروری کی صبح ہی سے جذبات میں بشاشت اور احساسات میں فرحت محسوس ہو رہی تھی۔ باب الملک فھد عبداللہ سے مسجد حرام میں داخل ہوئے تو دل روحانیت ونورانیت کے احساس سے معمور تھا۔ جذبات میں خاص قسم کا تلاطم بپا تھا۔ اپنی ذات کی بے پناہ خامیوں پر ورطہ حیرت میں مبتلا کر دینے والے اس خدائی کرم پر حس لطافت بھڑک رہی تھی۔ آنسو کے قطرے موتیوں کی طرح ٹپک رہے تھے دل احساس ندامت سے معمور تھا۔ مزاج میں شاعرانہ بغاوت عرصہ پہلے پیدا ہوئی تھی۔ تخیل کی اس حسین تصویر کو زیست خودی کی حد تک ازلی بنانے کے لئے شاعرانہ لطافت انگڑائیاں لینے لگی۔ طبیعت میں نشاط اور ماحول میں استحضار دونوں موجود تھے۔ مسجد حرام میں ''مصلی النساء'' 17 کے قریب میں بیٹھا.....حالت جذب میں خاص کیفیت کے ساتھ مکیف.... نوک زباں پر آنے والے اشعار کو.......حوالہ صفحہ قرطاس کرنے لگا۔ بیت اللہ نگاہوں کے سامنے تھا اور میں معتمرین اور محرمین کے جلو میں بیٹھا وارد ہونے والے کلام کو نوک قلم کے ذریعے صفحہ قرطاس پر مقید کرتا جارہا تھا۔ شاعری کے نہیں تخیل کے وزن کو تو لیے اور پڑھیے۔

بدنصیبی سے ہوا ہے خوش نصیبی کا سفر
محو حیرت ہوں کہ چل کے آ گیا ہوں میں کدھر
میں ہوا نفسانیت میں جب بھٹک کر در بدر
اپنے سینے سے لگایا یوں بلا کے اپنے در

سوچتا تھا اس حرم میں عاصیوں کی جا کہاں
غرق حیرت ہو گیا ہوں خود کو دیکھا جب یہاں

جذبہ دل موجزن ہے خود سے ہوں میں بے خبر
گرد کعبے کے ادھر ہوں اور کبھی ہوں میں ادھر
ماسوا تیرے مرے احوال بدمجھول ہیں
میری اشکیں قطرہ قطرہ شکر میں مشغول ہیں
چاہتا ہوں زندگانی ہو یہاں پر ہی بسر
حال خود پہ نہ رہا ہے مجھ میں باقی اب صبر
اس حرم میں تیری قدرت کی ہی اک تصویر ہے
ظلمتوں میں بسنے والوں کے لئے تنویر ہے
ذرے ذرے سے برستا تیری رحمت کا ابر
جس کے دامن میں سجا ہے تیری جنت کا حجر
سیفی چشم پرنمی پہ کیف میں مجبور ہے
ہو کے بھی محذوف اب تک بزم میں مذکور ہے
سوچتا ہوں کس بھلائی کا ملا ہے یہ اجر
جس کے صدقے ہو گیا ہے خوشی نصیبی کا سفر

بیت اللہ نگاہوں کے سامنے تھا........کبھی اسے ایک طرف سے دیکھتا........کبھی دوسری طرف سے.........کبھی حجر اسود پر عشاق کی عاشقانہ اداؤں کو دیکھتا........تو کبھی ملتزم

کے ساتھ چمٹے بندگان خدا کو............مطاف میں بیت اللہ کے گرد طواف کرتے بچوں' بوڑھوں' جوانوں اور عورتوں کو دیکھتا......تو کبھی حطیم کی جانب لپکتی ہستیوں کی وارفتگی دیکھتا......غرض حرم میں وارستہ طبع بھی اپنے آپ کو نظم کی غیر محسوس پابندی میں جکڑا پاتا ہے..........دن کیسے ختم ہوا........کچھ پتہ نہ چل سکا.........روز قیامت اور یوم آخرت کی طوالت پر اعتراض کرنے والے کسی دن حرم تشریف لائیں......موت سے پہلے کھلی آنکھوں سے عاشقانہ فضاؤں میں مرور ایام کے منظر کا مشاہدہ تو فرمائیں۔ابہام باقی رہا تو کہنا۔

اپنے کچھ احباب سے ملاقاتیں ہوئیں بعض دوستوں کو عربی جبے میں ملبوس دیکھا تو بہت اچھا لگا۔دل میں خواہش پیدا ہوئی مارکیٹ سے جبہ خرید کر ہم بھی کم از کم حرمین کی حاضری کے دوران اس لباس میں ملبوس رہیں....چنانچہ بعد از نماز عشاء جب طواف کر کے مسجد حرام سے متصل مارکیٹ میں پہنچے تو یہاں کے حالات کافی مختلف پائے جس دوکاندار سے بات کرتے وہ لاابالی پنے میں غیر اخلاقی رویے سے پیش آتا۔راولپنڈی کی کمرشل مارکیٹ اور حرم کے تاجر کے اخلاقی برتاؤ میں فرق محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

اے خدا یہ کس قبیل کے لوگ ہیں؟ کتنی مقدس سرزمین پر رعونت وتکبر کی یہ معراج؟ کچھ احساس بھی ہے ان کو.......کہ کون ان سے خریداری کرنے آتا ہے.......کیا عربی اور کیا عجمی؟مسلمان بداخلاقی میں بلا امتیاز رنگ ونسل' زبان وعلاقہ ایک سطح پر کھڑا ہے اشیاء کی جانچ پڑتال میں ذرا وقت تو لگا کر دیکھیے......جس قسم کے رویے کا آپ کو سامنا ہوگا بھول جائیں گے کہ کدھر سے کہیں آئے ہیں.....کوئی ہے جو اس قبیل کے لوگوں کے معتمرین وحجاج سے نامناسب رویے کی بیخ کنی کر سکے؟ جبہ جس سے خریدنے گئے اسے پہلی نظر میں محسوس ہو گیا، آیا ہے کوئی بدو تو اسی کی حماقت سے روزی کمالی جائے.....ہمارے سامنے جن جبوں کو کھولا گیا وہ 70' 80 ریال کی مالیت کے تھے۔تاثر تا کہ یہ ڈالا جائے کہ

جبہ بہت مہنگی چیز ہے.......ہم بھی ''گدھا کیا جانے سمرقند کی بہاریں'' کے مصداق کچھ یوں ہی سمجھنے لگے۔اہلیہ نے مداخلت کی اور متنبہ کیا مگر کچھ عربوں کی مشابہت کا بھوت سر پر سوار تھا.....اہلیہ کی مداخلت کے باوجود بالآخر بحث ومباحثہ وقیل وقال کے بعد 45 ریال کا خرید لیا۔اگلے دن حرم میں موجود ایک ساتھی نے بتلایا کہ جبہ تو 5 ریال' 10 ریال کا بھی مل جاتا ہے..... افسوس ہوا.........بے حد افسوس ہوا.........خدایا مال کی ہوس حرم کے تاجر کو بھی اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے....ایک میں نہیں لاکھوں کو احمق بنا بنا کر یہ ہوس کے بچاری اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں......کوئی خوف خدا نہیں.... واپسی کی بات کرنے گئے......تو ارشاد ہوا تبادلہ کر سکتے ہیں مگر اقالہ کی گنجائش نہیں......روپے کو دیکھا تو سوچنے لگا کس عرب کی مشابہت کا جنون سر پر سوار تھا......تو حرم کی اس دھرتی پر صحابہ کرام کے نفوس و نقوش کو تلاش کر رہا ہے؟ ارے بیوقوف ....''خیر القرون'' کا قافلہ گزر گیا ہے' اب جدید دور ہے....متجدد دین کا دین مسجد حرام کی چار دیواری کے اندر ہے.....وہ جب اس چار دیواری کے اندر جاتے ہیں تو دین اپنا لیتے ہیں اور جب باہر نکلتے ہیں تو دین چھوڑ کر باہر نکلتے ہیں.... مارکیٹ میں بھکاری پھر رہے ہیں مگر کوئی نہیں کہ جو ان کو دیکھ سکے.......اور خود ان بھکاریوں کی ایمانی سطح کو ذرا دیکھیے.....گلیوں میں خاک چھن رہے ہیں...دست احتیاج ہر ایک کے سامنے دراز ہے.........مگر نہیں تو خدا کے سامنے نہیں ہے..........گلی گلی پھر پھر کر سب سے مانگیں گے مگر بیت اللہ کے اردگرد پھر کر خدا سے نہیں مانگیں گے........مارکیٹس تمام ظاہری خوبیوں سے بھری پڑی ہیں......مگر اخلاقی کردار یہاں نایاب ہے........مالی ہوس کی بہتات ہے مگر ایثار و ہمدردی؟ ذرا کسی دکان پر جا کر ایسے جذبات کا اظہار کر کے تو دیکھیں.........دکھ ہوا.........بہت دکھ ہوا.....شدید مایوسی......عرب کے تاجر نے میرے ذہن پر جو نقش قائم کئے..... وہ افسوس ناک بھی تھے اور قابل نفریں بھی......اور سعودی

ماحول میں مال وزر کی ہوس اور حب جاہ ومال کو دیکھ کر.....عرب مارکیٹ سے اس مزاج کا مستقبل مزید بھیانک اور تاریک نظر آتا ہے اور اس کے خاتمے کا سوچنا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔26 نومبر کو جمعۃ المبارک کا دن تھا۔فندق افواج التوبۃ ۲ کے ہم سے منسلک حضرات سے مدینہ روانگی کی بابت رائے کو دریافت کرلیا تھا،نماز جمعہ کے متصل بعد نکلنا طے تھا اس لئے ہمیں کہا گیا کہ جمعہ پچھلی صفوں یعنی روڈ میں لگنے والی صفوں میں پڑھ لیا جائے تاکہ واپسی جلد ہو سکے،اس دن جمعۃ المبارک کو فجر کی ادائیگی کے بعد سورج جب مکہ کے پہاڑوں سے ابھر رہا تھا تو ہمارے دلوں میں مدینہ حاضری کے جذبات کا تلاطم بپا ہوگیا۔یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ حرم میں صبح صبح سے ہی نماز جمعہ کیلئے چہل پہل شروع ہوجاتی ہے ہم خراماں خراماں بظاہر مسجد حرام کی طرف چل رہے تھے مگر تخیل میں مدینہ کی طرف اڑتے چلے جارہے تھے کب وہ وقت ہوگا جب کہا جائے گا مدینہ کے لئے قافلہ وگاڑی تیار ہے۔شارع ابراہیم الخلیل پر بنتی صفوف میں ہم بھی کھڑے ہوگئے نماز جمعہ کے لئے اذان ہوئی، خطبے ہوئے، نماز ہوئی اور یہ سب کچھ اتنا دلکش تھا کہ نا قابل بیان..........خطبہ نہایت جامع تھا، سعودیہ کے مخصوص سیاسی ماحول کے تناظر میں......امت مسلمہ کو دیئے جانے والے پیغام پر مشتمل تھا۔نام لئے بغیر جس میں داعش وحوثی باغیوں کی شرانگیزیوں کی شدید مذمت کی جارہی تھی....خطبہ لگتا تھا سنجیدگی وعرق ریزی سے تیار کیا گیا ہے، سعودی حکومت کی سیاسی حساسیت ومتین نکات پر مشتمل یہ خطبہ یقیناً لائق سماعت بھی تھا اور فکرانگیز بھی

داعش ہو یا حوثی باغی.....سعودیہ اس وقت بالعموم اور حرمین شریفین بالخصوص ایک خطرناک دشمن سے مدمقابل ہیں،حوثی باغی یمن میں زیدی شیعوں کا ایک ٹولہ ہے جس کی بنیاد حسین بدرالدین الحوثی نے 1991ء میں یمن کے ایک شہر ''صعدہ'' میں زیدی شیعوں کی اجتماعیت اور سیاسی قوت کو یکجا کرنے کے لئے رکھی۔حوثی تحریک ایران کے خمینی

انقلاب کے بعد یمن میں اٹھائی گئی جس کا ایک مقصد زیدیوں کے گروہ ''حزب الحق'' کو سیاسی واخلاقی حمایت دینا بھی تھا۔حسین بدرالدین الحوثی نے اپنی اس تحریک کا نام ''الشباب المومن'' رکھا۔ابتداء نوجوانوں کی علمی وعملی رہنمائی تک اس تحریک کا دائرہ محدود تھا، ازاں بعد ''الشباب المومن'' ایک سیاسی قوت بھی بن گئی اور یمنی حکومت سے اپنے مطالبات بھی منوانے لگی۔حوثیوں کے اس گروہ نے جب اپنی سیاسی طاقت بڑھتی دیکھی تو اس کا بھرپور فائدہ حاصل کیا اور اپنے ہی نظریات کے حامل صالح عبداللہ کی طویل حکومت کو سیاسی انتشار ڈال کر ختم کر دیا۔صالح عبداللہ کے بعد یمن کا اقتدار منصور ھادی عبدربہ کے ہاتھ آیا جو نظریاتی اعتبار سے حوثیوں کا مخالف تھا۔ظاہر ہے کہ حوثیوں کے لئے اسے قبول کرنا مشکل تھا چنانچہ ایک مرتبہ پھر یمن کو سیاسی انتشار کا سامنا کرنا پڑا۔اب کی بار حوثی پوری طاقت سے اٹھے۔انھوں نے نہ صرف یمنی اقتدار پر قبضے کا عندیہ دیا بلکہ اپنے اقتدار کا دائرہ شمال میں واقع پڑوسی ملک سعودی عرب اور حرمین شریفین تک بڑھانے اور اس کے لئے باضابطہ حربی کاروائیوں کا اعلان کیا۔حوثیوں کو نظریاتی محاذ پر یمن میں کامیابیاں حاصل ہونے لگیں اور انہوں نے اپنی حربی استعداد اور افرادی قوت میں خوب اضافہ کیا۔ چنانچہ حربی کاروائیوں کے آغاز ہی میں انھوں نے دارالحکومت صنعاء پر قبضہ کرنے اور صدر یمن منصور ھادی کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔صدر ھادی جنوبی یمن بھاگ گئے اور عدن کو انھوں نے دارالحکومت قرار دے دیا، حوثیوں کی بڑھتی شورش میں سب سے فعال کردار شیعہ ریاست ایران ادا کر رہی تھی۔ایسے حالات میں جب ایران اور حوثی یمن میں اپنے پاؤں مضبوط کرنے اور حرمین پر قبضے کے اعلانات کر رہے تھے، سعودی عرب کو اپنے داخلی نظم کو مضبوط کرنے اور خارجی محاذ پر یمن کی حد تک تشویش لاحق ہونا ایک بدیہی امر تھا چنانچہ سعودی عرب نے عرب اسلامی ریاستوں پر مشتمل ایک عسکری اتحاد قائم کیا اور جمہوری صدر منصور

ھادی کا ساتھ دینے اور حوثیوں کے خلاف باضابطہ عسکری محاذ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ سعودی عرب کے لئے حوثیوں کی بغاوت، عزائم اور عسکری کارگزاریوں کو سنجیدگی اور حساسیت کے ساتھ لینے میں ایک عنصر یہ بھی کارفرما تھا کہ سعودی عرب کی یمن کی سمت جنوبی سرحد غیر متعین ہے جس کی وجہ سے سعودیہ کا سرحدی شہر نجران، مسلسل متحارب قوتوں کے نشانہ پر رہتا ہے، حوثی یعنی زیدی شیعہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور سعودیہ میں مسلسل ایسی متشددانہ کارروائیوں میں مصروف عمل ہے جس سے سعودیہ کا بالعموم اور حرمین کا بالخصوص امن غارت ہو اور اس ساری صورتحال میں حوثی باغیوں کو ایران اور شام جیسی شیعہ حکومتوں کا مکمل تعاون حاصل ہے۔

دوسری طرف داعش جو دراصل شام و عراق میں شیعوں کے سنیوں پر بہیمانہ تشدد کے نتیجہ میں ابوبکر البغدادی نے ''الدولۃ الاسلامیہ فی العراق والشام'' کے نام سے سنیت کو اس کے حقوق دلانے اور اسلامی نظام کے قیام کیلئے اہل تشیع کے خلاف قائم کی تھی اس نے بھی بعد میں اپنا تحریکی دائرہ دیگر مسلم ریاستوں کی طرف بڑھانے اور ان میں اپنا حکومتی نظام قائم کرنے کے لئے بلا امتیاز کاروائیوں کی طرف اپنی عسکری جدوجہد کا رخ موڑ دیا جس سے سعودی عرب سمیت دوسرے مسلم ممالک میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ داعش کا کردار آئے روز بڑھتا جا رہا ہے اس نے عراق کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کرنے، آئل ریفائنری اور بغداد انٹرنیشنل ائیر پورٹ پر عراقی فوجوں کو پسپا کرنے کے علاوہ ''الرقہ'' کو اپنا دارالحکومت بھی قرار دے دیا۔ داعش پوری دنیا سمیت سعودی عرب میں بھی کاروائیاں کر رہی ہے اس کے داخلی نظم کے حوالے سے پورے عالم اسلام، علماء و ائمہ عظام میں زبردست اضطراب پایا جا رہا ہے۔ شریعت کے نام پر کی جانے والی اس کی کاروائیوں کے غیر شرعی تعارف کے لئے کسی الجبراء کی ضرورت نہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ انکی کاروائیاں خطے میں شرعی حوالے سے منفی

اثرات مرتب کر رہی ہیں، یقیناً یہ سب سعودی عرب کے لئے خطرے کے الارم ہیں اس لئے اس پس منظر میں ہر جمعہ اور ایام حج میں دیئے جانے والے خطبے اس پہلو پر مشتمل ہوتے ہیں کہ امت کو ذہنی و فکری انتشار سے بچایا جائے اور وہ جذبات و شریعت میں فرق کرنا سیکھ سکیں۔ میں نے امام حرم کا خطبہ اسی پس منظر کو سامنے رکھ کر سنا انھوں نے فرمایا اسلام امن کا دین ہے۔ جہاد اللہ کا ایک بہت بڑا حکم ہے۔ اس کے لئے واضح شرائط ہیں جس کا دائرہ شرعاً مقرر ہے آپ اپنے جذبات کی آگ بجھانے کو اسلام اور شریعت نہیں کہہ سکتے۔ بھلا یہ کیسا جہاد ہے جو مسلمانوں ہی کے خلاف ہو رہا ہے، جس میں نشانہ مساجد کے نمازی یا بازاروں کے مسلمان تاجر بنائے جا رہے ہیں؟ ہمیں سرور کائنات کی تعلیمات کی طرف آنا ہوگا۔ خطبہ جامع تھا داعش اور یمن کی حوثی باغیوں کے خلاف واضح شرعی پیغام تھا۔ میں اس دورانیے میں امت کے فکری و سیاسی بحرانوں پر سخت دل گرفتہ رہا۔ بعد از نماز جمعہ متصلاً ہمیں مدینہ جانا تھا........ میں اس دل کی وارفتگی کو آقا کے دربار میں رکھوں گا..... شر پسندوں کے احوال اور امت کے فکری بحران کی شکایت لگاؤں گا......... میرے دل میں طرح طرح کے کچھ ایسے بچگانہ جذبات پیدا ہونے لگے جو ایک بچہ یہ سوچ کر کہ اب اپنے والد کی طرف چلنے لگا ہوں تو اس کے دل میں اپنے ہمعصروں کے متعلق پیدا ہوتے ہیں۔

نماز جمعہ ادا کی اگرچہ شارع ابراہیم الخلیل پر بنتی صفوف میں ہم کھڑے تھے مگر پھر بھی وہ لذت ولطف ملا جسے جامہ الفاظ پہنایا ہی نہیں جا سکتا۔ دل میں جذبات کی شدید کش مکش تھی مگر ہم اپنے آقا کے حضور پیش ہونے کے لئے واپس اپنے ہوٹل کی طرف آ گئے جہاں مدینہ روانگی کے لئے گاڑی آنے ہی والی تھی۔ ہمیں جب اپنے ''الشرکۃ'' کے لوگوں نے بتایا کہ سامان لے آیئے ...... گاڑی پہنچنے والی ہے تو ہمارے جذبات کیا تھے...... اللہ اکبر انہیں لبادہ الفاظ اوڑھانا ..... عاشقانہ اداؤں کا خون کرنے کے مترادف ہوگا .. ہم اپنے

سامان کو اٹھائے فندق افواج التوبۃ۲ کے استقبالیہ میں پہنچ چکے تھے..... چند ہی لمحات بعد مدینہ روانگی کے لئے بس آ گئی اور ہمیں پکار لیا گیا......سبحان اللہ...... کیا عالم فرحت وشادمانی تھا........کیا عالم انبساط وکشادگی تھا........کیا عالم مسرت وخوشی تھا......کہ بندہ پر خطا..... پر معاصی....آج سرور کائنات کے دربار میں حاضری دے گا.......... یا رسول اللہ ......کروڑوں سلام ہوں آپ پر اور آپ کی آل اولاد پر۔

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد

مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆☆☆

ہم رواں جب ہوئے، سوئے کوئے حبیب

گاڑی ابھی چلنے نہ پائی تھی کہ اذان عصر ہوگئی، حدود حرم میں اسی مقام پر ایک چھوٹی مسجد میں ہم نے ڈرائیور کی ہدایات کی روشنی میں نماز عصر ادا کی۔ بعد از نماز عصر گاڑی فورا مدینہ کی طرف روانہ ہوگئی، گاڑی ڈرائیور محمد قاصد پاکستانی تھا اور جنوبی پنجاب سے تعلق رکھتا تھا۔ہم اپنے شرکتہ کے صرف دو ہی سوار تھے جو عازم مدینہ تھے۔ چنانچہ ہمارے شرکتہ کے لوگوں نے اہتمام سے پہلی دو سیٹیں ہمیں عنائیت کیں۔ہمیں فرط اشتیاق کے موافق جگہ ملی۔ گاڑی کی فرنٹ سیٹ سے بھی اور دائیں بائیں کی ونڈوز سے بھی راہ ہجرت کا نظارہ کرنے کا موقع نصیب ہوگیا۔ گاڑی حدود حرم سے جب آگے نکل گئی تو میں بھی بے خودی کی کیفیت میں مبتلا ہوگیا، میں اور اہلیہ دونوں دم بخود اور ساکت رہے۔ ذہن میں خیالات کا ہجوم کروٹیں لے رہا تھا بلکہ طغیانی میں تھا.....کالے پہاڑ.....سخت چٹانی پتھر........جنھیں دیکھ کر مجھے محبوب کائنات فداہ ابی وامی کے پر کھٹن سفری لمحات یاد آرہے تھے.....کہیں صحرائی ریتلا علاقہ آجاتا....بے آب و گیاہ چٹیل میدان......خدایا......میرے مصطفیٰ اور آپ کے

جاں نثاروں کی.......مرد و خواتین، بچوں و بوڑھوں پر مشتمل مقدس جماعت......تیرے عشق میں کہاں کہاں سے گزر گئی......اسلام کی حقانیت پر....منکرین کو پکڑ کر لاؤ ذرا.........اور دکھاؤ.....مکہ سے مدینہ تک کا سفر........کہ آج سے چودہ صدیاں قبل ...ان سنگلاخ پہاڑیوں کا سینہ چاک کر کے........ان بے آب و گیاہ........ریتلے چٹیل صحراؤں کو پاؤں کے نیچے روندتے ہوئے....میرے مصطفیٰ اور انکے فقیروں کا قافلہ.....جس جمالی شان سے گذرا.....کیا خدائے لم یزل کی مدد کے بغیر ایسا ممکن ہے؟ یہاں دلائل نہیں......مشاہدے سے منایا جاتا ہے ....سنایا نہیں ....دکھایا جاتا ہے...... مجھ پر ذرے ذرے کا جلال طاری تھا......زبان سے درود شریف جاری تھا اور جسم دم بخود ....ابن سعد نے طبقات میں اس مقدس سفر کی تمام منزلیں گنوائی ہیں ۔ اللہ اکبر کہاں ہے منزل خرار......کہاں ہے ثنیۃ المزہ ......کہاں لقف کی منزل ہے........ اور کہاں ہے منزل مدلجہ.........مرجح ....حدائد........اذاخر اور رابغ ....کسی کا تو بتا دو میں ان ذروں کو چومنا چاہتا ہوں ....جنھیں میرے مصطفیٰ کے نعلین سے مس ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ کوئی ہے جو بتائے کہ منزل ذاسلم کدھر ہے؟ عشانیہ کس رخ پر واقع ہے؟ قاحہ سے گزر چکے یا آنے والی ہے؟ عرج سے ہم کتنا دور ہیں؟ جدوات کہیں پیچھے تو نہیں رہ گئی؟ رکوبہ ہماری اسی سمت ہے کیا؟ عقیق تو دور ہو گی نا؟ جثجاثہ کہیں ہمارے قریب تو نہیں؟ مگر کوئی نہ تھا جو بتا سکے، یہاں روڈوں پر بکھری یورپی ترقی کی شکلیں تو نظر آئیں گی مگر میرے محبوب کی منازل کا کسی کو علم نہیں، ابن سعد بلا وجہ تکلف کر بیٹھے .... یہاں عشق سے پہلے صحیح حسن غریب کی بحث طے کرنی پڑتی ہے ....انسان کوئی نہ تھا اور شائد ہے بھی نہیں ....جو آپ کو راہ ہجرت کا تعارف کرا سکے...البتہ راستہ خود بولتا ہے...... واللہ بولتا ہے...... بتاتا ہے سب کچھ سکھاتا ہے......سمجھاتا ہے اور رلاتا ہے اور بس رولاتا ہی رہتا ہے ۔ آپ ذرا دیکھتے جائیں ان

پگڈنڈیوں کو جواب اپنا وجود کھو چکی ہیں' پتھر دل بھی موم ہو جائے گا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں رواں ہو جاتی ہیں۔ایسا لگتا ہے راستے کا ذرہ ذرہ میرے مصطفیٰ کے دربار میں گویا ہو۔

یا رسول الله ! والله انی لفراقك محزون

کالے پتھر فراق محمدیؐ سے لگتا ہے جل چکے ہیں۔صحراؤں کی ریتلی سرزمین مصطفیٰ کی جدائی میں بے جان ہوگئی ہے،درختوں کو دیکھو......دنیا سے روٹھے روٹھے لگ رہے ہیں، مٹی اور پتھر ایک دوسرے کے سینے سے لگ کر گویا رو رہے ہوں......دیکھیے واللہ دیکھیے ...... یہ ادبی استعارات یا علم البیان کی تلمیحات نہیں.......حقیقت ہے حقیقت؟ حاجی صاحب کیا سوچ رہے ہیں؟ محمد قاصد پاکستانی ڈرائیور نے میرے سکوت کو توڑ ڈالا' قاصد بھائی کس قدر مصائب و آلام سے میرے مصطفیٰ کا سفر ہجرت ہوا ہوگا......میں نے جواب دیا۔

حاجی صاحب......آج لوگ اے سی گاڑی میں بیٹھ کر بھی بار بار سفر کی مزید طوالت کے متعلق استفسار کرتے ہیں ''سوہنے نبی نوں وی تکو'' کس طرح سفر کیتا جے''.....وہ خالص پنجابی میں گویا ہوا.......قاصد کی بات سن کر میں لرز گیا......الہ العالمین.....سفر کا پل پل مجھے حال خود پر عار و شرم دلائے جا رہا ہے۔قاصد خوش اخلاق' ملنسار اور چاہت والا انسان تھا.......وہ مجھے بہت کچھ کہتا رہا مگر میں ایک خول میں بند تھا......آنسو کی لڑیاں بہتی جا رہی تھی...... میں بہت رویا.....راستے کا ہر نشیب و فراز مجھے رلا رہا تھا...... رات کا اندھیرا چھانے لگا' مغرب کی نماز کا تقاضا درپیش تھا۔قاصد کسی مناسب جگہ کا متلاشی تھا۔دو رویہ سڑک پر روشنیوں نے ایک سماں باندھ رکھا تھا۔جگہ جگہ بورڈ نصب تھے جن پر اذکار و دعائیں لکھی تھیں تاکہ مسافر دوران سفر اپنی ادعیہ و اذکار میں مشغول رہیں۔رات کی تاریکی مکمل چھا گئی۔اندھیرا اس راستے پر کچھ شرمندہ شرمندہ لگتا ہے۔اب دیکھا تو نہیں جا سکتا تھا

مگر محسوس کیا جا سکتا تھا۔قاصد نے گاڑی ایک جانب روکی یہ ایک خوبصورت مسجد تھی جس کا چند دکانوں پر مشتمل چھوٹی سی مارکیٹ احاطہ کئے ہوئے تھی۔ ہم نے نماز مغرب ادا کی۔فرط اشتیاق میں گاڑی کی واپسی روانگی سے قبل ہی گاڑی میں بیٹھ گئے۔قاصد مجھے راستے میں چند مقامات کا تعارف کرواتا رہا مگر مجھ پر عجب حال بے خودی طاری تھا۔کچھ سمجھ نہ آیا' سفر بہت لمبا تھا مگر طوالت کا ذرہ بھر احساس نہ ہوا۔قاصد نے بتایا حاجی صاحب مدینہ آ چکا ہے۔اللہ اکبر' اللہ اکبر' دل دھک دھک کرنے لگا۔میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ ادبی تقاضے کس طرح پورے کروں..... بیٹھوں یا کھڑا ہو جاؤں .....گویا مولانا حسرت موہانی نے اپنے نہیں شائد میرے کیف وحال کا نقشہ کھینچا ہو......

پھر آنے لگیں شہر محبت کی ہوائیں
پھر پیش نظر ہو گئیں جنت کی فضائیں
اے قافلے والؤ کہیں وہ گنبد خضراء
پھر آئے نظر ہم کو کہ تم کو بھی دکھائیں
ہاتھ آئے اگر خاک ترے نقش قدم کی
سر پر کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں
نظارہ فروزی کی عجب شان ہے پیدا
یہ شکل وشمائل ' یہ عبائیں یہ قبائیں
کرتے ہیں عزیز ان مدینہ کی جو خدمت
حسرت انھیں دیتے ہیں وہ سب دل سے دعائیں

مجھے اپنی ذات اور اپنے وجود پر شک ہونے لگا.... گاڑی میں مکمل سناٹا چھا گیا تھا.........میرا دل کرتا...میں چھلانگ لگا دوں.....ذرہ ذرہ چومتے ہوئے............

سر کے بل اپنے محبوب کے دربار میں حاضری دوں............ یا اڑ جاؤں اوران فضاؤں کو اپنے سینے سے لگالوں جو میرے مصطفیٰ کے دیس کوفرحت وتازگی بخشتی ہیں،میرا دل کرر ہا تھا میں پہلے قبا جاؤں جہاں اولا میرے محبوب پہنچے تھے.......... ان گھروں کو دیکھوں ....جن میں سرور کائنات کی تشریف آوری سے پہلے ......ابو عبیدہؓ ،مقدادؓ ،سہیلؓ ،صفوانؓ ،عیاضؓ،عبداللہؓ بن محزمہ ،وھب بن سعدؓ معمر بن ابی سرحؓ مہمان بنے تھے۔مدینے کے اس راستے کو دیکھوں جہاں سے سرور کائنات گزررہے تھےاور بچیاں گا رہی تھیں۔

طـــلـــع البـــدر عـــلیـــنـــا

مـــن ثـــنیـــات الـــوداع

وجـــب الشـــکـــر عـــلیـــنـــا

مـــا دعـــا لـــلـــہ داع

کسی سمت سے یہ آواز آرہی تھی

نـــحـــن جـــوار مـــن بـــنـــی الـــنـجـــار

یـــا حبـــذا مـــحـــمـــد امـــن جـــار

اس ابوایوب انصاری کا گھر دیکھوں.....جو میرے محبوب کی خدمت میں دن رات لگا رہتا..........جس کے گھر کی نچلی منزل کو میرے مصطفیٰ نے پسند کیا اور سات ماہ قیام کیا.........وہ بالائی منزل پر رہتا تھا.....ایک بار پانی فرش پر گرا........قریب تھا کہ وہ نیچے والی منزل کی طرف بہے.......ابوایوبؓ اٹھا اور گھر میں موجود صرف ایک ہی لحاف کو اس پر پھینک دیا تاکہ پانی اس میں جذب ہو جائے اور نچلی منزل کو نہ جائے ....جو کھانے والے برتن میں تبرکا وہیں انگلیاں ڈالتا جہاں سرور کائنات کے انگلیوں کے نشانات ہوتے۔

میں حضرت کلثومؓ کی اس افتادہ زمین کو دیکھوں جہاں میرے محبوبؐ نے اپنے دست مبارک سے اسلام کی پہلی مسجد کی بنیاد ڈالی اور کیسی خوب ڈالی کہ خدا نے عرش سے تحسین فرمائی فرمایا.......

لمسجد اسس علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیه

مسجد تو مسجد ہے. جس کے نمازیوں کی بھی.......خدا توصیف بیان کرتا ہے.....فرمایا

فیه رجال یحبون ان یتطهروا. والله یحب المطهرین

جس کی تعمیر میں میرے مصطفیٰ صحابہ کے ساتھ مل کر بھاری بھاری پتھر صحابہ کرام کے عقیدت مندانہ انکار کے باوجود اٹھاتے، جس کی تعمیر میں شاعر اسلام عبداللہ بن رواحہ کام کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھتے جاتے......

افلح من یعالج المساجدا

ویقرا القرآن قائما وقاعدا

ولا یبیت اللیل عنه راقدا

گاڑی مسجد نبوی کے قریب ''شارع الستین'' سے دوسری سمت مڑ گئی، ہماری منزل شارع علی بن ابی طالب الطالع، اور شارع علی بن ابی طالب النازل، کے درمیان ''مخبز الکعکی'' اور ''بنک الاهلی کے قریب'' فندق السمان الجدید'' تھی۔ شارع العوالی پر گاڑی'' فندق السمان الجدید'' کے دروازے پر آ کر رکی ہمارے ''شرکتہ'' کے بھائی محمد مسعود ہمارے منتظر تھے۔ اپنے شرکتہ کے ہم دونفر جلد فندق السمان الجدید کے کمرہ نمبر 609 میں پہنچا دیئے گئے... یہ کمرہ کشادہ اور صاف ستھرا تھا.........ہوٹل اور کمرہ......دونوں مکہ کے ہوٹل اور کمرہ سے بہت........آرام دہ اور خوبصورت تھے۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ مدینہ میں روحانی تسکین کے ساتھ ساتھ جسمانی راحت بھی حاصل رہے گی....سامان کمرے میں رکھا، ظاہر

ہے کہ پروانہ جس کا متلاشی تھا........اسی سمت کے لیے عازم ہوا..........منزل مقصود کے لئے کمر بستہ ہو گیا.........دل میں جذبات انگڑائیاں لے رہے تھے..........گویا....

اے جذبہ دل روضہ اطہر کی طرف چل
جس در کا بھکاری ہے تو اس در کی طرف چل
مایوس نہ ہو تیرگی رنج والم سے
اے رہروشب صبح منور کی طرف چل
دیکھے سے جسے سیر نظر ہو نہیں سکتی
طیبہ میں اسی حسن کے محور کی طرف چل
پھر تشنہ لبی کی نہ کبھی ہو گی شکایت
اک بار ذرا ساقی کوثر کی طرف چل
سامان بقا کرلے فنا ہونے سے پہلے
اے قطرہ ناچیز سمندر کی طرف چل
ہے تجھ کو اگر تیرہ نصیبی کا گلہ کچھ
پڑھ صل علی بخت سکندر کی طرف چل
ہر سمت جہاں پر ہے تجلی ہی تجلی
اس بارش انوار کے منظر کی طرف چل
کرنا ہے اگر ذکر تو اس جان جہاں کا
چلنا ہے تو کونین کے سرور کی طرف چل
آنکھوں میں کبھی پھرکوئی منظر نہ جچے گا
اے حسن نظر گنبد اخضر کی طرف چل

پھر منزل مقصد نہ ملے تو مرا ذمہ
دو چار قدم راہ پیمبر کی طرف چل
ہو لاکھ گرانبار گناہوں سے تو کیفی
نم دیدہ ذرا شافع محشر کی طرف چل

میں نے غسل کیا' نئے کپڑے پہنے' خوشبو لگائی' اور مسجد نبوی ؐ میں.........دربار نبوت میں حاضری کے قصد سے چل پڑا.....رات آدھی بیت چکی تھی....سڑکوں پر چیدہ چیدہ گاڑیاں گزر رہی تھیں..........ہم فندق السمان الجدید کی ساتھ والی گلی میں چلنے لگے.......عشق راستے کا تعین خود کرتا گیا۔ بہت جلد ہم اس جگہ پر تھے جہاں سے مسجد نبوی کے مینار نظر آ رہے تھے' زبان سے با آواز بلند درود شریف جاری ہو گیا۔ خیالات نے کروٹ لی مجھے نظر آ رہا تھا کہ خاندان نجار کی زمین ہے کچھ قبریں ہیں اور کچھ کھجور کے درخت' سرور کائنات نے اس جگہ مسجد بنانے کا قصد کیا ہے...آپ نے خاندان نجار کے لوگوں کو بلایا کہ میں یہ زمین بہ قیمت لینا چاہتا ہوں.......وہ بولے ہم قیمت لیں گے مگر آپ سے نہیں......خدا سے......اس زمین کے اصل مالک دو یتیم بچے تھے' محبوب کائنات نے زمین کو بلاعوض لینا گوارہ نہ کیا۔ بچے بضد تھے کہ بلاعوض.......مگر آپ ؐ کے حکم سے حضرت ابوایوب انصاریؓ نے قیمت ادا کی۔ مجھے نظر آ رہا تھا' سرور کائنات صحابہ کرام کے ہمراہ تعمیر مسجد نبوی کے لئے.....پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے ہیں اور یہ رجز پڑھتے جا رہے ہیں۔

اللھم لا خیر الا خیر الآخرۃ
فاغفر الانصار والمھاجرۃ

اللہ اکبر' میں مدینے کی اسی مقدس سرزمین اور اسی مسجد نبوی کے قریب پہنچ چکا تھا۔

المسجد النبوی ﷺ

ہم جس سمت سے مسجد نبویؐ کی طرف بڑھ رہے تھے اس سمت روڈ پر موجود تمام مارکیٹ گرائی جا رہی تھی.... ہمیں بتایا گیا کہ مسجد نبویؐ کی توسیع کے لئے اس سمت میں تمام مارکیٹ کو گرا دیا گیا ہے۔ ہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ مسجد نبوی کی تاریخ کا سب سے بڑا توسیعی منصوبہ ہے جس کا سنگ بنیاد سعودی حکمراں شاہ عبداللہ نے رکھا۔ اس وقت مسجد میں 8لاکھ افراد کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہے جبکہ اس منصوبے کی تکمیل کے بعد 30لاکھ افراد نماز ادا کر سکیں گے۔ نئے توسیعی منصوبے کے تحت مسجد نبوی کے مجموعی رقبے میں 11لاکھ مربع میٹر کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ سعودی شہر جدہ میں مقیم سنئیر صحافی شاہد نعیم نے وی او اے کو بتایا کہ توسیعی منصوبہ تین مرحلوں میں مکمل ہوگا۔ ابتداء میں پہلے مرحلے کے لئے تین سال کا وقت مقرر کیا گیا تھا تاہم شاہ عبداللہ کی ہدایت پر اب اس منصوبے پر دن رات کام کرتے ہوئے اسے صرف دو سال میں مکمل کیا جائے گا۔

مسجد کے نئے مرکزی داخلی دروازے کی توسیع کے ساتھ ساتھ اس کے دونوں اطراف اونچے مینار تعمیر کئے جائیں گے جبکہ مسجد کے چاروں اطراف موجود میناروں کو مزید بلند اور کشادہ کیا جا رہا ہے۔ منصوبے کے تحت مسجد کا صحن اور گیلریاں بھی نئے سرے سے بنائی جائیں گی جہاں مزید دو لاکھ نمازی عبادت کر سکیں گے۔

مسجد نبوی کی توسیع کے بارے میں سعودی وزیر مالیات، ڈاکٹر ابراہیم العساف (جنہیں حال ہی میں نئے سعودی فرمانروا شاہ سلیمان بن عبد العزیز نے عہدے سے برطرف کر دیا ہے) کا کہنا ہے کہ مسجد نبوی کی توسیع کے نئے پراجیکٹ میں نہ صرف نمازیوں

کے لئے زیادہ سے زیادہ گنجائش پیدا کرنا شامل ہے بلکہ مسجد کو جدید انداز میں ڈھالنے اور اسے زیادہ سے زیادہ خوبصورت ودلکش بنانے کا بھی عمل جاری ہے۔انھوں نے مزید بتایا کہ نمازیوں کو موسمی اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے مسجد کے صحن میں 250 سائبان تعمیر کئے جائیں گے جو تقریباً دو لاکھ افراد کو دھوپ سے محفوظ رکھیں گے ان میں سے ہر سائبان 576 مربع میٹر قطر پر محیط ہوگا۔

ڈاکٹر ابراہیم العساف نے کہا کہ توسیع وتزئین کے منصوبے میں 27 نئے گنبد بھی شامل ہیں۔ان نئے گنبدوں کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ بجلی کے ذریعے متحرک رہیں گے اور روضہ رسول کی خوبصورتی کو دوبالا کریں گے۔توسیعی منصوبے میں مسجد نبوی سے ملحقہ ایک پارکنگ سٹینڈ بھی بنایا جائے گا جہاں 420 کاریں اور 70 بڑی بسیں بیک وقت پارک کی جاسکیں گی جبکہ مسجد کی بالائی منزلوں تک پہنچنے کے لئے 24 مقامات پر زینے تعمیر کئے جائیں گے ان میں خودکار زینے بھی شامل ہونگے۔

ہم ان گری ہوئی مارکیٹوں کے دامن سے گزر کر آگے بڑھے تو سڑک کی دوسری سمت جانے کے لئے زیر زمین برقی سیڑھیوں پر مشتمل خوبصورت ائیر کنڈیشنز راستہ تھا جس پر لکھا تھا ''ممر مشاۃ'' اس کے دروازے خود کار تھے راستہ بند تھا اور دائیں بائیں خوبصورت مارکیٹ نے اسے اپنے دامن میں لیا ہوا تھا۔ہم دوسری سمت سے باہر نکلے' دائیں طرف گری ہوئی ایک اور مارکیٹ کا سینہ چاک کرکے جب ہم ایک صاحب کی راہنمائی کے بعد مسجد نبوی کی سمت بڑھے تو گیٹ نمبر 36 سامنے تھا۔گیٹ نمبر 36 سے جوں ہی اندر داخل ہوئے اچانک سبز گنبد نظروں کے سامنے تھا اور میرا حال کچھ ایسے تھا۔

پھر پیش نظر ' گنبد خضرا ہے حرم ہے
پھر نام خدا ' روضہ جنت میں قدم ہے

پھر شکر خدا سامنے محراب نبیؐ ہے
پھر سر ہے مرا اور ترا نقش قدم ہے
محراب نبی ؐ ہے کہ کوئی طور تجلی
دل شوق سے لبریز ہے اور آنکھ بھی نم ہے
پھر منت دربان کا اعزاز ملا ہے
اب ڈر ہے کسی کا ، نہ کسی چیز کا غم ہے
پھر بارگہ سید کونین میں پہنچا
یہ ان کا کرم ، ان کا کرم ، ان کا کرم ہے
یہ ذرہ ناچیز ہے خورشید بداماں
دیکھ ان کے غلاموں کا بھی کیا جاہ وحشم ہے
ہر موئے بدن بھی جو زبان بن کے کرے شکر
کم ہے بخدا ان کی عنایات سے کم ہے
رگ رگ میں محبت ہو رسول عربی کی
جنت کے خزائن کی یہی بیع سلم ہے
وہ رحمت عالم ہے شہ اسود واحمر
وہ سید کونین ہے، آقائے امم ہے
وہ عالم توحید کا مظہر ہے کہ جس میں
مشرق ہے، نہ مغرب ہے، عرب ہے، نہ عجم ہے
دل نعت رسول عربی کہنے کو ہے بے چین
عالم ہے تحیر کا زباں ہے نہ قلم ہے

میری زباں پر درود شریف جاری تھا' رات کافی بیت چکی تھی مگر مسجد نبوی میں چہل پہل تھی۔ ہم نے نماز عشاء ادا نہ کی تھی مگر دل میں روضہ رسول ﷺ پر حاضری کا بے حد اشتیاق مضطرب کئے ہوئے تھا۔ مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں قبلہ کے بالمقابل جنوب کی طرف حضرت عائشہؓ کا وہ حجرہ مبارکہ ہے جہاں سرور کائنات ﷺ آرام فرمارہے ہیں یہ وہ مقام ہے جہاں صبح وشام 70 ہزار فرشتے آسمان سے نازل ہو کر سرکار دوعالم ﷺ کی قبر پر آپ کو سلام کا تحفہ پیش کرتے ہیں......... جو فرشتہ ایک بار حاضر ہو کر سلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کر لیتا ہے قیامت تک پھر اس کی حاضری کی باری نہیں آتی۔ جس جگہ آپ ؐ کی قبر ہے اور آپ کا جسم اطہر زمین کے جس حصے سے مس کیا ہوا ہے اسے اکابر علمائے امت نے ''افضل بقاع الارض'' قرار دیا حتی کہ عرش سے بھی افضل قرار دیا چنانچہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ'

ان الامكنة والازمنة كلها متساوية فى حدذاتها لا يفضل بعضها بعضا الا بما يقع فيها من الاعمال ونحوها وزادبعضهم او يحل لتدخل البقعة التى ضمته ﷺ فانها افضل البقاع الارضية والسماوية حتى قيل وبه اقول انها افضل من العرش''

اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں

فيه تصريح بان مكة افضل من المدينة كما عليه الجمهور الا البقعة التى ضمت اعضائه عليه الصلوٰة والسلام فانها افضل من مكة بل من الكعبة بل من العرش اجماعا.

صرف یہی نہیں بلکہ آپؐ نے اپنے گھر اور اپنے مسجد کے منبر کے درمیانی حصے کو ''روضة من رياض الجنة '' فرمایا چنانچہ بخاری شریف میں ہے'

عـن عبـدالـلـه بـن زيد المازنیؓ ان رسول الله ﷺ‘ قال ما بين بيتی ومنبری روضة من رياض الجنة‘

یہ جگہ بھی مسجد نبوی میں موجود ہے۔حضور اقدسؐ کے روضہ مبارک کے داہنی طرف منبر تک کے اس احاطے کو’’ریاض الجنۃ‘‘ کہا جاتا ہے۔

بخاری شریف کی ایک اور روایت ہے

عـن ابی هريرةؓ، عن النبیؐ ما بين بيتی ومنبری روضة من رياض الجنة ومنبری علی حوضی

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اس حدیث شریف میں دو مضمون وارد ہوئے ہیں......اول یہ کہ مسجد نبوی کا وہ حصہ جو قبر اطہر اور منبر شریف کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے .... یہ مشہور قول کے موافق ہے کہ میرے گھر سے مراد حضرت عائشہ کا گھر ہے جس میں بعد میں حضورؐ کی قبر بنی۔بعض علماء نے’’ میرے گھر سے عام مراد لیا ہے‘‘یعنی تمام ازواج کے گھر اور زوائد مسند احمد کی ایک روایت سے اس کی تائید کی جس میں وارد ہوا ہے کہ ان گھروں کے اور منبر کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے‘ اس صورت میں ازواج مطہرات کے جو مکانات ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوئے ہیں وہ سارا حصہ روضہ ہی ہے۔

اس حدیث کے مطلب میں علماء کے تین قول ہیں۔اول یہ کہ اللہ کی رحمتوں کے نازل ہونے میں یہ حصہ ایسا ہی ہے جیسا کہ جنت کا باغ ہو کہ جس طرح وہاں ہر وقت اللہ جل شانہ کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں اسی طرح یہاں بھی ہر وقت اللہ جل شانہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس جگہ عبادت جنت کے باغ کا ذریعہ ہے یعنی اس جگہ عبادت کرنے سے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ عبادت کرنے والے کو ملے گا، اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ جگہ حقیقت میں جنت کا ایک ٹکڑا ہے جو اس دنیا میں منتقل کیا گیا ہے اور بعینہ یہ ٹکڑا جنت میں منتقل کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بھی مدینہ طیبہ کے مکہ مکرمہ سے افضل ہونے پر استدلال کیا گیا ہے اس لئے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ جنت کا ٹکڑا ہے اور دوسری احادیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جنت کا ایک کمان کے بقدر حصہ بھی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے افضل ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ تیسرا قول راجح ہے۔ ابن حجر مکی شرح مناسک نووی میں لکھتے ہیں سب سے بہتر قول وہ ہے جو امام مالک وغیرہ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور یہ جگہ جنت میں منتقل ہو جائے گی۔

دوسرا مضمون حدیث بالا میں یہ ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہوگا اس کے معنی میں بھی علماء کے تین قول ہیں۔ اول یہ کہ منبر شریف جو مسجد میں ہے بعینہ حوض کوثر پر منتقل ہو جائے گا' دوسرا قول یہ ہے کہ حضور اقدسؐ نے حوض کوثر کا حال بیان فرمایا ہے کہ اس پر میرے لئے ایک منبر ہوگا اس صورت میں جو منبر شریف ہے اس کے متصل عبادت کرنے کا ثمرہ اور اثر یہ ہے کہ اس کی برکت سے قیامت میں حوض کوثر پر حاضری نصیب ہوتی ہے۔ قاضی عیاض نے شفا میں لکھا ہے کہ پہلے معنی سب سے زیادہ ظاہر ہیں' حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اکثر علماء نے یہی فرمایا ہے کہ وہی چیز مراد ہے جس پر کھڑے ہو کر حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ وہ حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے منبر کے پائے جنت میں ستون بنا دیئے جائیں گے اور بھی

بہت سے علماء نے اسی معنی کو ترجیح دی ہے اسی وجہ سے مسجد نبوی کے درمیان میں یہ دو جگہ روضہ اور دوسرے منبر کی جگہ خاص طور پر اہم ہیں (فضائل حج ۱۹۲/۱۹۳)۔

چنانچہ اولاً روضہ نبی پر حاضری اور سلام پیش کرنے کے ارادے سے میں ''باب السلام '' کی طرف آیا۔ یہی وہ دروازہ ہے جہاں سے لوگ مواجہہ شریف پر سلام کی غرض سے داخل ہوتے ہیں ....میں بھی عشاق کی لائن میں لگ گیا.....ہجوم بہت زیادہ تھا مگر فرط اشتیاق نے اس کا احساس نہیں ہونے دیا......میں سوز دروں سے تڑپ رہا تھا.....آنکھوں میں بدلیاں آ گئیں.....میں اس نبی کے در پر آیا ہوں جو امت کے لئے مصائب وشدائد کے مراحل سے مسکراتے ہوئے گزر گیا........جسے طائف کی وادی میں پتھر مارے گئے۔ جوتے خون سے رنگیں ہو گئے......فرشتہ حاضر ہوا کہ ''حکم ہو تو دونوں پہاڑوں کو ملا دیا جائے اور ان لوگوں کو نیست و نابود کر دیا جائے مگر اس روضے میں محو آرام میرے محبوب نے جب چار سو مذاق اڑانے.....تالیاں پیٹنے.... طعنے کسنے........اور پتھر مارنے کا ماحول تھا....کیا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا''

اللهم اليک اشکو ضعف قوتي وقلة حيلتي وهواني على الناس ' يا ارحم الرحمين انت رب المستضعفين وانت ربي الى من تکلني الى بعيد يتجهمني ام الى عدو ملکته امري' ان لم يکن بک على غضب فلا ابالي ولکن عافيتک هي اوسع لي''

کہنا.....خدا کی قسم بہت آسان ہے ....مگر دکھلاؤ......میرے مصطفیٰ ﷺ جیسا جگر........میرے محبوب جیسا حوصلہ....میرے محمد عربی جیسا صبر......کہ جنھوں نے امت کو فرط محبت میں ہدایت کی دعا دی....جس پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا....تو بھی عبادت وخدمت کے لئے آ جاتا........جو کائنات کی سب سے بڑی طاقت رکھنے کے باوجود عاجزی کی جس

معراج پر کھڑا تھا اس کی مثال تاریخ انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے.......جس پر کبھی اوجھڑی پھینک دی جاتی......کبھی پتھر مارے جاتے......کبھی طعنے کسے جاتے .....کبھی اوباشوں کو پیچھے کر دیا جاتا..........کبھی تالیاں پیٹیں جاتیں اور وہ خدا کی پل پل نصرت کے باوجود........ اپنے ماتھے پر شکن نہیں پڑنے دیتا تھا...... نظام کائنات بارگاہ خداوندی میں.......اس کے لبوں کی جنبش کے ساتھ ہی........تہس نہس ہو کر رہ جائے....مگر میرا یہ نبی بارگاہ خداوندی میں ......راتوں کو رو رو کر.......اپنا غم ھلکا کر لیتا........بددعا نہ دیتا.... بلکہ ہدایت کی دعا ہی دیتا رہتا ہے.......خدایا میں آج اس محبوب کے دربار پر کیسے حاضری دوں گا؟ اس در کا ذرہ ذرہ اپنے اندر ایک تاریخ سموئے ہوئے ہے.........ایسی تاریخ جو میرے منہ پر بدعملی کے زوال کی اس سطح پر کھڑے ہونے پر........طمانچے مار رہی تھی........میں سوچ رہا تھا کائنات کا سب سے گندہ انسان....سب سے نفیس ہستی........کے دروازے پر آیا' دل شرم سے کٹ رہا تھا.....ندامت کی ٹیسیں اٹھ رہی تھی.......ایسے لگ رہا تھا کوئی مجھ سے کہہ رہا ہو....او گندے.....کدھر جا رہا ہے؟ او آوارہ....رک جا....او بے شرم......حیا بھی کچھ ہے تجھ میں؟ او بے ادب! تو یہاں کیوں آیا؟ او بے عمل.......تو کیا ڈھونڈھ رہا ہے یہاں؟ خدا کی قسم میں شرمندہ تھا.........بہت شرمندہ...... میں محسوس کر رہا تھا کہ کوئی مجھے پیچھے کھینچ رہا ہے ...... مجھے عار دلا رہا ہے ...... شرم دلا رہا ہے مگر مجھ میں حوصلہ پیدا ہوا.......میں اس کے دربار میں جا رہا ہوں........جس نے پیارے چچا حمزہ کے قاتلوں کو بھی معاف کیا اور نہ صرف معاف کیا بلکہ ''وحشی'' کو رضی اللہ عنہ اور ھندہ کو رضی اللہ عنھا کے مقام تک پہنچا دیا....اے میرے ضمیر کے بوجھ........اتر جا میرے دل و دماغ سے.....مجھے اس در والے نے ''لاتقنطوا من رحمۃ اللہ'' کا درس پڑھایا ہے....زندگی بھر جس کے فراق میں رویا آج میں جانے سے کیا رک جاؤں گا.....میں ستایا ہوا ہوں بے حد ستایا ہوا....نفس امارہ

اور شیطان الرجیم کے مظالم کا.... میں اپنے محبوب سے ڈھیر ساری باتیں کروں گا........اپنے امی عائشہؓ کا حجرہ دیکھوں گا..........تم مجھے میری ماں کے دروازے پر جانے سے روکتے ہو......میں آج کچھ عہد و پیماں کروں گا ' اپنی گندگی..........بے شرمی........ضلالت ورزالت کے اعتراف کے باوجود جاؤں گا۔ اپنے مصطفیٰ ﷺ کے دروازے پر......ٹانگیں جواب دے گئیں تو سر کے بل چل کر جاؤں گا........جس نبی نے عاصیوں کو گلے سے لگایا جس نے مشرکین' کفار اور بے ایمانوں کی بستیوں کو اس سطح تک پہنچایا کہ'

قدم قدم پہ برکتیں' نفس نفس پہ رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی' وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا

لائن مسلسل آگے بڑھ رہی تھی' دھک دھک کرتے دل میں حوصلہ بھی بڑھنے لگا۔ اچانک پیتل کی جالیاں نظر آنے لگی۔ ایک سوراخ جس کے گرد ایک بڑا سفید دائرہ موٹی پلیٹ کی سی شکل میں بنا ہوا نظر آنے لگا میں بلند آواز سے گویا ہوا'

الصلوٰة والسلام علیك یا رسول الله
السلام علیك یا خیر خلق الله
السلام علیك یا حبیب الله
السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته
انی اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له
واشهد انك عبده ورسوله ٗ واشهدانك بلغت الرسالة
وادیت الامانة ونصحت الامة وكشفت الغمة

فجزاك الله عنا افضل ما جاذیٰ نبیا عن امته

یا رسول الله۔ اسئلك الشفاعة واتوسل بك الی الله

فی ان اموت مسلما علی ملتك وسنتك

میں نے اپنی طرف سے والد محترم' والدہ محترمہ' برادر مکرم' ہمشیرگان' اہلیہ' بھابھی' بہنوئی اور جملہ اقارب اور دوست احباب کی جانب سے سلام پیش کیا۔ تین بیضوی جھروکوں میں سے دوسرا جھروکا سیدنا صدیق اکبرؓ کا ہے میں نے سلام پیش کیا۔

السلام علیک یا خلیفة رسول الله وثانیه فی الغار ورفیقه فی الاسفار' وامینه علی الاسرار' ابا بکر الصدیقؓ' جزاک الله عن امة محمدﷺ خیرا.

تیسرا جھروکا حضرت عمر فاروقؓ کا ہے میں اس کے سامنے آیا اور سلام عرض کیا۔

السلام علیک یا امیر المومنین عمر الفاروق' الذی اعز الله به الاسلام' امام المسلمین مرضیا حیا ومیتا' جزاک الله عن امة محمد خیرا.

ہجوم کے باعث رکنا ممکن نہ تھا....سلام کے لئے جتنا رکے ....اتنا بھی باعث غنیمت تھا.... باب جبرائیل سے باہر نکلے' دو رکعت نفل ادا کئے باہر صحن میں آیا تو اہلیہ منتظر تھیں.....ہم نے نماز عشاء ادا کی ....خواتین کی زیارت کا وقت نہ تھا..... باہم مشورہ کیا....رات کا آخری پہر چل رہا تھا اس لئے آج رات مسجد نبویؐ میں ہی گزارنے کا فیصلہ کیا...... میں اہلیہ کو خواتین کے لئے بنائے گئے مختص حصے میں لے گیا.... ''مصلی النساء الشرقی'' سے اہلیہ کو اندر خواتین والی عبادت گاہ میں بھیج دیا....مسجد نبوی میں خواتین کے لئے علیحدہ حصہ بنایا گیا ہے جو نہایت خوبصورت بے حد آرام دہ ہے۔ میں اہلیہ کو چھوڑ کر واپس

روضہ نبی کی طرف آ گیا۔

روضہ اقدس کے متعلق آغا شورش کاشمیری لکھتے ہیں کہ

روضہ اقدس چاروں طروف سے پیتل کے گرد پوش میں ہے .... یہ گرد پوش جالی کی طرز پر ہے اور اندر کی ہر چیز کھلی نظر آتی ہے۔مواجہہ شریف کے اندر سنگ مرمر کے فرش پر تین کالی سیلیں ہیں..جو فرش کو ممیّز کرتی ہیں اور یہی پر سہہ قبروں کے نشان ہیں۔حضور اکرمؐ کے شانہ سے حضرت ابوبکرؓ اور ابوبکرؓ کے شانہ سے عمر فاروقؓ کی قبریں ملی ہوئی ہیں.....اصل قبروں پر سنگ وآہن کی دیوار کھچی ہوئی ہے۔کوئی ستر اسی سال تک مدفون مبارک اصل حالت میں رہے پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ گورنر مدینہ نے ولید بن عبدالما لک کے حکم سے ایک سنگی عمارت کھینچ دی جس سے تینوں مزار حجاب میں آ گئے کچھ روز بعد گرداگر سنگی ستونوں اور محرابوں کا ایک اور احاطہ بنا دیا گیا۔اسی احاطہ پر گنبد خضری ہے۔اس پنج گوشہ عمارت پر کلمہ طیبہ سے منقش غلاف چڑھا ہوا ہے۔ پاکستان یا ہندوستان میں مزار اقدس کی جو تصویریں پائی جاتی ہیں وہ سب فرضی ہیں کسی کو غلاف کے اندر کی عمارت کا حال معلوم نہیں۔نورالدین زنگی نے شیشہ کی آٹھ فٹ گہری اور دس فٹ اونچی دیواریں چنوادی تھیں جس سے ایک حصار کھڑا ہو گیا۔اب اندر کا نقشہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔بس وہی سیاہ پتھر کی تین سلیں روضہ اقدس یا مدفن ابوبکر و عمر کی نمائندگی یا نشاندہی کرتی ہیں کہ یہاں سے اس پردہ کے پیچھے حجرہ میں شہنشاہ کونین اور انکے دو وزیر آرام فرمارہے ہیں۔مواجہہ شریف کا دروازہ بعض سربراہان مملکت کے لئے کھلتا ہے تو اندر وہی ہے جو تانبے کی جالیوں سے کھلا نظر آتا ہے۔البتہ یہ

ضرور ہے کہ بعض سر براہ تاب نظارہ نہ لا کر غش کھاتے اور گر پڑتے ہیں

(شب جائے کہ من بودم ص ۱۴۷/۱۴۶)۔

میں نے دوبارہ سلام پیش کیا اور ریاض الجنۃ میں نوافل کی ادائیگی کے لئے آیا ریاض الجنۃ کے متعلق احادیث وفضائل ماقبل میں بیان ہو چکے ہیں یہ حصہ کچھ خاص ستون رکھتا ہے جن سے عہد رسالت کے کچھ خاص واقعات متعلق ہیں۔ستون کو عربی میں اسطوانۃ کہتے ہیں۔تاریخی یادگار رکھنے والے مسجد نبوی کے وہ مخصوص ستون درج ذیل ہیں۔

اسطوانہ حنانہ (رونے والا ستون)

یہ جگہ سب سے زیادہ متبرک ہے۔یہ حضور اقدس ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔اس جگہ کھجور کا وہ تنا تھا جس پر ٹیک لگا کر حضور اقدس ﷺ منبر بننے سے پہلے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔جب منبر شریف تیار ہوا اور حضور اقدس ﷺ خطبہ کے لئے اس پر تشریف فرما ہوئے تو اس میں سے بہت زور سے رونے کی آواز آئی۔ایک روایت میں ہے کہ اس کے رونے سے مسجد گونج گئی۔دوسری روایت میں ہے کہ اس کے رونے سے اور اس کی حالت سے مسجد والے بھی رونے لگے۔حضور اقدس ﷺ اس کے پاس آئے اور اس پر دست مبارک رکھا جس سے اس کا رونا بند ہوا۔حضور ﷺ نے فرمایا اس کے قریب اللہ کا ذکر ہوتا تھا....اب منبر بن جانے سے یہ اس سے محروم ہو گیا.....اس کی وجہ سے رو رہا ہے اگر میں اس پر ہاتھ نہ رکھتا تو قیامت تک اسی طرح روتا رہتا.....اس کے بعد اس کو دفن کر دیا گیا...یہ بہت مشہور قصہ ہے جسے دس صحابہ کرام نے نقل فرمایا۔حضرت حسن بصریؒ کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ اس قصہ کو نقل فرماتے تو رونے لگتے اور فرماتے کہ اللہ کے بندو! کھجور کے درخت کو تو حضور اقدس ﷺ کا اتنا اشتیاق تھا تم تو اس سے بھی زیادہ شوق کے اہل تھے۔ایک حدیث میں ہے کہ جب منبر تیار ہو گیا اور حضور اقدسؐ جمعہ کے دن اس پر تشریف فرما ہوئے تو یہ ستون ایسے

زور سے چلایا قریب تھا کہ پھٹ جائے' حضورؐ منبر سے اترے اور اسے اپنے سے لگایا تو اس طرح سسکیاں لے رہا تھا جیسا بچہ کیا کرتا ہے جس وقت کہ اس کو روتے ہوئے چپ کرایا جائے......اسی وجہ سے اس کو اسطوانہ حنانہ کہتے ہیں جس کے معنی رونے والی اونٹنی کے ہیں۔

حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں نماز کے لئے سب سے افضل جگہ یہی ہے اسی جگہ محراب النبیؐ کے نام سے محراب بنادی گئی ہے جو حضورؐ کے زمانہ میں نہ تھی بلکہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بحثیت امیر مدینہ ہونے کے مسجد کی تعمیر کرائی اس وقت محراب بنائی گئی۔

اسطوانہ عائشہ (رضی اللہ عنھا)

اس کو اسطوانہ المھاجرین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں مہاجرین کی اکثر نشست رہتی تھی۔ابتداء حضور اقدس ﷺ کا مصلی اسی جگہ تھا۔اس کے بعد آگے کے ستون ''اسطوانہ حنانہ'' کی طرف تجویز ہوا۔اس کو اسطوانۃ القرعہ بھی کہتے ہیں۔جس کی وجہ یہ ہے حضرت عائشہؓ حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ اس مسجد میں ایک جگہ ایسی ہے کہ اگر لوگوں کو اس کا اجر معلوم ہوجائے تو اس کے لیئے ہجوم کی وجہ سے قرعہ ڈالنا پڑے۔لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ وہ کون سی جگہ ہے تو انھوں نے اس وقت بتانے سے انکار کردیا ،اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے اصرار پر حضرت عائشہؓ نے ان کو بتایا اس لئے اسے اسطوانہ عائشہؓ کہتے ہیں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے متعلق منقول ہے کہ اکثر اس کے قریب نماز پڑھا کرتے تھے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ اس جگہ دعا قبول ہوتی ہے۔

اسطوانہ ابولبابہ

یہ وہ ستون ہے جس کے ساتھ حضرت ابولبابہؓ نے اپنے آپ کو باندھ دیا تھا اور یہ عہد کرلیا تھا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ مجھے معاف نہ فرمائیں گے اور خود نہ کھولیں گے بندھا رہوں گا ان سے غلطی یہ سرزد ہوئی کہ غزوہ بنو قریظہ کے وقت جب مسلمانوں نے قریظہ کے یہودیوں کا محاصرہ کیا تو انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے' حضرت ابولبابہ کے یہودیوں سے عہد جاہلیت سے بہت زیادہ تعلقات تھے تو انھوں نے مشورہ کے لئے حضرت ابولبابہؓ کو بلوایا تا کہ حضورؐ کا یہودیوں کے متعلق عندیہ ان سے معلوم کرسکیں۔ حضرت ابولبابہؓ جب وہاں تشریف لے گئے... وہ سب ان کو دیکھ کر بے تحاشا رونے لگے۔ انکے رونے کی وجہ سے حضرت ابولبابہؓ کا دل بھر آیا اور دریافت کرنے پر حضرت ابولبابہؓ نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا گویا کہ حضورؐ کا عندیہ قتل کرنے کا ہے لیکن اس کے بعد معاً تنبہ ہوا کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی وہاں سے واپس آ کر اپنے آپ کو اس جگہ جو کھجور کا ستون تھا اس سے باندھ دیا کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی اپنے کو نہ کھولوں گا۔ حضور اقدس ﷺ ہی کھولیں گے تو اس جگہ سے رہائی کروں گا۔ حضورؐ کو جب اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے پاس آ جاتے تو میں اللہ جل شانہ سے ان کے لئے استغفار کرتا مگر اب وہ براہ راست اپنی توبہ کے قبول پر مدار رکھ چکے ہیں تو جب تک توبہ قبول نہ ہو میں کیسے کھول سکتا ہوں کئی دن اسی حال میں گزر گئے کہ نماز یا بشری ضرورت کے وقت انکی بیوی یا بیٹی کھول دیتی اور بعد فراغت پھر باندھ دیتی۔ کئی دن اسی حال میں گزر گئے کہ نہ کھانا' نہ پینا' بھوک کی وجہ سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہوگیا۔ کانوں سے اونچا سنائی دینے لگا کئی دن کے بعد ایک شب میں جب حضورؐ حضرت ام سلمہ کے گھر پر تھے' تہجد کے وقت انکی توبہ قبول ہوئی۔ حضورؐ نے اس کی اطلاع فرمائی۔ صحابہ کرامؓ نے انکو کھولنا چاہا اور قبول توبہ کی بشارت دی مگر انھوں

نے کہا کہ جب تک حضور اقدس ﷺ اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے مجھے کھلنا منظور نہیں چنانچہ حضورؐ جب صبح کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو ان کو کھولا۔

بعض علماء نے کہا کہ غزوہ تبوک میں جو حضرات رہ گئے تھے ان میں ابولبابہ بھی تھے، اس غزوہ میں شرکت نہ ہونے سے رنج وغم میں انہوں نے اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ دیا تھا اور اسی حال میں جب کئی دن گزر گئے اور آیت شریفہ ''واخرون اعترفوا بذنوبھم'' نازل ہوئی تو انکو کھولا گیا۔

اس ستون کے قریب قبلہ کی جانب حضورؐ نے اعتکاف بھی کیا اور اکثر ضعفاء ومساکین وغیرہ اس ستون کے قریب بیٹھتے تھے تو حضور اقدس ﷺ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک ان کے پاس تشریف فرما ہوتے تھے۔

اسطوانۃ السریر (چارپائی والا ستون)

''سریر'' تخت اور چارپائی کو کہتے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ جب اعتکاف فرماتے تو کبھی شب میں اس جگہ آپؐ کی سریر بچھادی جاتی تھی وہاں آپؐ آرام فرماتے تھے۔

اسطوانۃ الحرس (پہرے داری کا ستون)

یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر نماز پڑھا کرتے اور راتوں کو بیٹھ کر اسی جگہ رحمت عالم ﷺ کی پاسبانی اور پہرہ داری کیا کرتے تھے، اس لئے اس کو اسطوانہ علی بھی کہا جاتا ہے، حضورؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں جب تشریف لاتے تو اس جگہ سے گزرتے تھے۔

اسطوانۃ الوفود (آنے والے وفود کا ستون)

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرب کے وفود تعلیم وتربیت اور احکام شرعیہ سیکھنے کے

لئے حاضر ہوتے تو وہ اکثر اسی جگہ بٹھائے جاتے ۔آپؐ اسی جگہ ان سے ملاقات فرماتے تھے۔آج کل یہ ستون ستون حرس اورستون سریر تینوں روضہ اقدس کے گرد آدھے جالیوں کے اندراورآدھے باہر ہیں۔

اسطوانۃ التہجد

رسول اکرم ﷺ اکثر اس جگہ تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے۔یہ شمالی سمت حضرت فاطمہؓ کے مکان کی پشت پر واقع ہے۔اگر کوئی اس کی طرف یعنی قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوتو اس کے بائیں جانب باب جبرئیل ہوگا یہ جگہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں شامل نہ تھی بعد میں شامل کی گئی....اب یہ ستون باقی نہ رہا.....وہاں ایک محراب بنادی گئی ہے۔

اسطوانہ جبرئیل علیہ السلام

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے کی یہ جگہ تھی یہ ستون اس وقت حجرہ شریف کے اندرآ گیا ہے۔باہر سےاس کی زیارت نہیں ہوسکتی۔

رات ہم نے مسجد نبوی میں گزاری' اہلیہ نے بعد از نماز فجر روضہ اقدس پر حاضری دی...اس لئے ہم قدرے تاخیر سے مسجد نبوی سے اپنے ہوٹل ''فندق السمان الجدید'' کی طرف آئے.......جیسے ہی مسجد نبویؐ سے باہر نکلے .....حضرت والد محترم دامت فیوضھم العالیہ کا فون آیا۔وہ ہم سے مدینہ پہنچنے اور روضہ اقدس پرسلام کی بابت دریافت فرمارہے تھے۔اللہ انھیں جزائے خیر دے کہ بیرون ملک بھی اتنے متفکر رہے کہ پل پل کی کارگزاری سنتے اور خبر رکھتے۔رات بھر کی تھکاوٹ کیوجہ سے نیند کا شدید غلبہ تھا،نماز ظہر سے کچھ پہلے بیدار ہوئے تو غسل کر کے خوشبو لگا کر درود شریف کا ورد کرتے کرتے دوبارہ مسجد نبوی شریف حاضری دی،اولاً روضہ اقدس پرسلام پیش کیا،دل میں اصحاب صفہ کا چبوترہ دیکھنے کا

اشتیاق ہوا ایک سینٹری ورکر جو پاکستانی تھا...... سے اس کے متعلق استفسار کیا اس نے رہنمائی کی کہ باب جبرئیل سے داخل ہوں اور جیسے ہی داخل ہونگے ،دائیں جانب اصحاب صفہ کا چبوترہ ہے۔ میں نے باب جبرئیل کا رخ کیا اندر داخل ہوا تو دائیں جانب کا ایک حصہ مسجد کے فرش سے قدرے بلند.....گرد حصار میں تھا، میں نے ایک پاکستانی صاحب سے استفسار کیا تو انھوں نے بتلایا کہ چبوترہ یہی جگہ ہے۔ اللہ اکبر.....' یہ وہ سائبان تھا جو مسجد نبویؐ کے ایک کنارہ پر مسجد سے ملا ہوا تیار کیا گیا تھا.... جہاں وہ صحابہ کرام ہوتے ......جنھوں نے اپنی زندگی تعلیمات نبویہ کے لئے وقف کر دی تھی ، یہ لوگ اپنے مال ودولت، بیوی بچوں کو چھوڑ کر علوم نبوت کی تحصیل اور سرور کائنات کے زیر تربیت رہنے کے لئے دور دراز سے آئے تھے جن کے پاس پہننے کو کچھ تھا نہ کھانے کو.....کسی کے پاس چادر اور تہبند دونوں چیزیں کبھی ساتھ مہیا نہ ہوسکیں۔ ایک چادر رہی ہوتی جسے گلے سے باندھ کر اس طرح لٹکا لیتے کہ رانوں تک آ جاتی' ایک ٹولی دن کو جنگل سے لکڑیاں چن لاتی اور بیچ کر اپنے بھائیوں کے لئے کچھ کھانا مہیا کرتی ' کبھی دو دن کھانے کو نہیں ملتا تھا۔ اکثر حضورؐ جب نماز پڑھاتے اور یہ لوگ شریک نماز ہوتے تو بھوک اور ضعف کی وجہ سے عین نماز کی حالت میں گر پڑتے۔ آنحضرتﷺ کا اپنے ان درویشوں کے ساتھ بڑا محبوبانہ تعلق تھا۔ کہیں سے کھانا آتا ان میں تقسیم فرما دیتے' کبھی دعوت کا کھانا آتا انکو بھی بلا لیتے اور ساتھ بٹھا کر کھلاتے' مہاجرین اور انصار پر انھیں تقسیم کر دیتے کہ مقدور کے موافق ہر شخص ایک ایک دو دو آدمیوں کو لے جائے اور ان کو کھانا کھلائے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ جو نہایت فیاض اور دولت مند تھے کبھی کبھی اسی (۸۰) مہمانوں کو لے کر جاتے اور انکی خاطر تواضع کرتے ۔ آنحضرتﷺ کے اصحاب صفہ سے جذباتی تعلق کی جھلک دیکھیے ....کہ حضرت فاطمتہ الزہراءؓ نے درخواست کی کہ میرے ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے نیل پڑ گئے ہیں اس لئے مجھے

ایک کنیز عنائیت ہو، حضورؐ نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کہ میں تمہیں دوں اور صفہ والے بھوکے مریں، راتوں کو عموماً یہ لوگ عبادت کرتے اور قرآن مجید پڑھا کرتے ان کے لئے ایک معلم مقرر تھا۔

دعوت اسلام کے لئے اگر کسی کو بھیجنا ہوتا تو حضور اقدسؐ انہی کو بھیجتے۔ غزوہ معونہ میں انہی میں سے ستر آدمی اسلام سکھلانے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ انکی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ مجموعی تعداد 400 تک پہنچی تھی لیکن کبھی ایک زمانہ میں اس قدر تعداد ہوئی اور نہ ہی صفہ میں اس قدر گنجائش تھی۔ علامہ ابن العربی نے اپنی کتاب میں اور حاکم نے مستدرک میں ان حضرات کا مفصل تذکرہ کیا اور جو نام انکے گنوائے ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت سلیمان فارسی	(۲) ابوعبیدہ الجراحؓ
(۳) حضرت عمار بن یاسر	(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
(۵) مقداد بن الاسود	(۶) خباب بن الارت
(۷) بلال بن رباحؓ	(۸) صہیب بن سنان
(۹) زید بن الخطابؓ حضرت عمر کے بھائی	(۱۰) ابوکبشہ
(۱۱) ابومرثد العدویؓ	(۱۲) صفوان بن بیضاءؓ
(۱۳) ابوعیسیٰ بن جبرؓ	(۱۴) سالم مولی ابوحذیفہ
(۱۵) مسطح بن اثاثہؓ	(۱۶) عکاشہ بن محصنؓ
(۱۷) مسعود بن الربیعؓ	(۱۸) عمیر بن عوفؓ
(۱۹) عویم بن ساعدہ	(۲۰) ابولبابہ بن عبدالمنذر
(۲۱) سالم بن عمیرؓ	(۲۲) ابوالبشر کعب بن عمرؓ

(۲۳) خبیب بن یسافؓ	(۲۴) عبداللہ بن انیسؓ
(۲۵) ابوذر غفاریؓ	(۲۶) عتبہ بن مسعودؓ
(۲۷) ابوالدرداءؓ	(۲۸) عبداللہ بن زید الجھنیؓ
(۲۹) حجاج بن عمرو الاسلمیؓ	(۳۰) ابو ہریرہ دوسیؓ
(۳۱) ثوبان مولی رسول اللہ	(۳۲) معاذ بن حارث القاریؓ
(۳۳) سائب بن خلادؓ	(۳۴) ثابت بن ودیعہؓ

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

حافظ ابونعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں جن حضرات کو اصحاب صفہ میں سے تسلیم کیا ہے یا جن کے اصحاب صفہ میں سے ہونے کی تغلیط نہیں کی، وہ یہ ہیں۔

(۱) اسماء بن حارثہؓ	(۲) ماعز المزنیؓ
(۳) بلال بن رباحؓ	(۴) البراء بن مالکؓ
(۵) ثوبان مولی رسول اللہ	(۶) ثقیف بن عمروؓ
(۷) ابوذر غفاریؓ	(۸) جرہد بن خویلدؓ
(۹) جعیل بن سراقہؓ	(۱۰) جاریہ بن جمیلؓ
(۱۱) حذیفہ بن السیدؓ	(۱۲) حارثہ بن النعمانؓ
۱۳) حازم بن حرملہؓ	(۱۴) حنظلہ بن ابی عامرؓ غسیل الملائکہ
(۱۵) الحکم بن عمیرؓ	(۱۶) حرملہ بن ایاسؓ
(۱۷) خباب بن الارتؓ	(۱۸) خنیس بن حذافہ السھمی
(۱۹) خریم بن فاتکؓ	(۲۰) خریم بن اوس الطائی

(۲۱) خبیب بن یساف ؓ	(۲۲) ذکین بن سعد المزنی
(۲۳) عبداللہ ذوالبجادین	(۲۴) ابولبابہ الانصاری ؓ
(۲۵) ابورزین ؓ	(۲۶) زید بن الخطاب ؓ
(۲۷) سلیمان الفارسی ؓ	(۲۸) سعد بن ابی وقاص ؓ
(۲۹) سعید بن عامر ؓ	(۳۰) سفینہ ؓ
(۳۱) سالم مولی ابی حذیفہ	(۳۲) سالم بن عبید الاشجعی ؓ
(۳۳) سالم بن عمیر ؓ	(۳۴) سائب بن خلاد ؓ
(۳۵) ثقران ؓ مولی رسول اللہ	(۳۶) شداد بن اسید
(۳۷) صہیب بن سنان ؓ	(۳۸) صفوان بن بیضاء
(۳۹) ظخفہ بن قیس ؓ	(۴۰) طلحہ بن عمرو
(۴۱) طفاوی دوسی ؓ	(۴۲) عبداللہ بن مسعود ؓ
(۴۳) ابوہریرہ ؓ	رضی الله عنهم ورضوا عنه

میں اصحاب صفہ کے چبوترے کے پاس چند ساعات رکا رہا........دل میں جذبات امڈ رہے تھے...مادیت کے دبیز پردوں سے بھی.........میں اصحاب صفہ کے شدائد کو دیکھ سکتا تھا.......مسجد نبویؐ ظاہری حسن کے اعتبار سے حسن وخوبصورتی کی اس معراج پر ہے جس سے آگے کوئی حد نہیں....اسی مادی حسن نے اصحاب صفہ کے چبوترے کو بھی اپنی زد میں لے لیا ہے مگر میرے مصطفیٰ کے درویشوں نے قربانیوں کی جو تاریخ یہاں رقم کی اسے مادی ترقی کی یہ معراج بھی مات نہ دے سکی.......اس مقام کا ذرہ ذرہ گویا زائرین کو اپنے درویش اساطین علم وعمل کی داستان سنا رہا ہے.....میں انتہائی بے تاب اور مضطرب تھا اور اب کچھ

ایسی کیفیت ہوتی جارہی تھی کہ

" تھم ذرا بیتابی دل 'بیٹھ جانے دے مجھے"

مجھے یکسوئی درکار تھی .... باب الھجرۃ سے اندر داخل ہوا..........تو رش نہ ہونے کے برابر تھا ایک گوشے میں بیٹھ گیا......دل میں جذبات کا سیلاب اٹڈا جارہا تھا.......تخیل الفاظ کے لئے ایک راہ متعین کرتے جا رہے تھے.....آنکھوں سے آنسو.....اور دماغ ندامت کے احساس سے بوجھل ہوئے جا رہا تھا.....اپنی سیہ کار زندگی سرور کائنات کے دربار میں لے آیا.......شرمندگی کا احساس دامن گیر تھا.......جس دربار نے ابوبکرؓ وعمرؓ عثمانؓ وعلیؓ جیسے امتی دیکھے اس دربار میں آج میں سیہ کار؟ جس دربار میں نشستند برخاستند وہ مقدس جماعت کر رہی تھی جسے رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کا اعزاز ملا اس دربار میں آج میری آمد؟ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان درد دل کو جامہ اشعار اوڑھانے لگی۔ باب الھجرہ کے قریب بیٹھ کر لکھا گیا کلام درج ذیل تھا.......

میں عاصی جو در در کا مارا ہوا ہوں
ترے در کی چوکھٹ پہ حاضر ہوا ہوں
یہ کہنے کہ آقا ستایا ہوا ہوں
غم دل سنانے کو حاضر ہوا ہوں
مری زندگی صرف شرمندگی ہے
کہ نفسانیت کی بڑی گندگی ہے
ترے در پہ گزرے وہی زندگی ہے
جسے میں بھی پانے کو حاضر ہوا ہوں
مرا قلب مردہ ہے جذبوں سے عاری

ہے سرتاپا غفلت کیوں مجھ پہ طاری
ملے مجھ کو بھی آقا جذبہ بلالی
میں سب کچھ لٹانے کو حاضر ہوا ہوں
سبھی کا نشان ہے میں ہی بے نشان ہوں
میں خود کے لئے آقاخود ہی جہاں ہوں
میں ہی شور محفل میں اک بے زباں ہوں
غم دل بھلانے کو حاضر ہوا ہوں
سلام آقا تجھ پہ یہ ہر سو صدا ہے
مگر حال خود پہ مرا سر جھکا ہے
صف عاشقاں میں یہ سیفی کھڑا ہے
جھکا سر دکھانے کو حاضر ہوا ہوں

میں تخیلات واحساسات میں گم مسجد نبویؐ کے ایک حصے کو کبھی دیکھتا تو کبھی دوسرے حصے کو....بعداز نماز ظہر ایک مرتبہ پھر ریاض الجنۃ میں نوافل کی ادائیگی کا خیال آیا.....اب کی بار ہجوم کی انتہا تھی..........سبھی ریاض الجنۃ میں نوافل کے خواہش مند......سکیورٹی والوں کی طرف سے ترپال لگا کر راستے کو مرحلہ وار بند کرنا پڑا.......مرحلہ بہ مرحلہ میں بھی اس ہجوم کے سیلاب میں بہا جا رہا تھا...دھکم پیل بے حد...اور ایذاء مسلم کا حکم .....گویا اس لمحے کے لئے ساقط کر دیا گیا ہو......میں لائن میں کھڑا شدائد وتکالیف برداشت کرتے کرتے بمشکل تقریباً 2 گھنٹوں میں ریاض الجنۃ تک رسائی کر پایا......کچھ لوگ لائن میں لگے ہوئے ہاتھ میں قرآن کریم کے نسخے اٹھا کر تلاوت میں مشغول تھے اور کچھ تسبیحات میں .....ہر آدمی لائن میں لگنے کے دورانیے کو عمل خیر میں صرف کرنا چاہ رہا تھا.مگر جیسے ہی ایک مرحلے سے

ترپال اگلے مرحلے کے لئے اٹھایا جاتا..........تو بلا امتیاز رنگ و نسل......وہ ہائے ہو مچتی......کہ تصور نہیں کیا جا سکتا تھا کہ یہی قوم کچھ لمحے پہلے تلاوت واذ کار میں مشغول تھی......اخلاقی گراوٹ......شائد ہمارا اجتماعی مسئلہ ہے.....تاہم جن جگہوں سے محبتوں اور الفتوں کو سیکھا گیا کم ازکم ان مقامات پر بتکلف ہی سہی ہمیں اخلاقی کردار کی بلندی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

ریاض الجنۃ میں پہنچا' اللہ اکبر' کیا عالم کیف طاری تھا.....اب تک کتابوں میں پڑھے جانے والے اسطوانہ حنانہ' اسطوانۃ الحرس' اسطوانۃ الوفود.....وغیرہ وغیرہ...اب نگاہوں کے سامنے تھے......نوافل ادا کئے اور اتنا سرور ملا کہ جامہ الفاظ پہنانا ممکن نہیں..دعا میں آنکھوں سے آنسو جاری تھے........خدایا تو نے مجھ عاصی پر کس قدر کرم فرمایا کہ معاصی اور شہوانیت کی زندگی سے نکال کر کتنے عظیم مقامات پر لایا.......کتنی ہستیوں نے اس مقام پر سرور کائناتﷺ کی صحبت پائی......دلوں کو نور ایمان سے منور کروایا....اپنے خدا کو سیہ کار زندگی پر ندامت وتوبہ کر کے راضی کیا.....سرور کائنات اور انبیاء کے بعد کائنات کی سب سے مقدس جبینیں یہاں جھکیں...سب سے مقدس آنسو یہاں بہے......انسان تو انسان...... یہاں ایک کھجور کا تنا تھا جو فراق نبوت میں اس زور سے رویا کہ مسجد گونجنے لگی۔اے اللہ مجھ سیہ کار کی بخشش فرمادے.......دل کھول کر دعا کی..........اسی دوران ایک سیکورٹی والے کی آواز کانوں سے ٹکرائی

"یا الحاج ' صلیت؟ ماصلیت؟"

میں نے کہا' "صلیت" آگے ولکن بولا ہی تھا کہ اس نے جگہ خالی کرنے کا حکم صادر کر دیا.....ہم نے تعمیل ارشاد کی.....روضہ اقدس پر سلام پیش کرنے کے لئے میں لائن میں لگ گیا۔عین مواجہہ شریف کے سامنے جب پہنچا تو اذان عصر کا وقت ہو گیا اور ادھر ہی صف بندی کر دی گئی.....میں بالکل مواجہہ شریف کے سامنے بیٹھ گیا.....فرط محبت سے میرے

آنسو بے قابو ہو گئے.....مجھے اپنے محبوب کے سامنے بیٹھنے کا کتنا وقت مل گیا.......سبحان اللہ' میں اس لمحے اپنے آپ کو دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان سمجھ رہا تھا......سلام پیش کیا اپنی طرف سے اور اپنے جملہ اعزہ واقارب' احباب ورفقاء کی طرف سے گویا بزبان حضرت نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ......

الٰہی محبوب کل جہاں کو' دل وجگر کا سلام پہنچے
نفس نفس کا درود پہنچے' نظر نظر کا سلام پہنچے
بساط عالم کی وسعتوں سے' جہان بالا کی رفعتوں سے
ملک ملک کا درود اترے' بشر بشر کا سلام پہنچے
مرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ' مرے ہنر پہ ہے ان کا سایہ
نبی امت کو ہم غریبوں کی چشم تر کا سلام پہنچے
رسول رحمت کا بار احساں تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو ایسے محسن کو بستی بستی' نگر نگر کا سلام پہنچے
نفیس کی بس دعا یہی ہے' فقیر کی اب صدا یہی ہے
سواد طیبہ کے رہنے والوں کو عمر بھر کا سلام پہنچے

مجھے آج بہت کچھ کہنے کا موقع مل گیا....حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ کے سوز دروں کو آج میں سمجھ سکتا تھا، حضرت کے پر درد تخیل کو آپ بھی ذرا دیکھیے..........

نبی اکرم' شفیع اعظم' دکھے دلوں کا پیام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا' نظر سے روپوش ہے کنارہ
نہیں کوئی ناخدا ہمارا' خبر تو عالی مقام لے لو

قدم قدم پہ ہے خوف رہزن، زمیں بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن تمہی محبت سے کام لے لو
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے کبھی مذاق جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے خبر تو خیر الانام لے لو
یہ کیسی منزل پہ آ گئے ہیں نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو
یہ دل میں ارمان ہے اپنے طیبؔ مزار اقدس پہ جا کے اک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا کہوں میں ان سے سلام لے

اذان عصر ہوئی....نماز عصر ہوئی.......اس کے بعد جنازہ کی ادائیگی ہوئی.....اور میں تمام وقت مواجہہ شریف کے سامنے ہی رہا......نماز پڑھنے اور اعمال کرنے میں مجھ پر عجب جلال طاری رہا.....یہ وہ در تھا جہاں نماز میں ادنی تقصیر بھی برداشت نہیں " قم فارجع فصل فانك لم تصل "اور" صلوا كما رايتموني اصلي "اسی شان عبودیت کا مظہر ہے ...... میرے اوپر طاری جلال میں ایک نوع کا جمال بھی تھا.....میرے مصطفیٰ تو ایک بدو کو ہلکی سی اطاعت سکھانے کے لئے کتنا وقت صرف فرما دیتے....میں رحمت للعالمین کے جلال میں مبتلا؟ اسی مسجد نبوی کے کسی گوشے میں ایک بدو نے انتہائی نامناسب کام کر دیا تھا تو میرے مصطفیٰ نے اس کے ساتھ نرم برتاؤ کا حکم ارشاد فرمایا تھا....

میں بھلا ایسی ہستی سے رعب کا شکار ہوں۔ بعد از نماز عصر سلام پیش کیا........ہجوم بے پناہ تھا اور ٹھہرنا ناممکن .....میں ان لمحات کو اپنی زندگی کی سب سے قیمتی پونجی سمجھ کر دروازے سے باہر نکل آیا........آج کا بقیہ دن مسجد نبویؐ کی نورانی فضاؤں میں ہی گذارا۔ رات ہم نے مدینہ کے تاریخی مقدس مقامات کی زیارت کا مشورہ کیا اور بعد از فجر مسجد نبوی

کے صحن سے متصل سڑک پر کھڑی ایک گاڑی میں زیارات کے لئے بیٹھ گئے۔ میرا دل فرط اشتیاق میں اچھل رہا تھا......گاڑی کی روانگی کے لیے بے تابی سے انتظار کرنے لگا...... ایک عربی شیخ اس گاڑی کا ڈرائیور تھا.....اس نے ہمیں دیکھا اور گاڑی سٹارٹ کر کے زیارات کے لئے روانہ ہو گیا۔گاڑی خراٹے بھرتی ہوئی جبل احد پر جا پہنچی' ڈرائیور نے ہمیں بتایا کہ جبل احد آ گیا ہے۔

زیارات مدینۃ المنورہ

☆☆☆☆☆

دیکھا ہے عرب کے ذروں پر انوار کی بارش ہوتی ہے

جبل احد............ذاتی احوال

تاریخی تناظر میں

گاڑی سے نیچے اترا' دل شہداء احد پر نوحہ خوانی میں مصروف' نگاہوں کے سامنے قربانیوں کی رقم کی گئی لازوال تاریخ تھی۔ مجھے نظر آ رہا تھا کہ سرور کائنات احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی فرما رہے ہیں۔ حضرت مصعب بن عمیر کو علم عنایت کیا جا رہا ہے اور حصرت زبیر بن العوام رسالے کے افسر مقرر کئے جا رہے ہیں۔ اپنے محبوب چچا حضرت حمزہؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ فوج کے اس حصے کی کمان سنبھالیں جو زرہ پوش نہ ہے۔ عبداللہ بن جبیرؓ کی قیادت میں 50 تیراندازوں کا ایک دستہ پشت کی جانب مقرر کیا جا رہا ہے اور حکم ہو رہا ہے کہ گو لڑائی میں فتح ہو بھی جائے وہ جگہ سے نہ ہٹیں۔

میں میدان احد میں آیا' مجھے مسلمان کفار صف آراء نظر آ رہے تھے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ اپنی قیادت میں چودہ عورتوں کے ہمراہ یہ اشعار پڑھتی آ رہی ہے۔

نحن بنات طارق ' نمشی علی النمارق

ان تقیلوا نعانق ۔ او تدبروا نفارق

وہ دیکھو قریش کا علمبردار طلحہ صف سے نکل کر بلند آواز سے کچھ بولے جا رہا ہے۔ کہہ رہا ہے'' کیوں مسلمانو! تم میں کوئی ہے.... کہ یا مجھ کو جلد دوزخ میں پہنچا دے یا خود میرے ہاتھوں بہشت میں پہنچ جائے.... شیر خدا صف چیر کر نکلے اور فرمایا'' میں ہوں'' تلوار ماری تو اگلے ہی لمحے اس کا.... لاشہ زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا........ طلحہ کے بعد اس کا بھائی عثمان پر جوش رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا۔

ان عـــــلـــــی اهـــل الــــلـــواء حـــقـــــا

ان تـــخـــضــــب الــــصـــعـــدـــة او تـــنـــد قـــــا

سیدالشہداءحضرت امیرحمزہ یہ فرماتے ہوئے باہر نکلے کہ ”میں ساقی حجاج کا بیٹا ہوں“اورشانہ پراس زور سےتلوار ماری کہ کمر تک اتر آئی۔

اب گھمسان کا رن پڑا......حضرت ابودجانہ فوجوں کے دل میں گھسے ہوئے ہیں اور صفیں کی صفیں صاف کردی ہیں...سر پر سرخ رومال باندھا ہوا......میرے محبوب کا یہ دیوانہ لاشوں پرلاشے گراتے آگے بڑھ رہے ہیں کہ سامنے ہندہ آ گئی......کہنے لگا میرے مصطفیٰ کی تلوار اس قابل نہیں کہ عورت پرآزمائی جائے۔

میں چشم تصور سے سیدالشہداءحضرت حمزہؓ کوتلاش کررہا تھا....میرے محبوب کے یہ محبوب چچا.....میدان احد میں دودستی تلوار سےلڑتے ہوئے آگے بڑھتے جارہے تھے...... ایک بڑا کافرسباغ غبشانی آپ کے سامنے آکر بھاگنے لگا....آپ نے اسے پکارا کہ

”اوختانۃ النساء کے بچے کہاں جاتا ہے“

یہ کہہ کرتلوار ماری وہ زمین پرڈھیرتھا۔

دفعتہً وحشی جو جبیر بن مطعم کے غلام تھے.....چھپ کر بیٹھے.........سیدنا حمزہؓ کے تعاقب میں...حضرت حمزہؓ کودیکھ لیتے ہیں.....آہ حبشی....میرے محبوب کے مشفق ومحبوب چچا.........انکے نیزے کے سامنے آ گئے.....انھوں نے وہ نیزہ...حضرت حمزہ کو مارا...جو ناف میں لگااور پار ہوگیا.....حضرت حمزہؓ نے جیسے ہی وحشی پرجوابی حملہ کیا.........لڑکھڑا کرگر پڑےاورروح پرواز کرگئی.......تقدیر اس وحشی کورضی اللہ عنہ بنانا چاہ رہی تھی۔

مجھے ایک گوشے میں کھڑے حضرت حنظلہؓ نظر آرہے تھے......جوسرور کائنات سے اپنے باپ ابوعامر کے خلاف لڑنے کی اجازت مانگ رہے تھے.....مگرمیرے محبوب انھیں

سمجھا رہے تھے کہ ایسا مناسب نہیں.........کفار کے قدم اکھڑ گئے۔ تیراندازوں نے جگہ خالی کردی۔ دفعتہً خالد بن ولید جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے.........نے عقب سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ جان نثاری سے لڑے اور جام شہادت نوش کر گئے۔ مجھے کسی سمت حضرت معصب بن عمیر کی لاش چشم تصور سے نظر آ رہی تھی.....تو کسی سمت حضرت حذیفہؓ کے والد حضرت یمانؓ کی........ ہائے ابن نضر کی لاش کو تو دیکھو..........جس کے جسم پر اسی سے زیادہ تلوار اور نیزوں کے زخم ہیں....جنھیں کوئی پہچان نہ پایا یہاں تک کہ بہن نے انگلی سے پہچان کر بتایا........کہ یہ میرا بھائی ابن نضر ہے۔

خالد بن ولید کے جوابی حملے سے مسلمانوں کے قدم لڑکھڑا گئے اور فتح شکست میں بدل گئی .....بھگدڑ مچ گئی میرے مصطفیٰ کے پاس صرف گیارہ جاں نثار رہ گئے تھے.........حضرت زیاد بن سکنؓ پانچ انصاری صحابہ کے ہمراہ لڑ رہے ہیں جو ایک ایک کر کے شہید ہوتے جا رہے ہیں.....یکدم عبداللہ بن قمیہ صفوں کو چیرتا پھاڑتا میرے مصطفیٰ کے قریب آ گیا اور چہرہ اقدس پر تلوار دے ماری....میرے محبوب نے مغفر پہن رکھی تھی......دو کڑیاں چہرہ انور میں چبھ کر رہ گئی.......چاروں طرف سے تلواریں اور تیر برس رہے تھے .....یہ دیکھ کر جان نثاروں نے آپ کو دائرے میں لے لیا......ابو دجانہ جھک کر سپر بن گئے ....اب جو تیر آتا ان کی پیٹھ پر آتا........حضرت طلحہ نے تلواروں کو ہاتھ پر روکا تو ایک ہاتھ کٹ کر گر پڑا..........اس عالم میں بھی سرور کائنات کی زبان پر جو الفاظ تھے وہ یہ کہ

رب اغفر قومی فانهم لا یعلمون

میں عالم اضطراب میں کبھی دائیں دیکھتا تو کبھی بائیں.....مجھے لگا کہیں سے ابوسفیان کی آواز آ رہی ہے ''اعل هبل '' اور دوسری سمت سے میرے مصطفیٰ کے دیوانے جواب دے رہے ہیں ''الله اعلی واجل ''....... آواز آ رہی ہے '' لنا العزی ولا عزی

لکم ''جواب آیا''اللہ مولانا ولا مولی لکم ''.............احد تیرا ذرہ ذرہ ایک عاشق کو غم سے نڈھال کر کے رکھ دیتا ہے۔

شہدائے احد کے قبرستان کے اردگرد چاردیواری بنا دی گئی ہے۔ان میں جالیاں لگی ہیں جن سے قبرستان نظر آ رہا ہے.......میں نے جب جھانکا تو مجھے حضرت حمزہؓ کی لاش پڑی نظر آئی........ہندہ جس کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکال کر چبا رہی ہے......میں رونا چاہ رہا تھا....چیخنا اور چلانا چاہ رہا تھا..........میرے مصطفیٰ کی اس مٹھی بھر جماعت کا حال کیا کر دیا گیا........مجھے لگا کہ دور سے انصار کی ایک عفیفہ دوڑتی آ رہی ہے جس کا باپ' بھائی اور شوہر سب میدان میں لاش بن کر پڑے ہیں مگر وہ میرے مصطفیٰ کو تلاش کر رہی ہے......ایک سمت اسے بتایا جاتا ہے.....وہ حضور اکرم ﷺ کا دیدار کرنے کے بعد پرسوز آواز میں حضور ﷺ سے عرض کرتی ہے

'' کل مصیبۃ بعدک جلل''

میرے مصطفیٰ ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے تو سبھی گھروں میں شہداء کے لئے خواتین رو رہی تھیں۔حضورؐ نے فرمایا'

اما حمزہ فلا بوا کی لہ

میرے حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں'

یہ فرمانا تھا.............کہ صحابہ کی چیخیں نکل گئی ....ستر مرتبہ اپنے چچا کا جنازہ پڑھایا.........احد نے میرے دل پر بے حد رقت طاری کی۔میں کالے پتھروں سے لپٹ کر آہ وفغاں کرنا چاہ رہا تھا..........میں اس کھردری زمین کو چومنا چاہ رہا تھا.........میں احد کی بے ڈھنگی چٹانوں سے سینہ لگا کر دل کے بوجھ کو ھلکا کرنا چاہ رہا تھا........خدا کی قسم ....احد جذبات میں تلاطم ....احساسات میں انقلاب ....ذات میں ندامت اور

خیالات میں طوفان برپا کر کے رکھ دیتا ہے.......جگر والوں کا کام ہے احد کو دیکھنا ....میں اپنے مصطفیٰ اور انکی مقدس جماعت کے شدائد کو دیکھ کر اپنی بدعملی کا ماتم کرنا چاہ رہا تھا مگر آہ...............

ایک چھوٹا سا بازار بھی وہاں سجا ہے جو عرب کے قدیم بازاروں کی جھلک تازہ کر دیتا ہے، زمین پر رومال بچھائے......کچھ مرد وخواتین اپنی اشیاء کو فروخت کر رہے ہیں۔اونٹ کھڑے ہیں یا بیٹھے ہیں.......تاجروں نے کپڑوں کے سائبان بنا رکھے ہیں۔اپنے اشیاء کی طرف رغبت دلانے کیلیئے آوازیں لگائی جا رہی ہیں......لطف ملا...... بلکہ بہت لطف ملا.......خدا کی قسم دبئی، واشنگٹن، فرانس کی زرق برق مارکیٹوں میں وہ جذب وکشش نہ ہوگا ....جو یہاں میرے مصطفیٰ ﷺ کے ہم وطنوں نے بے ڈھنگے سے ہر ظاہری حسن سے خالی بازار میں پیدا کر رکھا ہے ......مجھے سعودیہ کی شاندار مادی ترقی اتنا متاثر نہ کر سکی ....جو اس چھوٹے سے بازار نے کیا....کیونکہ اس بازار میں مجھے دور مصطفیٰ کے بازار عکاظ کی جھلک نظر آ رہی تھی۔

ہمارے ساتھ ایک یمنی ساتھی بھی تھا جو اس گاڑی میں ہمارے ساتھ کا مسافر تھا وہ جلد فارغ ہو گیا۔ہمیں زیادہ تاخیر نامناسب معلوم ہو رہی تھی۔شہداء احد کے قبرستان پر دعا کی اور اُحد کی حسیں یادوں کو لیے واپس گاڑی میں بیٹھ گئے۔

گاڑی کے ڈرائیور شیخ عبداللہ بااخلاق اور ملنسار آدمی تھے، ہم نے اگلی منزل کے متعلق استفسار کیا تو انھوں نے جواب دیا۔

"الی المسجد القبا"

مسجد قباء

تاریخ اسلام کی سب سے پہلی مسجد جو مدینہ منورہ سے تین کلو میٹر کے فاصلے پر واقع بستی قباء میں واقع ہے۔ جمعرات 8 ربیع الاول کے دن سرور کائنات اس بستی میں پہنچے تو اول وہ کام جو آپ نے کیا وہ مسجد کی تعمیر کرنا تھا۔ حضرت کلثومؓ کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں وھیں دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی۔ یہی مسجد ہے جس کی شان میں قرآن کریم کی آیت....

لمسجد اسس علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیه، فیه

رجال یحبون ان یتطهروا ، والله یحب المطهرین

نازل ہوئی، جس کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ آپ خود بھی کام کرتے تھے۔ بھاری بھاری پتھروں کے اٹھاتے وقت جسم مبارک خم ہو جاتا تھا۔ عقیدت مند آتے اور عرض کرتے "ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ چھوڑ دیں ہم اٹھالیں گے" آپ انکی درخواست قبول فرماتے لیکن پھر اسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھا لیتے۔

ہماری گاڑی تھوڑی دیر میں ہی حضرت کلثومؓ کی اس افتادہ زمین پر آ پہنچی تھی۔ یہ میرے محبوب کا پہلا پڑاؤ تھا جہاں آپؐ نے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق 14 دن قیام فرمایا، مسجد نہایت خوبصورت ہے، حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں مسجد قباء کی تجدید و توسیع ہوئی، عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ کے گورنر کی حیثیت سے اس کی تعمیر نو کی اور عثمانی سلطان محمود ثانی نے 1831ء میں اس کی تعمیر نو اور تزئین و آرائش کا کام کروایا۔ جدید دور میں شاہ فیصل بن عبدالعزیز نے 1970ء میں اسے از سر نو استوار کیا۔ اس وقت اس کا ایک سادہ مینار وسط

میں گنبداور رقبہ 40 میٹر تھا۔1988ء کی شاندار توسیع کے بعد مسجد قباء کا رقبہ 15 ہزار مربع میٹر ہو گیا اور اس میں 10 ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔اس کی چھت پر 58 چھوٹے اور تین بڑے گنبد ہیں اور چار پرشکوہ مینار بھی اس مسجد کی عظمت میں اضافہ کرتے ہیں مسجد کے اندر رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث مرقوم ہے۔

''جو شخص گھر سے پاک وصاف ہو کر نکلا اور اس مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اسے عمرہ یعنی حج اصغر کا ثواب ہوگا''

مسجد کی ایک محراب کے اوپر اور آیت تاسیس مسجد کے نیچے ترکی زبان میں قطعہ تاریخ کنندہ ہے جس میں امام المسلمین شاہ جہاں سلطان محمود خان کے عجز اور گناہ گاری کا اظہار کر کے خدمت تعمیر کی قبولیت اور بخشش کی دعا کی گئی ہے۔

میں بے حد خوش تھا۔مسجد میں داخل ہوتے ہی اندر گیا اور چار رکعت نوافل ادا کیئے۔ پھر مسجد کی پہلی صف میں خاصی دیر بیٹھا رہا۔خیالات نے کروٹ لی۔ مجھے عبداللہ بن رواحہ شاعر اسلام مزدوروں کے ساتھ شریک نظر آرہے تھے جو تھکن مٹانے کے لیئے درج ذیل اشعار پڑھتے جا رہے تھے۔

افلح من یعالج المساجدا

ویقرء القرآن قائما وقاعدا

ولا بیت اللیل عنه راقدا

جن کے ہر قافیہ کے ساتھ سرور کائنات ﷺ بھی آواز ملاتے جاتے تھے۔مسجد قبا میں عجب رونق تھی۔شائد سرور کائنات کی آمد کی خوشی کی مہک اب تک فضا میں بکھری ہوئی ہے.......ایسا لگتا ہے لوگ دورویہ کھڑے اب بھی سرور کائنات ؐ کا استقبال کر رہے ہیں........فضا میں ننھی آوازیں اب بھی محسور کن سماں باندھے ہوئی ہیں کہ

طـــــلـــــع البـــــدر عـــــلیــــنـــــا
مـــــن ثـــــنیـــــات الـــــوداع
وجـــــب الشـــــکـــــر عـــــلیـــــنـــــا
مـــــا دعـــــالـــــلـــــه داع

مسجد قبا کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا خصوصی شغف اور لگاؤ تھا.... یہاں کی ہر شے عشق نبی کا پرتو ہے......میں مسجد قبا کے صحن اور ہال میں دیر تک ٹہلتا رہا میرے ذہن میں تاریخ اوراق پلٹ رہی تھی......جمال نبوت کا عکس یہاں ہر سو پھیلا ہے......میں یہاں ایسے تھا گویا مضطرب پرندے کو استراحت کے لئے سایہ دار گھونسلا مل گیا ہو.....مسجد قبا کا سارا وقت عجب کیف مسرت سے معمور تھا....خاصا وقت گزارنے کے بعد مسجد قباء سے ہماری واپسی ہوئی.....اہلیہ خواتین والے حصے سے باہر آ چکی تھیں۔ہم اس مطلع انوار کی زیارت کے بعد خوبصورت یادوں کو یاداشت کے دامن میں لئے واپس گاڑی میں بیٹھ گئے.....ڈرائیور شیخ عبداللہ گویا ہوئے" نـریـد الـقبلتین " ہمارے دل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔مسجد قبلتین ایک عظیم تاریخی یادگار ہے،ہمیں خوشی تھی کہ ہم اس کی زیارت کرنے والے ہیں۔

مسجد القبلتین

یہ مدینہ منورہ کے محلّہ بنوسلمہ میں واقع وہ مسجد ہے جہاں ۲ھ میں نماز کے دوران تحویل قبلہ کا حکم آیا۔ سرور کائنات جناب نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے نماز کے دوران اپنا رخ بیت المقدس سے کعبے کی جانب پھیرا۔ واقعہ یہ تھا کہ جناب نبی کریم ﷺ جب تک مکہ میں تھے دوضرورتیں ایک ساتھ درپیش تھیں۔ ملت ابراہیمی کی تاسیس وتجدید کے لحاظ سے کعبہ کی طرف رخ کرنے کی ضرورت تھی لیکن یہ مشکل تھی کہ قبلہ کی جو اصلی غرض تھی کہ امتیاز واختصاص بحیثیت امت حاصل ہو وہ حاصل نہیں ہو پا رہا تھا کیونکہ مشرکین وکفار بھی کعبہ کو ہی اپنا قبلہ سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے جناب نبی کریم ﷺ حجراسود اور رکن یمانی کے درمیان نماز پڑھتے تا کہ بیت اللہ بھی سامنے رہے اور بیت المقدس کا بھی استقبال ہو جائے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد یہ ممکن نہ رہا اس لئے تحویل قبلہ کا اشتیاق پیدا ہوا مگر یہاں ایک اور قول بھی ہے جسے امام قرطبیؒ نے بحوالہ ابوعمر واصح القولین قرار دیا ہے۔ وہ یہ کہ جب مکہ میں نماز فرض ہوئی تو اس وقت مسلمانوں کا ابتدائی قبلہ بیت اللہ ہی تھا کیونکہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کا قبلہ بھی بیت اللہ تھا۔ آنحضرت ﷺ جب تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے بیت اللہ ہی کی طرف نماز پڑھتے رہے پھر ہجرت کے بعد آپؐ کا قبلہ بیت المقدس قرار دے دیا گیا اور مدینہ منورہ میں سولہ سترہ مہینے آپ نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ اس کے بعد پھر آپ کا جو پہلا قبلہ تھا یعنی بیت اللہ اس کی طرف نماز میں توجہ کرنے کا حکم آ گیا۔ اس کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے

بعد چونکہ قبائل یہود سے سابقہ پڑا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو مانوس کرنے کے لئے انہی کا قبلہ باذن خداوندی اختیار کرلیا۔ مگر پھر تجربہ سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آنے والے نہیں تو پھر آپ کو اصلی قبلہ یعنی بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کا حکم مل گیا جو آپؐ کو اپنے آباء ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا قبلہ ہونے کی وجہ سے طبعا محبوب تھا۔ آپؐ اسی ''مسجد القبلتین'' میں نماز پڑھا رہے تھے کہ حکم خداوندی ہوا کہ اپنا چہرہ بیت اللہ کی طرف پھیر لیجئے۔ آپؐ اور آپ کے صحابہؓ نے نماز کے دوران ہی رخ بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف پھیرا اسی وجہ سے اس مسجد کو ''مسجد القبلتین'' کہا جاتا ہے.... یہ مسجد بئر رومہ کے قریب واقع ہے۔ مسجد کا داخلی حصہ قبہ دار ہے جبکہ خارجی حصے کی محراب، شمال کی طرف سے عثمانی سلطان سلیمان اعظم نے 1543ء میں اس کی تعمیر نو کرائی۔

اس کی موجودہ تعمیر و توسیع سعودی شاہ فہد بن عبدالعزیز کے دور میں مکمل ہوئی اس نئی عمارت کی دو منزلیں ہیں جبکہ میناروں اور گنبدوں کی تعداد بھی دو دو ہے۔ مسجد کا مجموعی رقبہ 3920 مربع میٹر ہے۔ حالیہ تعمیر نو پر 3 کروڑ 99 لاکھ ریال خرچ ہوئے۔

ہم جلد ہی مسجد قبلتین پہنچ گئے۔ رکعتین ادا کیں، ایک بزرگ جو حلیے سے پاکستانی لگ رہے تھے سے استفسار کیا۔ معلوم ہوا وہ پاکستانی ہیں کراچی کے رہنے والے مگر عرصہ اٹھارہ سال سے خاندان سمیت ادھر ہی مقیم ہیں انھوں نے تفصیلی تعارف کروایا۔ مسجد کی تعمیر اور انتظامات کے بارے میں دلچسپی پر انھوں نے خوبصورت تبادلہ خیال کیا۔ میں تصور میں منظرکشی کر رہا تھا کہ کس طرح میرے محبوب اپنی مقدس جماعت کے ہمراہ بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف مڑے ہونگے؟ کیا عالم کیف سرور ہوگا جب میرے مصطفیٰ کی خواہش بر آئی ہوگی۔ مسجد قبلتین سعودی حکومت کی طرز تعمیر کا ایک شاہکار ہے تعمیر میں نفاست اور معیار کا خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے۔ میرے محبوب کی اس نماز نے یہاں کی فضا میں کیا جمال بکھیرا

ہے کہ ہر ایک مجذوبانہ اس کی طرف کھینچا آ رہا ہے۔خواتین کیلئے یہاں مختص حصہ عقب کی جانب بالکل علیحدہ ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ جناب نبی کریمﷺ یہاں سے کتنے مسرور لوٹے ہونگے ؟ کعبتہ اللہ کے آپؐ کے اشتیاق کو خداوند ذوالجلال نے کتنے محبوبانہ انداز میں بیان کیا کہ

قد نری تقلب وجھک فی السماء ، 'فلنولینک قبلة ترضھا '

فول وجھک شطر المسجد الحرام

میں تاریخی دریچوں سے اس وقت کے فرحت وانبساط کو جھانکتے ہوئے اس عالم بے خودی میں حسین حسرتوں کے ساتھ واپس لوٹ آیا میں سوچ رہا تھا یہاں میرے مصطفیٰ نے تین دعائیں کی تھی کہ

خداوند' میری امت قحط کا شکار نہ ہو.......غرق ہو کر تباہ نہ ہو اور اس میں باہم نفاق ونزاع نہ ہو'

دو قبول ہوئیں اور تیسری قبول نہ ہوئی چنانچہ آج قبول شدہ دو دعاؤں کے ثمرات اور آخری دعا کی عدم قبولیت کے اثرات امت بھگت رہی ہے۔دل میں......امت کی اجتماعی ابتری اور حالت زار پر کڑتا ہوا.......دعا گو ہوا کہ.........

خدایا.......ہماری اجتماعیت کو اپنے نبی کے وسیلے سے رخ صراط مستقیم نصیب فرما۔

گاڑی چلنے لگی اور تھوڑی ہی دیر میں اس مقام پر آئی جو میرے مصطفیٰ کے دور میں مدینہ کا شامی رخ کہلاتا تھا۔ جہاں سرور کائنات نے حدود قائم کر کے دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی کہ یہاں خندق کھودنی ہے۔ یہ غزوہ خندق کا موقع تھا۔ فارس ایران سے آئے میرے مصطفیٰﷺ کے عشق میں مدینے میں بیٹھے ایک پردیسی سلمان فارسی نے سرور کائنات کو خندقیں کھودنے کا مشورہ دیا جبکہ صورتحال یہ تھی کہ بنونضیر کے یہود

کی سازشوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک ایسا لشکر تیار کرڈالا تھا جو تین مستقل فوجوں اور تقریباً24 ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا۔

مساجد خندق

ہماری گاڑی چند لمحات کے لئے رکی .... یہاں ان مقامات پر جہاں سرور کائنات جناب نبی کریمؐ حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ کے خیمے غزوہ خندق میں نصب تھے.... مساجد بنا دی گئی ہیں ،مزید دو مساجد حضرت فاطمۃ اور حضرت سلمان فارسی کے نام سے بنی ہیں ، یہ مساجد خندق کے نام سے مشہور ہیں۔

کوہ سلع پر جہاں حضور اکرمؐ کا خیمہ نصب تھا اور آپؐ نماز ادا فرماتے اور حالات کی نگرانی فرماتے اور اسی مقام پر اترے اور آپؐ کو فتح کی بشارت دی گئی تھی مسجد فتح کے نام سے ایک مسجد تعمیر کی گئی ہے یہ مسجد اور کوہ سلع پر بنی دیگر مساجد سبعہ کے نام سے مشہور ہیں۔1424ھ میں کوہ سلع پر ایک بڑی مسجد بنام مسجد خندق تعمیر کی گئی اور مساجد سبعہ بعد میں اسی کے اندر ضم ہوگئیں۔

میرے سامنے تاریخ کے اوراق صفحہ بہ صفحہ پلٹنے لگے مجھے نظر آ رہا تھا سرور کائناتﷺ مزدوروں کی طرح صحابہ کے ساتھ مل کر خندقیں کھود رہے ہیں۔سردیوں کا موسم اور افلاس انتہا پر تھی۔صحابہ کرام تین تین دن کے فاقہ پر تھے مگر فرط جذبات میں اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد لاد کر پھینکتے اور ہم آواز ہو کر کہتے

نحن الذین بایعو امحمدا
علی الجھاد ما بقینا ابدا

حضور اکرمؐ مزدوروں کی طرح کام کرتے ہوئے جواباً فرماتے

واللہ لو لا اللہ ما اھتدینا

ولا تـــصــد قـــنـــا ولا صـــلـيـــنـــا

فـــانـــزلـــن ســـكـيـــنة عـــلـيـــنـــا

وثـبـــت الاقـــدام ان لاقـيـــنـــا

ان الالـــى قـــد بـــغـــوا عـــلـيـــنـــا

اذا ارادو افتـــنـــة ابـيـــنـــا

پہاڑوں کی اوٹ سے ایک صدا میری سماعتوں سے گویا ٹکرا رہی تھی

الـــلـهـــم لا خـيـــر الا خـيـــر الآخـــرة

فـبـــارك فـــى الانـــصـــار والـــمـهـــاجـــرة

ہماری گاڑی مسجد نبوی کی سمت واپس مڑی' اس حال میں کہ مجھے تاریخ کے جھروکوں سے مدینہ کا 22 دن تک غبار آلود افق صاف ہوتا نظر آ رہا تھا۔

ہم نماز ظہر سے کچھ دیر قبل مسجد نبویؐ میں واپس پہنچ گئے۔ نماز ظہر کے بعد روضہ اقدس پر سلام پیش کر کے مسجد نبویؐ میں ہی تلاوت میں مشغول ہو گیا۔ ذہن میں خیالات کا تلاطم اور دل میں جذبات کی کش مکش جاری تھی آج نماز عصر کے بعد میں نے جنت البقیع جانا تھا۔ جنت البقیع کا دروازہ زائرین کے لئے بعد از فجر اور بعد از عصر ہی کھلتا ہے اس لئے بعد از عصر میں بھی جنت البقیع جانے والے زائرین کی لائن میں لگ گیا۔

جنت البقیع

لائن رفتہ رفتہ آگے بڑھ رہی تھی.......میرے دل کی دھڑکنوں میں تیزی بڑھتی جا رہی تھی.....میں ندامت کے احساسات تلے دبا حاضری سے خوف کھا رہا تھا.....میرا دل دھک دھک کر رہا تھا میں مقدس ترین ہستیوں کے قبرستان میں داخل ہونے والا ہوں....جہاں دس ہزار کے قریب صحابہ مدفون ہیں جن میں ازواج مطہرات اور حضور اقدس ﷺ کی بیٹیاں بھی شامل ہیں۔ بالآخر قبرستان میں داخل ہو ہی گیا۔

حال، بے حال میں امتیاز نہیں ہو پا رہا تھا....دل میں جذبات تھے کہ ہر قبر اور صاحب قبر کا تعارف حاصل کر کے آگے بڑھوں ......جیسے ہی اندر داخل ہوا....دائیں ہاتھ پر کچھ قبریں تھیں.....سیکورٹی اہلکار لائن میں کھڑے تھے میں نے ایک ایک سے قبروں کے متعلق استفسار کیا، سب نہایت غصے اور لاپروائی سے ''واللہ اعلم'' بولے جا رہے تھے .....مجھے لگا انہیں یہ بات شرعاً مذموم لگتی ہے....قبرستان اور قبروں کی حالت بھی اسی طرف مشیر تھی مجھے دکھ ہوا.........کہ شرعی مفروضوں پر قائم احکامات پر ہر طبقہ زندگی کو لانے کی یہ ایک دانستہ کوشش ہے...قبر پرستی واقعتہً ایک غیر شرعی امر ہے مگر اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ ہر قبر سے صاحب قبر کا نام ونشان مٹا دیا جائے ؟ خود تراشیدہ شرعی تصورات پر تشدد یقیناً بجائے خود امر مذموم ہے مجھے اشتیاق تھا.........بے حد اشتیاق.......کہ ہر صاحب قبر کو جان سکوں مگر ہر کوشش بے سود! میں دیوانہ وار ویران مٹی کی ڈھیریوں کے پاس سے بے بسی کے ساتھ اس طرح دائیں بائیں گھوم رہا تھا.......جیسے پیاسا ....شدید پیاسا ہو، پانی کا متلاشی دائیں سے بائیں..... بائیں سے دائیں کا طواف کر رہا ہو.......مگر وہاں پانی ہاتھ میں لئے

کچھ اہل کار اس کی بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہوں اور اس پیاسے کو تشنگی بجھانے نہ دیں۔تو پھر کیوں بیٹھے ہو یہاں ؟ میرا دل کیا میں ان سے لڑنے لگوں. مگر اگلے ہی لمحے خیال آیا....... بلکہ ہوش آیا کہیں الزام شرک میں دھر ہی نہ لیا جاؤں......چند باخبر آخر کار میسر آ ہی گئے انھوں نے بتلایا اور دکھلایا کہ کون سی ہستی کدھر محو آرام ہے..انکی بیان کردہ تفصیل کے مطابق داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ پر حضور اکرم ﷺ کی پھوپھیاں حضرت عاتکہؓ حضرت صفیہ اور حضرت فاطمہؓ کی قبور مبارکہ ہیں اس سے آگے بڑھیں تو 9 امہات المومنین محو خواب ہیں....حضرت جویریہؓ حضرت صفیہؓ حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ،حضرت حفصہؓ،حضرت زینبؓ،حضرت ام حبیبہؓ،حضرت سودہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ اپنی اپنی قبور میں محو آرام ہیں' مجھے لگا کہ ایک آوارہ بچہ اپنی ماؤوں کے دامن میں چھپنے آیا ہے یا یہ سفارش کرنے کہ کائنات کی سب سے عظیم ہستی کے وسیلے سے خداوند قدوس سے میری مغفرت کی سفارش کریں۔میں ان قبروں کے پاس ایسے کھڑا رہا جیسے ایک بچہ اپنی ماں کے سامنے قسمت خودی پر نازاں وفرحاں کھڑا ہوتا ہے......مگر اپنی سیاہ کاریوں کا احساس بھی ساتھ ہی دامن گیر تھا۔حضور اکرم ﷺ کے فرزند ابراہیم کی قبر بھی ادھر ایک سمت میں واقع ہے۔حضرت سعد بن ابی وقاصؓ،حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ،حضرت عقیلؓ اور حضرت جعفر طیارؓ کی قبور کی بھی زیارت کی ۔آگے درمیان میں حضرت عثمان غنیؓ کا مرقد مبارک ہے جو صاحب قبر کی مظلومانہ شہادت پر بزبان حال نوحہ کر رہا ہے.......میں حضرت عثمان کی قبر کے پاس بیٹھ گیا.......میرے ذہن میں خیالات نے کروٹ لی۔ باغی حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں.........محاصرے میں اتنی شدت کر دی گئی کہ آپ مسجد نبویؐ بھی نماز کے لئے حاضر نہیں ہو سکتے ہیں۔آپ کی حمایت میں بہت سے صحابہ ان باغیوں کا وجود صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے آئے مگر آپ نے انہیں واپس کر دیا کہ میں

اپنے مصطفیٰ کے شہر کی گلیوں کو خون سے رنگین نہیں کر سکتا۔ مجھے باغیوں کی ایک جماعت آپ کے گھر کی طرف بڑھتی نظر آ رہی تھی۔ دروازے کو انھوں نے آگ لگا دی۔ حضرت عثمان نے اپنی حفاظت پر مامور جملہ صحابہ کو واپس چلے جانے کو فرمایا۔ حضرت حسن بن علیؓ نے جانے سے انکار کر دیا اور باغیوں سے شدید مزاحمت کی اور انہیں حضرت عثمان پر حملہ نہ کرنے دیا۔ بالآخر باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے پڑوسی حضرت عمرو بن حزم کے مکان پر سیڑھی لگائی اور آپؓ کے گھر میں گھس آئے۔ ایک بولا'

خلعت خلافت اتار دیجئے' ہم آپ کو چھوڑ دیں گے

آپ نے فرمایا'

''تجھ پر افسوس ہے....خدا کی قسم میں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں کبھی اپنا ستر نہیں کھولا اور اسلام لانے کے بعد کبھی اپنی شرمگاہ پر سیدھا ہاتھ نہیں رکھا۔ میں اس لباس کو جس کو خدا نے مجھ کو پہنایا ہے ہرگز نہ اتاروں گا جب تک کہ خدا نیک بختوں پر اپنا فضل و کرم نازل نہ کرے اور بدبختوں کو ذلیل وخوار نہ کر دے''۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے وہ الفاظ گویا میرے کانوں میں گونج رہے تھے جو انہوں نے باغیوں سے فرمائے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا'

لوگو' خدا کی تلوار اپنی جماعت میں نہ چلاؤ........خدا کی قسم........اگر تم نے آپس میں خون ریزی کے لئے تلوار کو نیام سے نکال لیا تو پھر تم اس نیام کو قیامت تک داخل نہ کر سکو گے۔

شر پسند باغیوں نے حضرت عبداللہ بن سلام کو گالیاں دیں' حضرت عبداللہ وہاں سے چلے گئے۔

آخر کار بدبختوں کے سرغنہ' کائنات کے سب سے رذیل ترین غافقی بن حرب اور

سودان بن حمران نے آپؓ پر حملہ کیا' غافقی بد بخت نے چھرے اور سودان نے تلوار سے وار کئے' آپ قرآن کی تلاوت کرتے کرتے جام شہادت نوش کر گئے۔

دو دن تک آپ کی نعش بے گور وکفن پڑی رہی کیونکہ غافقی بن حرب مدینہ کا حکمران بن گیا تھا اور اس نے تجہیز وتکفین کی ممانعت کر دی تھی' آخر کار ایک جماعت خفیہ طور پر حضرت عثمان کے گھر میں داخل ہوئی۔ آپ کی نعش کو اٹھایا.....قبرستان لے گئے نماز پڑھی اور خون آلود کپڑوں میں ہی آپ کو دفن کر دیا....اس جماعت میں حضرت جبیر بن مطعمؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی شامل تھے۔

حصرت عثمانؓ کے مرقد کے پاس بیٹھا میں دیر تک خیالات میں گم رہا' میری آنکھوں میں بدلیاں آ گئیں.....دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے......الہ العالمین..........میں اس شخص کے مزار کے پاس کھڑا ہوں جو کائنات کی سب سے زیادہ طاقت رکھنے کے باوجود مظلوم ترین ہوکر شہید ہوا جس نے اپنا سر کٹوانا تو گوارہ کر لیا مگر محبوب دو عالم کے شہر میں کسی کا خون بہانا گوارہ نہ کیا۔ اے خدا' کائنات کی اس عظیم ہستی کے ان عظیم کارناموں کے سبب میری مغفرت فرما دے (آمین)۔

میں دعا کر کے آگے بڑھا۔ امام مالکؒ اور امام نافعؒ کی قبر بتلائی گئی' اشکیں قطرہ قطرہ برسنے لگیں' میں کتنی عظیم المرتبت علمی ہستیوں کے مرقد کے پاس کھڑا ہوں......عجب کیف سے میں مکیف تھا.....جدھر دیکھوں انوارات ہی انوارات......جس قبر کے پاس کھڑے ہوں سراپا غنیمت........یہ چھوٹی چھوٹی مٹی کی ڈھیریاں.......اللہ اکبر' علم وحکمت اور عمل ورفعت کے کتنے خزانوں کو...اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ مجھے خاصی دیر ہو چکی تھی اور مجھے احساس تک نہ ہوا۔ موبائیل فون کی گھنٹی بجی' اہلیہ مضطرب تھیں چنانچہ میں کائنات کی عظیم ترین ہستیوں کی چند لمحات کی صحبت کو اپنی زندگی کی نہایت قیمتی ومبارک ساعات میں شمار

کرتے ہوئے واپس لوٹ آیا۔ سیکورٹی والے سے گیٹ واپس کھلنے بابت دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ اب فجر کے بعد کھلے گا...... مجھے دکھ لگا اور قدرے نامناسب بھی........ کہ گویا فجر وعصر کے بعد تو شرک نہیں ہوتا........ باقی وقت جنت البقیع کا دروازہ کھلنے سے شرک لازم آئے گا.... میں اس خودتراشیدہ شرعی نقطہ نظر سے متعجب وحیران تھا۔

پورا دن مسجد نبویؐ میں گزار کر بعداز عشاء روضہ اقدس پر سلام پیش کیا اور اپنے ہوٹل پر اس حالت میں پہنچے کہ بدن تھکاوٹ سے چور چور تھا۔

اگلا دن مسجد نبویؐ میں ہی گزارنا طے تھا...... بعداز نماز عصر جب روضہ اقدس پر سلام پیش کرنے کے بعد حسب معمول میں باب الھجرۃ سے اندر بیٹھنے کے لئے داخل ہوا تو وہاں تعلیم کا ایک حلقہ لگا تھا......... اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے تعلیمی حلقے قائم تھے..... میں نے پاکستانی حلقہ تعلیم تلاش کیا اور اس میں عالم دین کے فرمودات سننے لگا....... مجھے طرز گفتگو' انداز تخاطب اور بیان کئے جا رہے مسائل وفضائل میں اجنبیت ونامونسیت محسوس ہو رہی تھی مگر میں ان احوال واردہ کو مولوی صاحب پر دیار غیر کے اثرات' یا' خود کی جہالت پر محمول کر رہا تھا

اگلے ہی لمحے مگر احساس ہوا کہ ہر دو تخمینے مفروضے ہیں، مولوی صاحب ایک غیر مقلد اہل حدیث عالم ہیں.... مجھے بے حد دکھ ہوا وہ اپنا مسلکی موقف بڑی وضاحت اور نہایت جارحانہ انداز میں بغیر اپنے مسلکی اظہار کے بیان کر رہے تھے۔ سامعین اپنے کئے جانے والے مسلکی ومذہبی اعمال ومناسک پر مضطرب پریشان اور ابہام کا شکار نظر آ رہے تھے....... میں ورطہ حیرت میں تھا کہ میرے مصطفیٰ کے روضے کے سامنے یہ فریب اور دھوکا؟ کتنی ڈھٹائی اور جسارت سے میرے محبوب کی اس مسجد میں جہاں آپؐ نے اپنی پرانوار راہ سنت سے امت کو متعارف کروایا......... بیٹھ کر آپؐ کی انہی سنتوں کو بدعت اور گمراہی سے

تعبیر کیا جا رہا ہے.........اور یہ سب سعودی حکومت کی اجازت سے ہورہا ہے، کیا دین اور محبوب کی سنتیں قبرستان میں ہی زندہ رکھنے کے لئے رہ گئی ہیں؟ روضہ اقدس پر سلام پیش کرنے والے زائرین جب عقیدت میں کچھ حد اعتدال سے نکلتے ہیں تو انھیں دھکے اور لاٹھیاں مار مار کر سنائے جانے والے آقا کے فرامین ہی وہیں فرامین ہیں جن پر امت کو مطلع کرنا ضروری ہے؟ کیا کوئی اور دوسرا مقام ایسا نہیں جہاں شرعی تقاضوں کی پامالی اور میرے مصطفیٰ کی سنتوں کو ذبح کیا جا رہا ہو؟ نہیں واللہ ایسا نہیں' بہت سے مقامات ہیں ....حرمین میں جہاں شرعی تقاضوں کی پامالی اور سرور کائنات کی سنتوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے........سعودی حکومت کو دیکھنا ہوگا وہاں اور بھی بہت کچھ ایسا ہو رہا ہے جس پر توجہ درکار ہے اور نظر رکھنے کی ضرورت ہے.......کیا طرفہ تماشا ہے کہ حرمین میں یہ لوگ اس تقلید کو شرک کہہ رہے ہیں.........جس پر خود اہل حرمین اپنے آپ کو حنابلہ کہہ کر فخر کرتے ہیں ....حرمین کمیٹی کے چیئرمین ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس کیا اپنی مسلکی و مذہبی حیثیت ان فاضل واعظین سے پوچھنا گوارہ فرمائیں گے جنکا تقرر خود انھوں نے کیا؟ اجماع' قیاس' اجتھاد' فقہ' مذاہب اربعہ' طلاق ثلاثہ اور 20 رکعت تراویح کا انکار کرنے والا یہ تعلیمی و درسی حلقہ بڑے مکارانہ انداز میں سادہ لوح پاکستانیوں کو باور کروا رہا ہوتا ہے کہ آج تک آپ جس دینی اعمال کے ڈھانچے کو اختیار کئے ہوئے ہیں یہ بنیاد کے اعتبار سے کھوکھلا اور سوائے گمراہی کے کچھ نہیں' یہ لوگ نہیں جانتے کہ اہل حرمین کے خود کے لگائے جانیوالے جملہ تعلیمی حلقے ان تمام علمی اصطلاحات کے مبلغ ہیں جنکی یہ غیر مقلدین اپنے حلقے میں تردید کر رہے ہوتے ہیں......یہ سادہ لوح مسلمان سمجھتے ہیں کہ عربی حلقوں میں دین کی جو تصویر پیش کی جا رہی ہے اردو کے یہ حلقے انہی کی ترجمانی کرتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔اہل حرمین کو اس حلقے کی علمی خیانت روکنا ہوگی تاکہ سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے کیے جانے

والے اعمال پر ابہام اور تشویش پیدا نہ ہو اور یہ کہ امت کے تقلید ائمہ کے اجتماعی رخ کو گزند نہ پہنچے۔

اہلیہ نے بتلایا کہ خواتین میں یہ دجل بڑے پیمانے پر ہو رہا ہے۔ کچھ خواتین فرداً فرداً ملاقاتیں کر کے سادہ لوح پاکستانیوں کو گمراہ کر رہی ہیں' یہ تمام ظلم صرف پاکستانی عوام کے ساتھ ہی ہو رہا ہے' میری نظر میں غیر مقلدیت کے بے جان لاشے کو حرمین سے آکسیجن مل رہی ہے جس کا فوری تدارک ضروری ہے۔ سوال یہ نہیں کہ یہ لوگ حلقہ کیوں لگاتے ہیں سوال یہ ہے کہ مسلکی اظہار کیوں نہیں کرتے؟ اپنی مسلکی شناخت کروائیں اور پھر احکامات پر نقد و تنقید کریں۔ اس فریب کی وجہ سے کئی لوگوں کو کئے جانے والے افعال عمرہ و حج اور دیگر اعمال خیر پہ مشوش و مضطرب کر دیتے ہیں۔ اہلیہ نے بتایا کہ کتنی خواتین کو انتہائی غمناک' پریشان اور روتے دیکھا کہ ہم ساری زندگی عمل کے اس غلط رخ پر لگی رہیں مگر جب اس نے انھیں ان خواتین کی حقیقت' شرارت و سازش بتلائی تو وہ نہ صرف مطمئن ہوئیں بلکہ بہت ساری اسے دعائیں دیں کہ نجانے ہم بہک جاتیں۔ میں نہیں جانتا کہ عرب اتنا سادہ لوح ہے جتنی موجودہ سعودی حکومت سلفیت کے معاملے میں ہے..... کہیں ایسا تو نہیں کہ سعودی حکومت خود بھی سلفیت کے زیر اثر ہو؟ کیا انکے سامنے شیخ محمد عبدالوھابؒ کی وہ تصریح نہیں رہی کہ'

واخبرک انی ولله الحمد متبع ولست مبتدع، عقيدتي وديني الـذي اديـن الـله به هو مذهب اهل السنة والجماعة الذي عليه ائمة المسلمين مثل الائمة الاربعة واتباعهم الى يوم القيامة.

(الدررالسنية ص ٩٧)

میری نظر میں سعودی حکومت کو بالعموم اور حرمین کمیٹی کے چیئرمین ڈاکٹر عبدالرحمٰن

السدیس کو بالخصوص حرمین میں لگے مختلف منبروں پر خاص توجہ کی ضرورت ہے وگرنہ ان منبروں پر بیٹھے غیر مقلدین کے بطن سے جو باہر نکل رہا ہے سعودیہ بہت جلد ان جراثیم کی زد میں ہوگا، داعش کے خلاف عسکری منصوبہ بندی میں سعودیہ کے لئے اس تناظر کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے نیز ائمہ حرمین شیخ سدیس، شیخ شریم اور امام حرم مدنی کو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ پاکستان وہندوستان کے جن دیوبندی مکاتب فکر میں وہ تشریف لا کر کلمات تحسین وتبریک پیش کرتے ہیں ان اصحاب المنابر کے نزدیک وہ مشرک ہیں۔

میں نے مدینہ میں باقی وقت اسی روگ میں گزارا۔ 2 مارچ کو ہمارا مدینہ میں آخری دن تھا ہم نے واپس مکہ جانا تھا۔ آج صبح سے ہی دل پر غم کے سیاہ بادل چھائے تھے۔ میں مسجد نبوی پہنچا تو آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ میں آج اپنے مصطفیٰ کے در سے نکال دیا جاؤں گا۔ میں نہایت غمگین تھا۔ مسجد نبویؐ میں ہم نے خاصا وقت گزارا۔ دس یا گیارہ بجے میں روضہ اقدس پر الوداعی سلام پیش کرنے کے لئے لائن میں لگ گیا۔ مجھے ایسے لگا جیسے کسی بچے کو اپنے مشفق باپ سے دور....... کسی قفس میں قید کیا جانے والا ہو۔ شائد میں بھی مدینہ میں چند دن آزادرہ کر دنیاوی قفس کی طرف پھینکا جانے والا تھا.... میں روتے روتے اپنے محبوب کی جالیوں کے سامنے آ گیا........ میرا دل کر رہا تھا کہ میں جالیوں سے لپٹ جاؤں.......... مجھے درے لگائے جائیں.......... مارا جائے..... پیٹا جائے مگر اپنے مصطفیٰ کے روضے کی جالیوں سے ہی لپٹا رہوں.......... حتیٰ کہ موت میرا فیصلہ کر دے..... میں آج میدان احد میں سرور کائنات کی حفاظت کے لئے...... ان سے لپٹ کر اپنی پیٹھ پر تیر کھانے والے ابو دجانہ کے جذبات کو سمجھ سکتا تھا......... میں سوچ رہا تھا کتنا خوش قسمت تھا...... زیاد بن سکن جو اپنے محبوب کے قدموں پر سر رکھے خالق حقیقی سے جا ملا تھا۔ آہ...... مجھے نکالا جانے والا ہے اور پھر...... نجانے زندگی وفا کرے نہ کرے۔ میرے محبوب بروز

قیامت اپنے اس گناہ گار امتی کو اپنی شفاعت میں شریک فرمایئے گا........میری زباں پہ تھا ''خدایا...........اپنے اس محبوب کے صدقے صراط مستقیم دکھا اور اس پر استقامت نصیب فرما.....میں اپنی زندگی کی جملہ معاصی و نافرمانیوں سے پکی سچی توبہ کرتا ہوں..........تو میری توبہ کو قبول فرمالے''۔

ہر بن مو سے فرقت کے آثار نمایاں تھے ....آنکھوں سے غم کا مینہ برس رہا تھا ....دل پہ جذبات کی تروتازگی گویا خزاں کے پتوں کی طرح مرجھا مرجھا کر گر رہی تھی..........ایک عاشق وصل سے محروم کیا جانے والا تھا اور نجانے تقدیر اسے محبوب کا یہ وصل دوبارہ نصیب کرتی ہے یا نہیں؟ اسے کچھ علم نہیں.....میں اتباع سنت کا عہد کر کے آنسوؤں سے عقیدت کا وضو کرتے کرتے باہر آ گیا۔ اہلیہ کو ساتھ رکھا اور مسجد نبوی سے کیا خوبی قسمت سے باہر آ گیا۔ اہلیہ مسلسل گنبد خضراء پر نظریں رکھی روتے جا رہی تھی اور میں؟.....یہ میں ہی جانتا تھا۔ اہلیہ کی حالت دیکھ کر میں نے اپنے احوال کے اظہار سے دور رہنے کی کوشش کی......ہوٹل پہنچے..........اپنا سامان پیک کیا........اٹھایا اور بوجھل قدموں' بہتی آنسوؤں اور مغموم دل کے ساتھ استقبالیہ میں آ بیٹھے.......کچھ ہی دیر میں گاڑی آ گئی.....وہی گاڑی تھی اور وہی ڈرائیور.......بھائی قاصد نے مجھے دیکھا تو آواز دی'

''حاجی صاحب' آپ کی اگلی سیٹ ہے اسی پر بیٹھنا''

ہم نے گاڑی میں سامان رکھا اور بھائی قاصد سے سلام دعا کر کے اگلی سیٹ عنایت کرنے پر شکریہ ادا کیا اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی چلنے لگی جنت البقیع کے پاس سے جب گاڑی گزر رہی تھی تو گنبد خضریٰ بالکل قریب نظر آ رہا تھا۔ اہلیہ مسلسل روئے جا رہی تھی اور میں انتہائی مغموم اور ضبط سے کام لئے ہوئے تھا.......ہماری گاڑی مسلسل آگے بڑھ رہی تھی......مقام ذوالحلیفہ پر بئر علی پر ہم نے رکنا تھا۔ مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر یہاں

اب بہت بڑی مسجد بنا دی گئی ہے۔ مدینہ سے مکہ کی طرف جانے کے لئے میقات یہی ہے۔ہم نے اس مقام کی نزاکت کے سبب مدینہ سے ہی احرام باندھ لیا تھا یہاں پر نیت کی اور تلبیہ پڑھا'

لبيك اللهم لبيك ' لبيك لا شريك لك لبيك

ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك

تقریباً آدھا گھنٹہ قیام کے بعد گاڑی مکہ خراٹے بھرتی ہوئی چل پڑی' کچھ ہی دیر بعد رات نے عرب کے ان کالے نورانی پہاڑوں کو سیاہ چادر اوڑھا دی..........مسافر سو گئے اور میں واپسی پر مغموم............ضبط کئے ہوئے آنسو کو روک نہ سکا کسی شاعر نے میری وارفتگی کو کتنی خوبصورت زبان دی.......

ہم مدینے سے اللہ کیوں آ گئے
قلب حیراں کی تسکیں وہیں رہ گئی
دل وہیں رہ گیا ' جاں وہی رہ گئی
خم اسی در پہ اپنی جبیں رہ گئی

یاد آتے ہیں ہم کو وہ شام وسحر
وہ سکون دل وجاں وہ روح ونظر
یہ انہی کا کرم ہے انہی کی عطا
ایک کیفیت دل نشیں رہ گئی

اللہ اللہ وہاں کا درود وسلام
اللہ اللہ وہاں کا سجود وقیام

اللہ اللہ وہاں کا وہ کیف دوام
وہ صلوٰۃ سکوں آفریں رہ گئی
پڑھ کے نصر من اللہ فتح قریب
ہم رواں جب ہوئے سوئے کوئے حبیب
رحمتیں برکتیں ساتھ چلنے لگیں
بے بسی زندگی کی وہیں رہ گئی

جس جگہ سجدہ ریزی کی لذت ملی
جس جگہ ہر قدم ان کی رحمت ملی
جس جگہ نور رہتا ہے شام وسحر
وہ فلک رہ گیا وہ زمین رہ گئی

زندگانی وہیں کاش ہوتی بسر
کاش بہزاد آتے نہ ہم لوٹ کر
اور پوری ہوئی ہر تمنا مگر
یہ تمنائے قلب حزیں رہ گئی

میں حسیں حسرتوں کو دل میں سجائے سو گیا..........کافی دیر بعد آنکھ کھلی تو گاڑی تلبیہ کی آواز سے گونج رہی تھی ....استفسار پر پتہ چلا کہ ہم حدود حرم میں داخل ہو چکے ہیں .....کچھ ہی لمحات کے بعد گاڑی شارع الھجرۃ پر پہنچ گئی......میں نے قاصد بھائی کا شکریہ ادا

کیا اور الوداعی سلام کر کے گاڑی سے اتر گیا.......قاصد مجھ سے واپسی پر کچھ باتیں کرتا رہا مگر میرے دل پر فراق کے شدید اثرات تھے...... میں کچھ نہ جان سکا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے........ہمارا بلکہ سب مسافروں کا بقیہ سفر خاموشی سے گزر گیا...گویا کسی سوگ میں...... یا کسی سوز میں..........میں حرم میں ہوں اس احساس نے خوشگوار اثرات مرتب کیئے۔ہم نے رات ہی کو عمرہ کرنے کا پروگرام بنایا۔رات کے تقریباً بارہ بج رہے ہونگے............اذان تہجد کے ساتھ ہم ادائیگی عمرے سے فارغ ہوئے ......حلق کروا کر دوبارہ مسجد حرام میں ادائیگی نماز کے لئے بیٹھ گئے......نماز فجر ادا کر کے آرام کرنے کے لئے ''فندق افواج التوبہ۲'' آ گئے۔اگلے دن جمعتہ المبارک تھا اس مرتبہ جمعہ کی ادائیگی کے لئے ہم کچھ زیادہ پر جوش تھے۔نو بجے کے قریب ہم مسجد حرام کی طرف روانہ ہوئے مگر........وہاں پہنچے تو تل دھرنے کو جگہ نہ تھی.......ہم پریشان ہو گئے.........خدایا معلوم نہیں.......اس کے بعد زندگی وفا کرے نہ کرے مسجد حرام کے اندر ادائیگی جمعہ کا موقع نصیب فرما دے.......اللہ نے دعا قبول فرمائی.......سکیورٹی والوں نے ایک سمت کی رکاوٹ ہٹا دی' جم غفیر اس طرف کسی طوفانی موج کے مثل بڑھا.............خس وخاشاک کی طرح ہم بھی اندر داخل ہو گئے .... نماز وخطبے میں خاصا وقت باقی تھا.......ہم تلاوت واعمال میں مصروف ہو گئے.......اذان ہوئی........خطبے ہوئے اور نماز جمعہ ادا کی گئی.....بہت سرور ملا' نہایت لطف وروحانیت نصیب ہوئی۔میں اس وقت میں اپنی لکھی ہوئی نظم بھی اس حال میں گنگناتا رہا کہ آنکھیں تھمنے نہیں پا رہی تھیں۔مجھے اپنی نصیب کی بلندی پر فخر محسوس ہو رہا تھا۔

اگلے تین دن مکمل مسجد حرام میں الحمدللہ اعمال میں ہی گزرے........کبھی طواف ....کبھی تلاوت ......کبھی اذکار واشغال......تو کبھی تعلیمی حلقوں میں بیٹھتے..... اس دورانیے میں حطیم میں بھی نوافل ادا کئے....میزاب رحمت کے نیچے دیر تک دعائیں بھی کیں

....اپنے اللہ سے راز و نیاز بھی کرتے رہے......... بلاشبہ یہ ایام میری زندگی کے سب سے خوبصورت ایام تھے۔ مورخہ 8 مارچ ہماری پاکستان واپسی تھی۔ 7 مارچ سے ہی میرے دل میں عجب مغمومانہ کیفیت طاری ہوگئی.........واپس حاضری کی دعائیں موسلا دھار بارش کی طرح زباں سے جاری کیا...............برس رہیں تھیں۔

ہم نے آج رات مسجد حرام میں ہی گزارنے کا فیصلہ کیا چنانچہ بعد از عشاء اپنے سامان کو سنبھال کر تھوڑا آرام کرنے کے بعد مسجد حرام آ گئے۔ رات کا آخری پہر تھا۔ بیت اللہ پر جمال طاری تھا میں نے تمام دن بیت اللہ کو جلال میں دیکھا۔ آج پہلی مرتبہ مجھے جمال میں نظر آ رہا تھا۔اس آخری پہر رونق اس قدر تھی کہ ناقابل بیان......... ہر ایک پر عجب حال دیوانگی طاری تھا....ہم نے بھی دیوانہ وار چکر لگائے...طواف وداع کا اتنا سرور ملا کہ اسے جامئہ الفاظ نہیں پنایا جا سکتا......واپس مسجد حرام میں بیٹھ گئے اور تلاوت میں مشغول ہو گئے......تلاوت کے اعتبار سے میرا قرآن ختم ہو رہا تھا........میں نے تفاخرانہ انداز میں اہلیہ سے استفسار کیا تو اس نے بتلایا میرا تیسرا قرآن ختم ہو رہا ہے مجھے بے حد ندامت ہوئی........شرمسار ہو کر تلاوت میں مشغول ہو گیا........اذان فجر کے بعد میرا قرآن جیسے ہی ختم ہوا اقامت نماز فجر شروع ہوگئی........میں نے نماز فجر ادا کی اور گڑگڑا کر دعا کی، زباں پر حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی دامت فیوضھم العالیہ کا کلام گویا جاری ہو۔

دربار میں حاضر ہے اک بندہ آوارہ
آج اپنی خطاؤں کا لادے ہوئے پشتارہ
سرگشتہ ودر ماندہ بے ہمت ونا کارہ
وارفتہ و سرگرداں بے مایہ و بے چارہ
شیطاں کا ستم خردہ اس نفس کا دکھیارہ

ہر سمت سے غفلت کا لادے ہوئے اندھیارہ
آج اپنی خطاؤں کا لادے ہوئے پشتارہ
دربار میں حاضر ہے اک بندہ آوارہ

پھر اہلیہ کو خواتین ''مصلی النساء ۷ا'' سے وصول کیا............ہم بیت اللہ کی الوداعی زیارت کے لئے سامنے آئے اور دیر تک الحاج وزاری میں مصروف رہے۔نم دیدہ واپس لوٹے.......اہلیہ پر شدید گریہ طاری تھا.....میں اسے تسلی دوں مگر کس طرح......؟ کہ میں خود اس زخم سے کراہ رہا تھا۔رحمت خداوندی ہی سہارہ تھی اور میں نے کہا.......دعا کرو خدا اپنے اس در کی بار بار حاضری نصیب کرے اور مطمئن رہو جس خدا نے.........ہم درویشوں کو اپنے جس فضل واحسان سے......بے سروسامانی کے عالم میں لایا وہ ہمیں بار ہا اپنے اس فضل سے بہرور کرے گا۔''فندق افواج التوبہ۲'' پہنچے.........کچھ ہی دیر میں گاڑی آ گئی........اپنے شرکتہ کے لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور الوداعی سلام کے بعد گاڑی میں بیٹھ گئے۔میں بیت اللہ کے فراق میں مغموم تھا.......جاتے ہوئے راستے میں پہاڑوں کے کالے سیاہ پتھر' ایک سماں باندھے ہوئے تھے......ریتلے صحراء' خوبصورت قدرتی منظر پیش کر رہے تھے۔کہیں بیٹھے کہیں کھڑے اونٹ......عجب دور نبوت کی فضا بنائے ہوئے تھے.......جہاں دیکھو' جدھر دیکھو.....ذرہ ذرہ روحانیت سے معمور تھا.......میرے مصطفیٰ کی آمد نے ذرے ذرے کو نورانیت نصیب کی۔جدہ تک کا سارا سفر خیالات کی کش مکش کے ساتھ گزر گیا۔گاڑی ڈرائیور پاکستانی تھا۔جو پاکستان سے بے حد پیار کرتا تھا وہ ہمیں راستے میں پاکستان کے فضائل ومحاسن بیان کرتا رہا۔مجھے حاجی صاحب کہہ کر پکارتا' جدہ ائیر پورٹ کے ایک حصے پر جملہ مسافروں کو اتارا مگر چونکہ ہم سعودی ائیر لائن کے مسافر تھے اس لئے ہمیں دوسرے حصے پر لے جانے کے لئے وہ گاڑی میں دوبارہ بیٹھا.....یہ حصہ

پہلے حصے سے خاصا دور تھا......وہ اس دورانیے میں اپنی ملازمت کی مشکلات سے آ گاہ کرتا رہا.......سعودی حکومت سے بہت شکوے کرتے ہوئے وہ ارض وطن کی تعریف تقابلی انداز میں کر رہا تھا.....میں نے اسے سمجھایا مگر وہ زیادہ دکھا ہوا تھا.......سعودیہ میں پاکستانیوں سمیت جملہ خارجیوں کی ملازمت میں پریشانیاں ایک سنجیدہ‘ حساس اور سنگین مسئلہ ہے........یہی وجہ ہے کہ ملازمت پیشہ طبقے میں سعودیہ کی بابت تاثر مثبت نہیں ہے.........جس کی طرف یقیناً سعودی حکومت کوتوجہ دینے کی ضرورت ہے....سعودی ائیر لائن کی پرواز SV-727 پرواز کے لئے تیار تھی۔خروج کی مہر لگوا کر ہم جلد ہی ویٹنگ روم میں پہنچ گئے ۔نماز عصر ادا کی تو بورڈنگ کے لئے لائن بنائی جارہی تھی ہم بھی لائن میں لگ گئے۔ جہاز میں جیسے ہی بیٹھے اس نے اڑان بھرلی۔ مجھے لگا کسی نے میرے جذبات کا خون کر دیا ہے ..... خوبی قسمت سے شومئی قسمت میں آ گیا ....یا کسی نافرمان کو فرمانبرداروں کی بستی سے ملک بدر کر دیا گیا ہے۔

جل رہا ہوں کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے
ہاں ڈبودے اے محیط آب گنگا تو مجھے
سرزمین اپنی قیامت کی نفاق انگیز ہے
وصل کیسا یاں تو اک قرب فراق انگیز ہے

میں اپنے محبوب کے دیس سے اپنی مستقبل کی زندگی کے لئے یہ عزم لے کر آیا تھا کہ‘

تو راز کن فکاں ہے‘ اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہو جا ‘ خدا کا ترجماں ہو جا
ہوس نے کر دیا ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا‘ محبت کی زباں ہو جا

یہ ہندی، وہ خراسانی، یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندہ ساحل اچھل کر بیکراں ہوجا
غبار آلودہ رنگ ونسب ہیں بال وپر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا
خودی میں ڈوب جا غافل، یہ سر زندگانی ہے
نکل کر حلقہ شام وسحر سے جاوداں ہو جا
مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر
شبستان محبت میں حریر وپرنیاں ہو جا
گزر جا بن کے سیل تند کوہ وبیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

ختم شد